النعمان سوشل میڈیا سروسز

سکین پیج

موضوع : تقلید

سلسلة موسوعات المصطلحات العربية والإسلامية

موسوعة

كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم

للباحث العلامة محمد علي التهانوي

تقديم وإشراف ومراجعة
د. رفيق العجم

تحقيق
د. علي دحروج

نقل النص الفارسي إلى العربية
د. عبد الله الخالدي

الترجمة الأجنبية
د. جورج زيناتي

الجزء الأول

أ - ش

مكتبة لبنان ناشرون

كذا في عروض سيفي[١].

التَّقْعير: Cavity, concavity - *Cavité, concavité*

بالعين المهملة عند الأطباء هو تجويف في ظاهر العضو لا يحوي شيئًا. والمقعّر من سطحي الفلك سيأتي ذكره.

التَّقْليد: Tradition, imitation - *Tradition, imitation*

باللام لغة جعل القلادة في العنق. وشرعًا يطلق على معنيين: الأول حكمُ والٍ بكون فلان قاضيا في موضع كذا كما في جامع الرموز في كتاب القضاء. الثاني العمل بقول الغير من غير حجة. وأريد بالقول ما يعمّ الفعل والتقرير تغليبًا. ولذا قيل في بعض شروح الحسامي: التقليد اتّباع الإنسان غيره فيما يقول أو يفعل معتقدًا للحقية من غير نظر إلى الدليل، كأنّ هذا المتبع جعل قول الغير أو فعله قلادة في عنقه من غير مطالبة دليل، كأخذ العامي والمجتهد بقول مثله أي كأخذ العامي بقول العامي وأخذ المجتهد بقول المجتهد. وعلى هذا فلا يكون الرجوع إلى الرسول عليه الصلوة والسلام تقليدًا له، وكذا إلى الإجماع وكذا رجوع العامي إلى المفتي أي إلى المجتهد، وكذا رجوع القاضي إلى العُدول في شهادتهم لقيام الحجة فيها. فقول الرسول بالمعجزة والإجماع بما تقرّر من حجته وقول الشاهد والمفتي بالإجماع وكذا الرجوع إلى الصحابي لأنه عمل بقوله عليه الصلوة والسلام «أصحابي كالنجوم بأيّهم اقتديتم اهتديتم»[٢]، ولو سمّي ذلك أو بعض ذلك تقليدًا كما يسمّى في العرف أخذ المقلّد العامي بقول المفتي تقليدًا فلا مشاحة في التسمية والاصطلاح. وكذا قد يسمّى أتباع الصحابة تقليدًا باعتبار الصورة. وربما يعرّف التقليد بأنه اعتقاد جازم غير ثابت، وغير الثابت هو ما يزول بتشكيك المشكك.

فائدة:

غير المجتهد يلزمه التقليد سواء كان عاميًا أو عالمًا بطرقٍ صالحة من وجوه علوم الإجتهاد. وقيل إنما يلزم العالِم التقليد بشرط أن يتبيّن له صحة اجتهاد المجتهد بدليله. واختلف في جواز التقليد في العقليات كمسائل الأصول. قال عبدالله بجوازه وقال طائفة بوجوبه وأنّ النظر والبحث حرام.

فائدة:

إذا تعدد المجتهدون وتفاضلوا لا يجب على المقلّد تقليد الأفضل، بل له أن يقلّد المفضول. وعن أحمد وابن شريح[٣] منعه بل

(١) نزد اهل عروض عبارتست از وزن ووزن سنجيدن كلام است بميزان بحري از بحور شعر كه مقرر كرده اند پس هرچه بميزان بحري از بحور راست باشد آن موزون است وآنچه بميزان هيچ بحر نيايد ناموزون است ودر تقطيع عدد حروف وحركات وسكنات معتبر است وخصوصيت حرف چون اصلي وزائد وخصوصيت حركت مثل ضمة وفتحه وكسره معتبر نيست ليكن خصوصيت امكنه حركات وسكنات معتبر است پس بُلْبُل وزِبْرِج هم وزن باشند اگرچه باعتبار وزن صرفيان مختلف الوزن اند وهر حرف كه در تلفظ آيد معتبر است اگرچه در كتابت در نيايد بدانكه نون تنوين را عروضيان ظاهر ميتويسند تا ملفوظ ومكتوب اوزان شعر يكسان باشد والتباس نشود كذا في عروض سيفي.

(٢) أخرجه الدارقطني في المؤتلف والمختلف، ٤/ ١٧٧٨، عن جابر باب غصين...، وأخرجه ابن عبد البر في جامع بيان العلم، ٢/ ٩٠ ـ ٩١، باب ذكر الدليل في أقاويل السلف...، وقال عقبه: هذا إسناد لا يقوم به حجة لأن الحارث بن غصين مجهول، وأشار إلى أن النبي ﷺ لا يبيح الاختلاف بعده في أصحابه بأحاديث كثيرة، وأخرجه ابن حزم في الأحكام، ٦/ ١٨٢ وأخرجه ابن حجر بطرقه في تلخيص الحبير ٤٠٢/ ١٩٠، كتاب القضاء، باب أدب القضاء، الحديث رقم ٢٠٩٨.

(٣) هو أحمد بن عمر بن سريج البغدادي، أبو العباس. ولد ببغداد عام ٢٤٩ هـ/ ٨٦٣ م وتوفي فيها عام ٣٠٦ هـ/ ٩١٨ م. فقيه الشافعية في عصره. قاض، مناظر. له عدة مؤلفات هامة. الاعلام ١/ ١٨٥، طبقات الشافعية ٢/ ٨٧، البداية والنهاية



تأليف

السيّد الشريف أبي الحسن عليّ بن محمّد بن عليّ
الحسينيّ الجرجاني الحنفيّ
المتوفى سنة ٨١٦ هـ

وضع حواشيه وفهارسه
محمد باسل عيون السود

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

٥٢٥ - التَّقْسِيْمُ[1] : ضم قيود متخالفة بحيث يحصل عن كل واحد منهم قسم .

٥٢٦ - التَّقَدُّمُ الطَّبْعِيُّ[2] : هو كون الشيء الذي لا يمكن أن يوجد آخر إلا وهو موجود ، وقد يمكن أن يوجد هو ولا يكون الشيء الآخر موجودًا وأن لا يكون المتقدم علة للمتأخر ، فالمحتاج إليه إن استقل بتحصيل المحتاج كان متقدمًا عليه تقدمًا بالعلة كتقدم حركة اليد على حركة المفتاح ، وإن لم يستقل بذلك كان متقدمًا عليه بالطبع كتقدم الواحد بالاثنين فإن الاثنين يتوقف على الواحد ولا يكون الواحد مؤثرًا فيه .

٥٢٧ - التَّقَدُّمُ الزَّمَانِيُّ : هو ما له تقدم بالزمان لا بالرتبة ، وهو ما كان أقرب من غيره إلى مبدأ محدودة له وتقدمه هو تلك الأقربية .

٥٢٨ - التَّقَدُّمُ بالعِلِّيَّةِ : وهو العلة الفاعلية الموجبة للنسبة إلى معلولها ، وتقدمها بالعلية التقدم بالشرف ، وهو الراجح بالشرف عليه ، وهو كونه كذلك .

٥٢٩ - التَّقْرِيْبُ[3] : هو سوق الدليل على وجه يستلزم المطلوب ، فإذا كان المطلوب غير لازم واللازم غير مطلوب لا يتم التقريب .

٥٣٠ - التَّقْرِيْبُ : سوق المقدمات على وجه يفيد المطلوب ، وقيل : سوق الدليل على الوجه الذي يلزم المدعي ، وقيل : جعل الدليل مطابقًا للمدعي .

٥٣١ - التَّقْرِيْرُ : الفرق بين التحرير والتقرير أن التحرير بيان المعنى بالكناية ، والتقرير بيان المعنى بالعبارة .

٥٣٢ - التَّقْلِيْدُ[4] : عبارة عن اتباع الإنسان غيره فيما يقول أو يفعل معتقدًا للحقية فيه من غير نظر وتأمل في الدليل كأن هذا المتبع جعل قول الغير أو فعله قلادة في عنقه .

٥٣٣ - التَّقْلِيْدُ : عبارة عن قبول قول الغير بلا حجة ولا دليل .

٥٣٤ - التَّقْدِيْرُ[3] : هو تحديد كل مخلوق بحده الذي يوجد من حسن وقبح ونفع وضرّ وغيرها .

٥٣٥ - التَّقْدِيْسُ : في اللغة : التطهير ، وفي الاصطلاح : تنزيه الحق عن كل ما لا يليق بجنابه ، وعن النقائص الكونية مطلقًا ، وعن جميع ما يعد كمالاً بالنسبة إلى غيره من

(١) كشاف اصطلاحات الفنون ص ٤٩٧ ، والفروق اللغوية ص ٧١ .
(٢) كشاف اصطلاحات الفنون ص ٤٩٥ .
(٣) كشاف اصطلاحات الفنون ص ٤٩٧ .
(٤) كشاف اصطلاحات الفنون ص ٥٠٠ ، والفروق اللغوية ص ١١١ .

اتباع" و" تقلید" ہم معنی لغت سے

مختار الصحاح

مترجم

عربی اردو

الامام محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی

ترجمہ اردو

پروفیسر عبدالرزاق صاحب

دار الاشاعت

تقلید اور اتباع میں فرق "دلیل"بتانے-والے غیر-مقلدین عرف اہل_حدیث سے سوال =کہ اتباع "قرآن-و-حدیث ہی کی دلیل سے" کسی کی پیروی کرنے کا نام ہے، تو ان آیات میں
[نفسانی-خواھشات کی اتباع(٣٦:٢٦)،
بے ہدایتے،بے-علم-و-عقل باپ-دادا کی اتباع(٢:١٧٠)،
یہود-و-نصاریٰ کی اتباع (٢:١٢٠/١٤٥)،
بے-علم،غیر-عالم کی اتباع (٩:٤٢، ١٠:٨٩، ١٩ :٤٥)] سے منع کیا گیا ہے، تو وہ کونسی اور کیا دلیل دیتے ہیں کہ ان پر "تقلید" کے بجائے "اتباع" کا لفظ استعمال ہوا؟؟؟
بتاؤ، اگر ہو سچے اور علم-والے؟؟؟

(یا بددعا کے طور پر) اللہ اسے ہلاک کر دے۔
هٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ: وہ اپنے کرتوتوں کے باعث ہلاک ہونے والے ہیں۔
ت ب ع—تَبِعَهُ: وہ اس کے پیچھے چلا، یا اس نے اس کی پیروی کی۔ اس کا باب طَرِبَ اور سَلِمَ ہے۔ اسی طرح اِتَّبَعَهُ اِفتعل باب سے ہے اور أَتْبَعَ افعل باب سے کسی آگے جانے والے کے پیچھے چلا اور اس سے جا ملا۔
أَتْبَعَ غَيْرَهُ: اس نے کسی دوسرے کے پیچھے کچھ یا کسی کو روانہ کیا اور اس کے پیچھے چل پڑا۔ اخفش نے کہا کہ تَبِعَهُ اور أَتْبَعَهُ ہم معنی ہیں۔ جس طرح رَدِفَهُ اور أَرْدَفَهُ ہم معنی ہیں۔ یہی لفظ قول خداوندی: إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ: ''سوائے اس کے کہ کوئی کچھ اچک لے جائے تو شہاب ثاقب اس کا پیچھا کرتے ہیں۔'' میں ہے۔
التَّبَعُ: (پیروکار) واحد اور جمع دونوں کے لئے ہے۔ قول خداوندی ہے: إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا: ہم تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اس کی جمع أَتْبَاع ہے تَابَعَهُ عَلَى كَذَا مُتَابَعَةً وَتِبَاعًا: اس نے اس بات پر اس کی پیروی کی۔

التِّبَاعُ: (تاء مکسور) کا معنی بھی ولاء اور تابعداری ہے۔
تَابَعَ الرَّجُلُ عَمَلَهُ: آدمی نے اپنا کام جاری رکھا یا اپنے کام کو مضبوط اور مستحکم کیا۔ حضرت ابو واقد اللیثیؓ سے روایت کی گئی حدیث ہے: تَابَعْنَا الْأَعْمَالَ فَلَمْ نَجِدْ شَيْئًا أَبْلَغَ فِي طَلَبِ الْآخِرَةِ مِنَ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا: ہم نے کاموں اور اعمال کی خوب جانچ پڑتال کی لیکن ہم نے طلب آخرت کے لئے دنیا سے بے رغبتی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں پائی۔
تَتَبَّعَ الشَّيْءَ: اس نے مسلسل کسی چیز کی تلاش کی یا ٹوہ لگائی۔
تَبِّعَةُ: (باء مشدد) کا بھی یہی معنی ہے۔
التِّبَاعَةُ: (نون مکسور) تَبِعَة کی طرح ہے۔
التَّبِعَةُ: پیش رو، جس کی اتباع کی جائے۔ فارابی نے اس کا ذکر دیوان میں کیا ہے۔
التَّبِيعُ: تابع یا پیرو۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا: پھر تمہیں ہمارے خلاف کوئی پیرو نہیں ملے گا۔ الفراء نے تَبِيع کا ترجمہ ثائر اور مطالب کیا ہے اور اس کا معنی تابع ہے۔
التَّبِيعُ: گائے کا بچھڑا جس کی عمر ایک سال ہو۔ اس کی مؤنث یعنی بچھیا کو

وَمَتَاعَهُ عَلَى قَلَتٍ إِلَّا مَا وَقَى اللهُ: مسافر خود اور اس کا مال ومتاع کے تلف ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اِلّا یہ کہ جسے اللہ رکھے۔
میرا کہنا ہے کہ الازہری نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ علماء لغت میں سے بھی کسی نے موجودہ دور میں اسی قول کو بیان کیا ہو جس طرح بعض فقہاء اسے اپنی کتابوں میں روایت کرتے ہیں۔
الْمَقْتَلَةُ: جائے تلف و ہلاکت۔
ق ل ح—الْقَلَحُ: (قاف اور لام مفتوح) دانتوں پر جمی ہوئی زردی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ ایسے شخص کو جس کے دانتوں پر زردی ہو أَقْلَحُ کہتے ہیں۔
ق ل د—الْقِلَادَةُ: ہار۔ جو گلے میں پہنا جاتا ہے۔
قَلَّدَهُ، فَتَقَلَّدَ: اس نے اسے ہار پہنایا تو اس نے پہن لیا۔ اسی سے لفظ تَقْلِيد مشتق ہے۔ یعنی التقليد في الدين: دین میں کسی شخص کی پیروی۔
تَقْلِيدُ الْوُلَاةِ الْأَعْمَالَ: والیوں کا دوسروں کے ذمے کام لگانا۔
تَقْلِيدُ الْبَدَنَةِ: قربانی کے جانور کے گلے میں قلادہ ڈالنا، تاکہ یہ پہچان ہو کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔
تَقَلَّدَ السَّيْفَ: اس نے گلے میں تلوار

لٹکائی۔
الْإِقْلِيدُ: (ہمزہ مکسور) چابی۔
الْمِقْلَدُ بروزن الْمِبْضَع: چابی۔ اس کی مثال الْمِنْجَلُ ہے۔ اس کی جمع الْمَقَالِيدُ ہے۔
ق ل س—الْقَلْسُ: بروزن فَلْس: بہتان یا تہمت لگانا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ خلیل کا قول ہے الْقَلْسُ مَا خَرَجَ مِنَ الْحَلْقِ مِلْءَ الْفَمِ أَوْ دُونَهُ وَلَيْسَ بِقَيْءٍ: قلس کا معنی قے کے علاوہ حلق سے منہ بھر کر کسی چیز کا نکلنا ہے۔ اور اگر کوئی دوبارہ اس طرح سے نکلے تو پھر وہ قے ہے۔
الْقَلَنْسُوَةُ: (قاف مفتوح) ٹوپی۔ اس کی جمع قَلَانِسُ ہے۔ چاہیں تو قَلَاسِي اور قَلَانِيسُ یا قَلَاسِيّ بھی کہہ سکتے ہیں۔
قَدْ قَلْسَاهُ فَتَقَلْسَى: اس نے اسے ٹوپی پہنائی تو اس نے پہن لی۔ تَقَلْنَسَ وتَقَلَّسَ کا بھی یہی معنی ہے۔
ق ل ص—قَلَصَ الشَّيْءُ: چیز اوپر اٹھی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ یہی معنی قَلَّصَ تَقْلِيصًا اور تَقَلَّصَ کا ہے۔ یعنی وہ جڑ گیا۔ یا سکڑ گیا۔
قَلَصَ الثَّوْبُ بَعْدَ الْغَسْلِ: کپڑا دھونے کے بعد سکڑ گیا۔
شَفَةٌ قَالِصَةٌ: سکڑے ہوئے ہونٹ۔

شاہ ولی اللہؒ پابندی مذہب کی وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ جب عمدہ زمانہ کو گذرے عرصہ ہو گیا اور امانتیں تلف کر دی گئیں تو اب اعتماد نہیں ہو سکتا ہوا پرست علماء کے اقوال پر اور نہ اس شخص کے قول پر اعتماد ہو سکتا ہے کہ ہم نہیں جانتے کے آیا شرطیں اجتہاد کی رکھتا ہے یا نہیں۔ پس جب ہم علماء کو دیکھیں کہ سلف کے مذاہب پر ثابت قدم ہیں تو ایسے علماء جو مسائل سلف کے اقوال کے بموجب نکالیں ان میں یہ علماء راست جانے جائیں گے۔

جیسا کے ابنِ مسعودؓ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر کوئی تقلید کرنا چاہے تو ان کی کرے جو گزر گئے۔

ثم السواد الاعظم ولما اندرست المذاهب
الحقة الا هذه الاربعة كان اتباعها
اتباعا للسواد الاعظم والخروج عنها
خروجا عن السواد الاعظم
ومنها ان الزمان لما طال وبعد
العهد وضيعت الامانات لم يجز ان
يعتمد على اقوال علماء السوء من القضاة
الجورة والمفتين التابعين لاهوائهم
حتى ينسبوا ما يقولون الى بعض من
اشتهر من السلف بالصدق والديانة
والامانة اما صريحا او دلالة وحفظ
قوله ذلك ولا على قول من لا ندري
هل جمع شروط الاجتهاد اولا فاذا رأينا
العلماء المحققين في مذاهب
السلف عسى ان يصدقوا في
تخريجاتهم على اقوالهم واستنباطهم
من الكتاب والسنة واما
اذا لم نر منهم ذلك فهيهات
وهذا المعنى الذي اشار اليه عمر
بن الخطاب رضي الله عنه
حيث قال يهدم الاسلام جدال
المنافق بالكتاب وابن مسعود حيث
قال من كان متبعا فليتبع من مضى

کی پیروی کرو بڑے جتھے کی اور چونکہ بجز مذہب سوائے
ان چاردن مذہب کے نیست ہو گئے تو ان کی پیروی
کرنی بڑے انبوہ کی پیروی کرنی ہے اور ان سے باہر
نکلنا بڑے جتھے سے باہر ہونا ہے۔
اور تیسری وجہ پابندی مذہب کی یہ ہے کہ جب عمدہ زمانہ کو
گذرے بہت دن ہو گئے اور عرصہ بعید پڑ گیا اور امانتیں
تلف کر دی گئیں تو اب اعتماد نہیں ہو سکتا علماء یعنی
ظالم قاضیوں اور ہوا پرست مفتیوں کے اقوال پر
جنکی شرارت یہاں تک ہے کہ اپنے قول کو سلف کے
ایسے شخص کیطرف بصراحت یا بدلالت منسوب کرتے
ہیں جو صدق اور دیانت و امانت میں مشہور ہو اور اسکا
وہ قول زبانوں پر مذکور رہو۔ اور نہ اس شخص کے قول پر
اعتماد ہو سکتا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ آیا شرطیں اجتہاد
کی رکھتا ہے یا نہیں۔ پس جب ہم علما کو دیکھیں کہ سلف کے
مذاہب میں ثابت قدم ہیں تو غالب ہے کہ وہ مسائل
جو یہ علما سلف کے اقوال کے بموجب نکالیں یا خود کتاب
و سنت سے استنباط کریں ان میں علماء مذکور راست
جانے جائینگے اور جب علما میں ہم یہ بات نہ دیکھیں تو
ان کے اقوال کو راست جاننا بعید ہے۔ اور یہی مضمون
ہے جس کیطرف حضرت عمر فاروقؓ نے اشارہ کیا فرمایا کہ
اسلام کو تباہ کریگا منافق کا جھگڑنا قرآن سے اور حضرت
ابن مسعودؓ نے بھی اسکی طرف اشارہ کیا کہ کہا جو کوئی پیروی
کرنی چاہتا ہو تو چاہیے کہ پیروی ان کی کرے جو گذر گئے۔


يجتبي الله اليه من يشاء ويهدي اليه من ينيب

الحمد للہ علی احسانہ کہ درین ایام میمنت التیام کتاب لاجواب نتائج افکار عالی ہمم

سلک مروارید
ترجمہ
عقد الجید

تصحیح تمام و تنقیح مالا کلام باہتمام جناب مولوی ... محمد عبد الاحد ... ربیع الاول سنہ ۱۳۱۰ھ

مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد

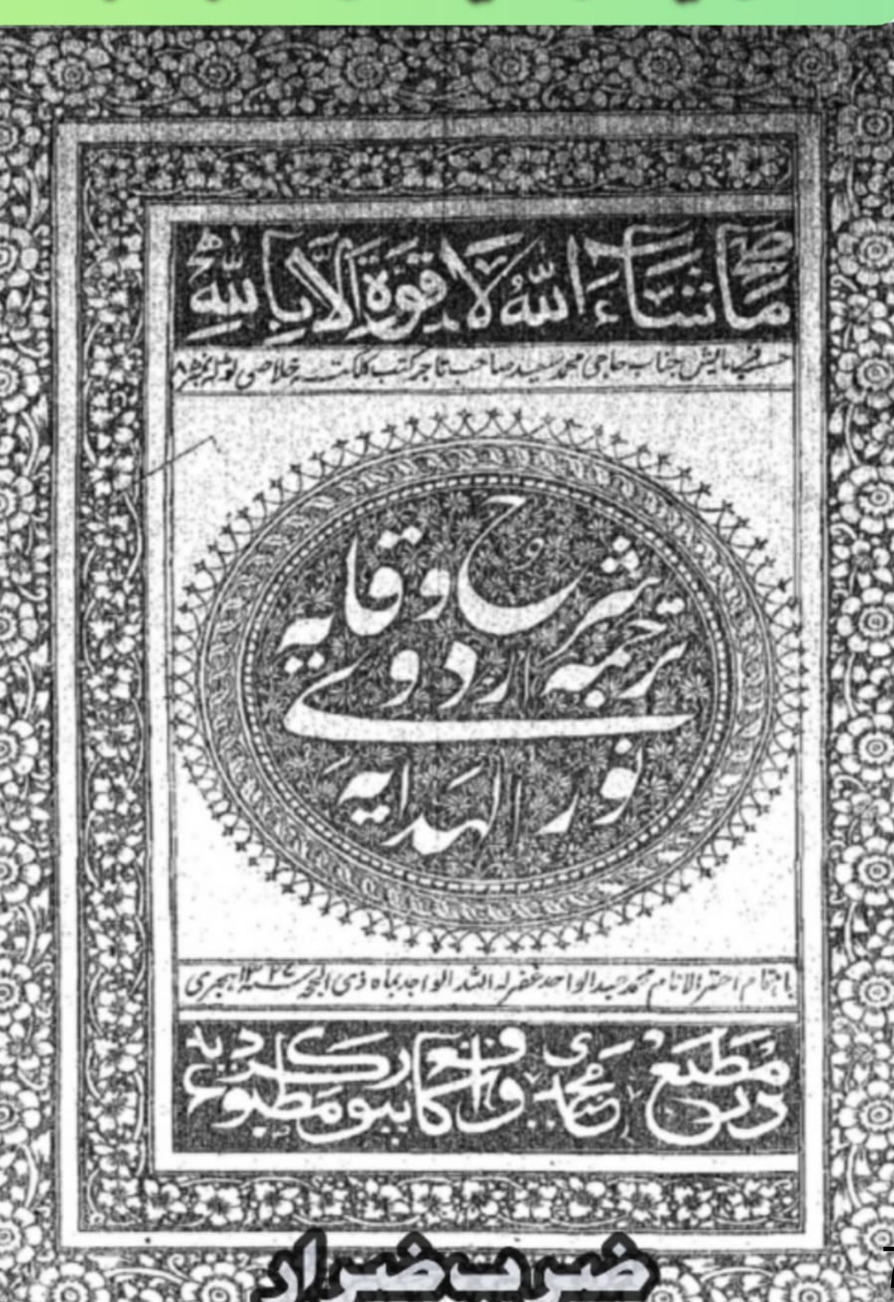
ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں : جسنے لازم پکڑا ایک مذہب مثلاً حنفی یا شافعی کا تو واجب ہے کہ ہمیشہ اسی مذہب پر رہے اور سوائے اس کے کسی مسئلہ میں غیر کی تقلید نہ کرے۔

عامی اور غیر عامی پر جو نہ پونہچا ہو درجۂ اجتہاد کو التزام ایک مذہب معین کا مذہب مجتہدین سے اور کہا شیخ محی الدین نووی رحمہ نے روضۃ الطالبین مین اَمّا الاجتہاد المطلق فقالوا اختتم بالائمۃ الاربعۃ حتی اوجبوا تقلید واحد من ھؤلاء علی الامۃ ونقل امام الحرمین الاجماع علیہ یعنی اجتہاد مطلق تو ختم ہو گیا ساتھ ائمہ اربعہ کے اور واجب ہے تقلید ایک کی انمین سے امت پر اور نقل کیا امام الحرمین رحمہ نے اجماع اسپر اور بحر العلوم رحمہ نے شرح تحریر ابن الہمام مین لکھا ہے غیر المجتہد المطلق یلزمہ تقلید مجتہد مّا من المجتہدین المطلقین یعنی جو مجتہد مطلق نہو اسکو لازم ہے تقلید کسی مجتہد مطلق کی تو اگر کوئی اس مقام پر کہے کہ ان اقوال سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ تقلید کسی کی ائمہ اربعہ مین سے واجب ہے اور ہم بھی کسی مسئلے مین جو مخالف ائمہ اربعہ کے ہو عمل نہین کرتے بلکہ کسی مسئلے پر موافق ابو حنیفہ رحمہ کے اور کسی پر موافق شافعی رحمہ کے ایسطرح پر عمل کرتے ہین تو جواب اسکا یہ ہے کہ باعث اسکا یا تو حصول درجۂ اجتہاد ہے کہ جسکا قول صحیح موافق احادیث کے پاتے ہین اسپر عمل کرتے ہین تو اس صورت مین تقلید کی کیا حاجت ہے اور اگر بغیر حصول اجتہاد کے یہ امر ہے تو مخالف حق اور باطل ہے کیونکہ اتفاق کیا علماء نے اس بات پر کہ نہین جائز ہے غیر مجتہد کو کہ عمل کرے ایک مسئلے مین رائے ابو حنیفہ رحمہ پر اور دوسرے مین رائے شافعی رحمہ پر کہا ملا علی قاری رحمہ نے رسالے مین اپنے کہ تالیف کیا اسکو قفال کی رد مین بل وجب علیہ ان یعین مذھبا من المذاھب اما مذھب الشافعی فی جمیع الفروع والوقائع واما مذھب مالک واما مذھب ابی حنیفۃ وغیرھم ولیس ان ینتقل من مذھب الشافعی ما یھواہ ومن مذھب ابی حنیفۃ ما یرضاہ ولانا لو جوزنا ذلک لادّی الی الخبط والخروج عن الضبط وحاصلہ یرجع الی نفی التکلیف لان مذھب الشافعی اذا اقتضی تحریم الشیٔ ومذھب ابی حنیفۃ مثلا اباحۃ ذلک الشیٔ بعینہ او عکس ذلک فھو ان شاء مال الی الحلال وان شاء مال الی الحرام فلا یتحقق الحلۃ والحرمۃ وفی ذلک اعدام التکلیف وابطال فائدتہ واستیصال قاعدتہ وذلک باطل انتھی ماذکرہ یعنی بلکہ واجب ہے اس پر تعیین ایک مذہب کی یا مذہب شافعی رحمہ کی جمیع فروع اور وقائع مین یا مذہب مالک رحمہ کی یا مذہب ابو حنیفہ رحمہ کی اور یہ نہین کہ جو جی چاہے مذہب شافعی رحمہ سے اختیار کرلے اور جو چاہے مذہب ابی حنیفہ رحمہ سے کیونکہ جواز مین اسکے کام مؤدی ہوگا طرف خبط کے اور نکلنے کے ضبط سے اور حاصل اسکا نفی تکلیف کی ہے کیونکہ جب مذہب شافعی رحمہ مقتضی تحریم کو کسی امر کے ہو اور مذہب ابو حنیفہ رحمہ کا مثلاً اسکی تحلیل کو تو جب چاہے مائل ہو طرف حلال کے اور جب چاہے طرف حرام کے تو حلت اور حرمت کا تحقق و تقرر جاتا رہا اور اسمین صریح اعدام تکلیف ہے اور ابطال ہے اسکے فائدے کا اور استیصال ہے اسکی بنا کا اور یہ باطل ہے اور کہا ترصیع مین لاخیر فی ان یکون حنفیا فی بعض المسائل وشافعیا فی بعض اخر یعنی نہین بہتر ہے کہ حنفی ہو بعض مسائل مین اور شافعی رحمہ ہو بعض مین اور شرح عین العلم مین ہے۔ فلو التزم احد مذھبا کابی حنیفۃ والشافعی فلزم علیہ الاستمرار فلا یقلد غیرہ فی مسئلۃ من المسائل یعنے جسنے لازم کرلیا ایک مذہب مثلاً مذہب ابی حنیفہ رحمہ یا مذہب شافعی رحمہ کا تو واجب ہے کہ ہمیشہ اُسی مذہب پر رہے اور سوا اُسکے کسی مسئلے مین غیر کی تقلید نکرے اور کہا ابن عبد البر رحمہ نے ان تتبع رخص المذاھب غیر جائز بالاجماع یعنی تلاش رخصتون کا ہر مذہب مین ممنوع ہے بالاجماع اور تفسیر احمدی مین ہے۔ اذا التزم مذھبا یجب علیہ ان یدوم علی مذھب التزمہ ولا ینتقل عنہ الی مذھب اٰخر یعنی جس مذہب پر التزام کرے تو چاہیے کہ مداومت کرے اُسپر اور نہ پھر جاوے طرف دوسرے مذہب کے الحاصل ان روایات و اقوال سے بخوبی واضح ہے کہ جو شخص کہ اجتہاد کا نہ رکھتا ہو خواہ عامی ہو یا غیر عامی تقلید مذہب معین کی اسکو واجب ہے اور وجوب و حقیت تقلید پر بہت سی دلیلین ہین کہ انکو اس مقام مین ذکر کرنا مناسب ہے دلیل پہلی یہ ہے جو منجملہ انکے اس مقام مین



امام نووی رحؒ فرماتے ہیں : اجتہاد مطلق ختم ہوگیا ساتھ ائمہ اربعہ کے اور ان مذاہب اربعہ میں کسی ایک کی تقلید شخصی واجب ہے اور اس پر امام الحرمین نے اجماع نقل کیا ہے۔

عامی اور غیر عامی پر جو نہ پونہچا ہو درجہ اجتہاد کو التزام ایک مذہب معین کا مذہب مجتہدین سے اور کہا شیخ محی الدین نووی رح نے روضۃ الطالبین مین کہ ہما الاجتہاد المطلق فقالوا اختتم بالائمۃ الاربعۃ حتی اوجبوا تقلید واحد من ہولاء علی الامۃ ونقل امام الحرمین الاجماع علیہ یعنی اجتہاد مطلق تو ختم ہوگیا ساتھ ائمہ اربعہ کے اور واجب ہے تقلید ایک کی انمین سے امت پر اور نقل کیا امام الحرمین رح نے اجماع اسپر اور بحر العلوم رح نے شرح تحریر ابن الہمام مین لکھا ہے غیر المجتہد المطلق یلزمہ تقلید مجتہد من المجتہدین المطلقین یعنی جو مجتہد مطلق نہو اسکو لازم ہے تقلید کسی مجتہد مطلق کی تو اگر کوئی اس مقام پر کہے کہ ان اقوال سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ تقلید کسی کی ائمہ اربعہ مین سے واجب ہے اور ہم بھی کسی مسئلے مین جو مخالف ائمہ اربعہ کے ہو عمل نہین کرتے بلکہ کسی مسئلے پر موافق ابو حنیفہ رح کے اور کسی پر موافق شافعی رح کے ایضاح پر عمل کرتے ہین تو جواب اسکا یہ ہے کہ باعث اسکا یا تو حصول درجۂ اجتہاد ہو کہ جسکا قول صحیح موافق احادیث کے پاتے ہین اسپر عمل کرتے ہین تو اس صورت مین تقلید کی کیا حاجت ہے اور اگر بغیر حصول اجتہاد کے یہ امر ہے تو مخالف حق اور باطل ہے کیونکہ اتفاق کیا علماء نے اس بات پر کہ نہین جائز ہے غیر مجتہد کو کہ عمل کرے ایک مسئلے مین رائے ابو حنیفہ رح پر اور دوسرے مین رائے شافعی رح پر کہا ملا علی قاری رح نے رسالے مین اپنے کہ تالیف کیا اسکو قفال کی رد مین بل وجب علیہ ان یعین مذہبا من المذاہب اما مذہب الشافعی فی جمیع الفروع والوقائع واما مذہب مالک واما مذہب ابی حنیفۃ وغیرہم ولیس ان ینتقل من مذہب الشافعی ما یہواہ ومن مذہب ابی حنیفۃ ما یرضاہ لانا لو جوزنا ذلک لادی الی الخبط والخروج عن الضبط وحاصلہ یرجع الی نفی التکلیف لان مذہب الشافعی اذا اقتضی تحریم الشیء ومذہب ابی حنیفۃ مثلا اباحۃ ذلک الشیء بعینہ او عکس ذلک فہو ان شاء مال الی الحلال وان شاء مال الی الحرام فلا یتحقق الحل والحرمۃ وفی ذلک انعدام التکلیف وابطال فائدتہ واستیصال قاعدتہ وذلک باطل انتہی ما ذکرہ یعنی بلکہ واجب ہے اس پر تعیین ایک مذہب کی یا مذہب شافعی رح کی جمیع فروع اور وقائع مین یا مذہب مالک رح کی یا مذہب ابو حنیفہ رح کی اور یہ نہین کہ جو جی چاہے مذہب شافعی رح سے اختیار کرے اور جو چاہے مذہب ابی حنیفہ رح سے کیونکہ جواز مین اسکے کام مودی ہوگا طرف خبط کے اور نکلنے کے ضبط سے اور حاصل اسکا نفی تکلیف کی ہے کیونکہ جب مذہب شافعی رح مقتضی تحریم کو کسی امر کے ہو اور مذہب ابو حنیفہ رح کا مثلاً اسکی تحلیل کو تو جب چاہے مائل ہو طرف حلال کے اور جب چاہے طرف حرام کے تو حلت اور حرمت کا تحقق و تقرر جاتا رہا اور اسمین صریح اعدام تکلیف ہے اور ابطال ہے اسکے فائدے کا اور استیصال ہے اسکی بنا کا اور یہ باطل ہے اور کہا ترصیع مین لا خیر فی ان یکون حنفیا فی بعض المسائل وشافعیا فی بعض آخر یعنی نہین بہتر ہے کہ حنفی ہو بعض مسائل مین اور شافعی رح ہو بعض مین اور شرح عین العلم مین ہے۔ فلو التزم احد مذہبا کابی حنیفۃ والشافعی فلزم علیہ الاستمرار فلا یقلد غیرہ فی مسئلۃ من المسائل یعنے جسنے لازم کرا ایک مذہب مثلاً مذہب ابی حنیفہ رح یا مذہب شافعی رح کا تو واجب ہی کہ ہمیشہ اُسی مذہب پر رہے اور سوا اُسکے کسی مسئلے مین غیر کی تقلید نکرے اور کہا ابن عبد البر رح نے ان تتبع رخص المذاہب غیر جائز بالاجماع یعنی تلاش رخصتون کا ہر مذہب مین ممنوع ہے بالاجماع اور تفسیر احمدی مین ہے اذا التزم مذہبا یجب علیہ ان یدوم علی مذہب التزمہ ولا ینتقل عنہ الی مذہب آخر یعنی جس مذہب پر التزام کرے تو چاہیے کہ مداومت کرے اُسپر اور نہ پھر جاوے طرف دوسرے مذہب کے الحاصل ان روایات واقوال سے بخوبی واضح ہو کہ جو شخص کہ درجہ اجتہاد کا نرکھتا ہو خواہ عامی ہو یا غیر عامی تقلید مذہب معین کی اُسکو واجب ہے اور وجوب و حقیت تقلید پر بہت سی دلیلین ہین کہ انکو اس مقام مین ذکر کرنا مناسب ہے دلیل پہلی یہ ہے جو ہمنے اس مقام مین



[24] ...... بَابُ الِاقْتِدَاءِ بِالْعُلَمَاءِ .... علماء کی پیروی کرنے کا بیان

224. أَخْبَرَنَا مَنْصُورُ بْنُ سَلَمَةَ الْخُزَاعِيُّ عَنْ شَرِيكٍ .... عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ لَقَدْ أَدْرَكْتُ أَقْوَامًا لَوْ لَمْ يُجَاوِزْ أَحَدُهُمْ ظُفُرًا لَمَا جَاوَزْتُهُ كَفَى إِزْرَاءً عَلَى قَوْمٍ أَنْ تُخَالِفَ أَفْعَالَهُمْ.❶

ابوحمزہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے کہا: "میں نے ایسے لوگ پائے (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) اگر ان میں سے کوئی شخص ناخن کے برابر آگے نہ بڑھتا، تو میں بھی آگے نہ بڑھتا، کسی قوم کی ذلت کے لئے کافی ہے کہ ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے عمل کی مخالفت کی جائے۔"

---

❶ "إسناده ضعيف" الباعث ابو شامه، ص:26، مفتاح السنة سيوطي ص 38۔

❷ "إسناده جيد" شرح أصول اعتقاد أهل السنة رقم:114,14۔ جامع بيان العلم، رقم:2334۔

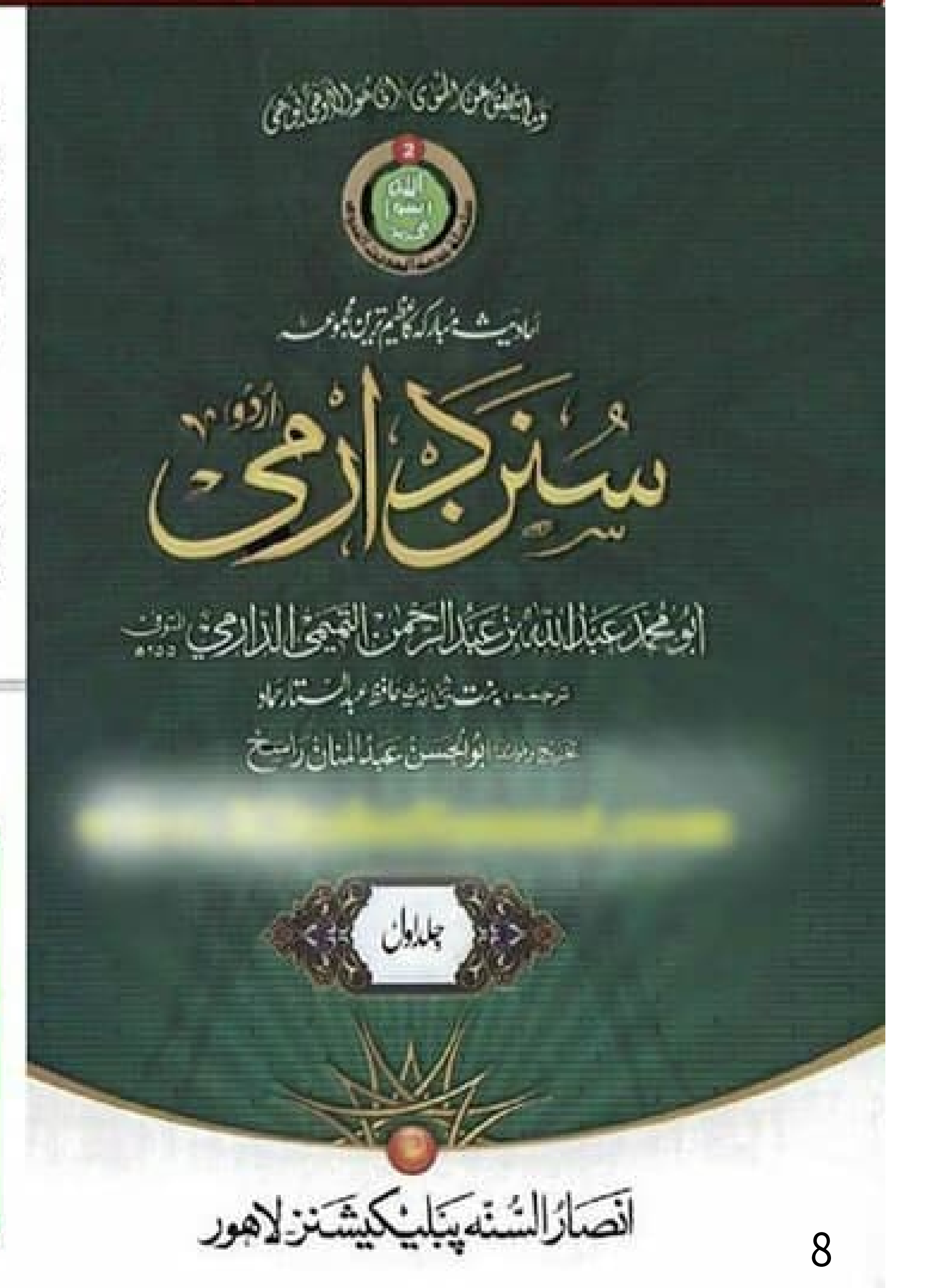
❸ "إسناده ضعيف والمتن صحيح" حلية الأولياء 227/4۔

225۔ أَخْبَرَنَا يَعْلَى .... حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ قَالَ أُولُو الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ وَطَاعَةُ الرَّسُولِ اتِّبَاعُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ❶

عبدالملک بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے یہ آیت پڑھی: "اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرو۔" (النساء:٥٩) انہوں نے کہا: "اولی الامر سے مراد علم اور فقہ والے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا قرآن اور سنت کی پیروی کرنا ہے۔"

---

❶ "إسناده صحيح" الفقيه والمتفقه، رقم:101، تفسير طبري 147/5، الدر المنثور 176/2۔



جدید فرقہ اہلحدیث اجماعِ مسلمین کا مخالف ہے

علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں ہیں کہ اس بات میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حق صرف اور صرف ان مذاھبِ اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) میں ہی منحصر ہے انکے علاوہ کسی دوسرے (جدید) مذھب پر عمل جائز نہیں
(البحر المحیط ۶/۲۰۹)

یاد رہے کہ سلفیوں کے بلانزاع ممدوح علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی یہ ہی فرمایا ہیکہ حق صرف ان چار مذاھب میں ہی بند ہے
دیکھئے فتاوی مصریہ ۶۱

والحق أن العصر خلا عن المجتهد المطلق، لا عن مجتهد في مذهب أحد الأئمة الأربعة. وقد وقع الاتفاق بين المسلمين على أن الحق منحصر في هذه المذاهب، وحينئذ فلا يجوز العمل بغيرها، فلا يجوز أن يقع الاجتهاد إلا فيها.

مَسألة

الصحيح جواز تجزؤ الاجتهاد، بمعنى أنه يكون مجتهداً في باب دون غيره. وعزاه الهندي للأكثرين، وحكاه صاحب «النكت» عن أبي علي الجُبّائي وأبي عبد الله البصري. قال ابن دقيق العيد: وهو المختار، لأنه قد يمكن العناية بباب من الأبواب الفقهية حتى يحصل المعرفة بمآخذ أحكامه وإذا حصلت المعرفة بالمآخذ أمكن الاجتهاد. وقال الرافعي تبعاً للغزالي: يجوز أن يكون العالم بمنصب الاجتهاد في باب دون باب. والناظر في مسألة المشرَّكة تكفيه معرفة أصول الفرائض، ولا يضره أن لا يعرف الأخبار الواردة في تحريم المسكر مثلا.

وذهب آخرون إلى المنع، لأن المسألة في نوع من الفقه ربما كان أصلها نوعاً آخر منه، كتعليل الشافعي تخليل الخمر بالاستعجال، فلا تكمل شرائط الاجتهاد في جزء حتى يستقل بالفنون كلها.

ومن فوائد الخلاف في هذا أنه هل يعتبر خلاف الأصولي في الفقه؟ فإن قلنا يتجزأ اعتبر خلافه، وإلا فلا. قيل: وكلامهم يقتضي تخصيص الخلاف إذا عرف بابا دون باب. أما مسألة دون مسألة فلا تتجزأ قطعاً.

٢٠٩







في أصول الفقه

للزركشي

بدر الدين محمد بن بهادر بن عبد الله الشافعي (٧٤٥-٧٩٤هـ)

الجزء السادس

مع الفهارس العامة

قام بتحريره

د. عبد الستار أبو غدة

وراجعه

الشيخ عبد القادر عبد الله العاني

امام مالکؒ اور مسئلہ تقلید

امام شہاب الدین احمد بن ادریسؒ امام مالکؒ کا مذہب نقل کرتے ہیں کہ (فروعی) احکام میں عوام پر مجتہدین کی تقلید واجب ہے تنقیح الفصول ۳۳۷

یاد رہے کہ امام احمد بن ادریسؒ کے متعلق علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں یہ عالما بمذہب مالک یعنی امام مالکؒ کے مذہب کو جاننے والے تھے تاریخ للذہبی ۱۴ /۵۹۴

الفصل الثاني
في حكمه

مذهب مالك وجمهور العلماء رضي الله عنهم وجوبه وإبطال التقليد لقوله تعالى: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ [محمد: ١٩].

وقد استثنى مالك رحمه الله من ذلك أربع عشرة صورة لأجل الضرورة. الأولى: قال ابن القصار قال مالك: يجب على العوام تقليد المجتهدين في الأحكام كما يجب على المجتهدين الاجتهاد في أعيان الأدلة وهو قول جمهور العلماء خلافاً لمعتزلة بغداد، وقال الجبائي: يجوز في مسائل الاجتهاد فقط.

قال إمام الحرمين في الشامل: لم ... الأستاذ

أبو إسحق: من اعتقد ما يجب عليه من ... ولا

دخول الجنة والخلوص من الخلود في ... حجة

الجمهور قوله تعالى: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ ... قوله

تعالى: ﴿قُلِ انْظُرُوا﴾ [يونس: ١٠١ ... رُوا﴾

[النمل: ٦٩] وهو كثير في الكتاب العزيز ... وَجَدْنَا

ءَابَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ ءَاثَٰرِهِم مُّهْتَدُونَ﴾ ... ءَاثَٰرِهِم

مُّقْتَدُونَ﴾ [الزخرف: ٢٣] وقال تعالى ... كُمْ﴾

[الزخرف: ٢٤] فأمر بالنظر في ذلك وقال: ...

حجة الشاذ: أنه عليه الصلاة والسـ ... لنظر

شرح
تنقيح الفصول
في
اختصار المحصول في الأصول

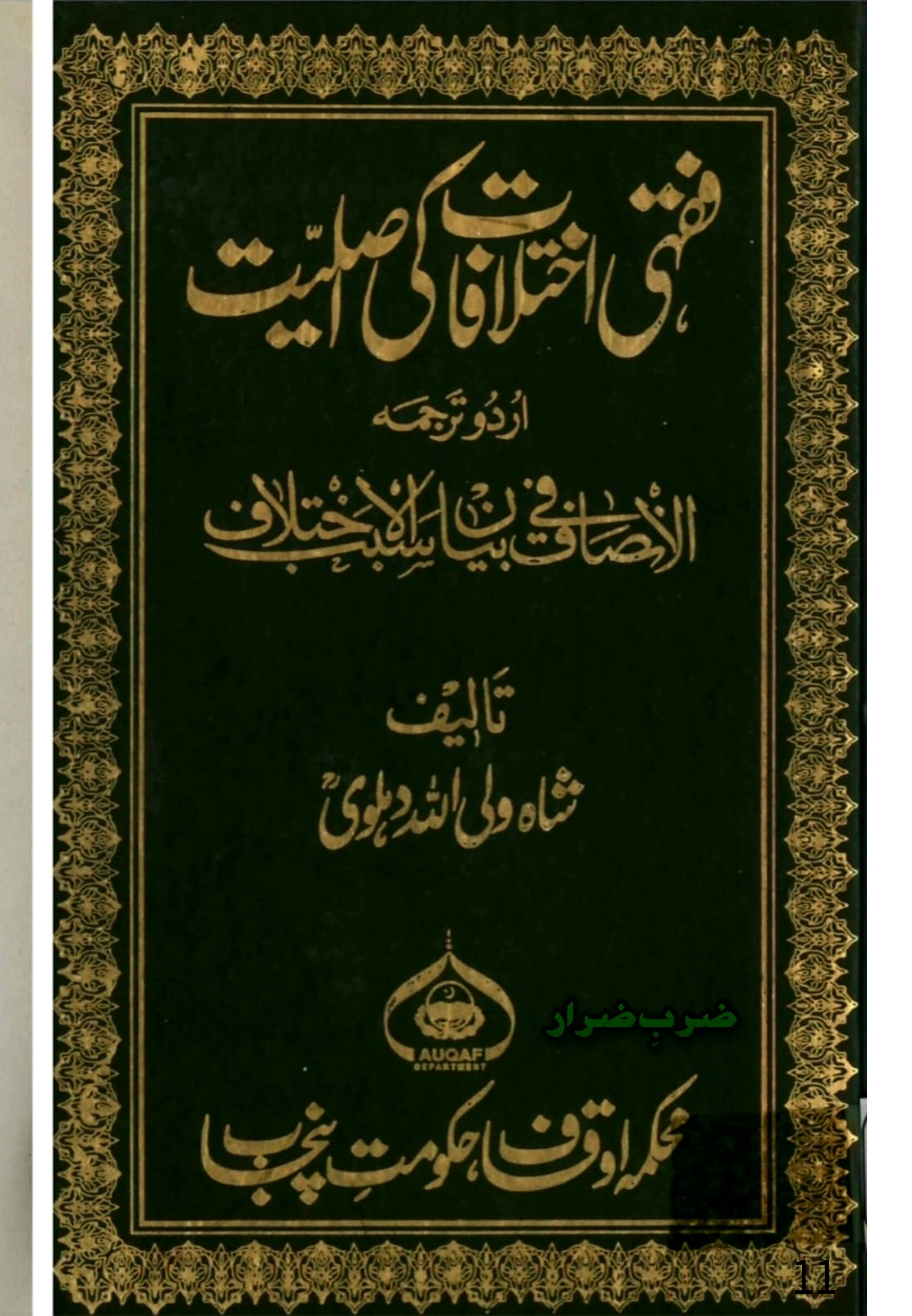
تأليف
القرافي

باعتناء
مكتب البحوث والدراسات
في
دار الفكر

(مؤخرالذکر) مسائل کے بارے میں وہ علماء سے مشورہ کرنے کے محتاج ہوتے تھے کیونکہ ان مسائل کے متعلق کسی واضح رائے تک پہنچنے کے لئے ان کے پاس وہ مسائل نہ تھے جو مجتہد مطلق کے پاس تھے۔ پس اس قسم کے علماء کو بعض مسائل میں مجتہد کی اور بعض مسائل میں غیر مجتہد کی حیثیت حاصل ہے۔

صحابہؓ وتابعینؒ سے یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ جب انہیں کوئی حدیث مل جاتی تو وہ غیر مشروط طور پر اس کے مطابق عمل شروع کر دیتے تھے لیکن دو صدیوں کے بعد لوگوں میں معیّن مجتہدین کے مذاہب کو اختیار کرنے کا رجحان پیدا ہوا۔ چنانچہ بہت کم ایسے تھے جو کسی خاص معیّن مجتہد کے مسلک کے پابند نہ ہوتے۔ اس زمانے میں یہ تقلید ایک امر واجب ہوگئی۔

اس کا سبب یہ ہے کہ فقہ سے وابستگی رکھنے والے کو دو ہی صورتیں پیش آسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی تمام توجہ اس طرف مبذول رہے کہ وہ ایسے مسائل سے واقفیت حاصل کرے جن کا جواب مجتہدین تفصیلی دلائل کے ساتھ پہلے ہی دے چکے ہیں۔ ان پر تنقید کرے۔ ان کے مآخذ کی تحقیق کرے اور ایک کو دوسرے پر ترجیح دے۔ یہ بہت بڑا کام ہے اور اس وقت تک کامیابی سے تکمیل پذیر نہیں ہوسکتا جب تک اس فقیہ کو کسی ایسے امام مجتہد کی رہنمائی میسر نہ ہو جس نے فقہی مسائل کو الگ الگ شعبوں میں پھیلا کر بیان کرنے اور ان کے دلائل مہیا کرنے کی زحمتوں سے اس کو بے نیاز نہ کر دیا ہو۔ اسے چاہیئے کہ امام کی ان تصریحات سے مدد لے کر نقد و تحقیق اور ترجیح میں مشغول ہو۔ اگر کسی امام کی اقتداء اسے میسر نہ ہو تو اس کا کام بہت مشکل ہو جائے گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ امر سہل ہوتے ہوئے مُشکل امر اختیار کرنے میں کوئی تُک نہیں ہے۔ لازم ہے کہ فقہ کا یہ طالب علم اپنے امام کے بعض اقوال کو پسندیدہ سمجھ کر ان سے اتفاق کرے اور بعض کی تصحیح کرے۔ اسے لازم ہے کہ اتفاق واختلاف کا تناسب دیکھے اگر



امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

" دین کا داعی دو حال سے خالی نہیں، مجتہد ہو گا یا مقلد، مجتہد قرون ثلاثہ کے متقدمین کی تصانیف سے مستفید ہو کر راجح قول کر ترجیح دیتا ہے اور مقلد سلف کی تقلید کرتا ہے، کیونکہ ابتدائی صدیاں بعد والوں سے افضل ہیں"۔

(مجموعة الفتاویٰ جلد 20 صفحہ 9)۔

﴿من الذين فرّقوا دينهم وكانوا شيعاً﴾ الآية [الروم: ٣٢]، وإذا تفقه الرجل وتأدب بطريقة قوم من المؤمنين مثل اتباع الأئمة والمشايخ، فليس له أن يجعل قدوته وأصحابه هم العيار، فيوالي من وافقهم / ويعادي من خالفهم، فينبغي للإنسان أن يعود نفسه التفقه الباطن في قلبه والعمل به، فهذا زاجر . وكمائن القلوب تظهر عند المحن.

٢٠/٩

وليس لأحد أن يدعو إلى مقالة أو يعتقدها؛ لكونها قول أصحابه، ولا يناجز عليها، بل لأجل أنها مما أمر الله به ورسوله، أو أخبر الله به ورسوله؛ لكون ذلك طاعة لله ورسوله.

وينبغي للداعي أن يقدم فيما استدلوا به من القرآن، فإنه نور وهدى، ثم يجعل إمام الأئمة رسول الله ﷺ ، ثم كلام الأئمة.

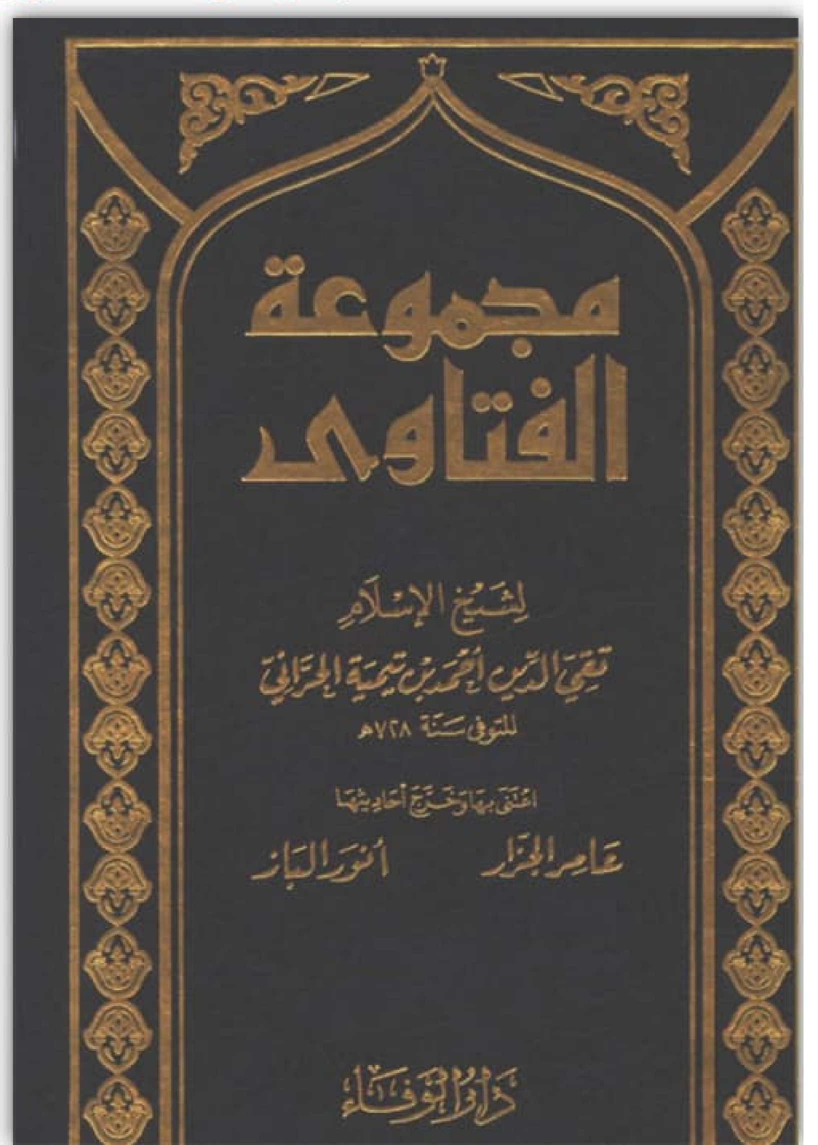
ولا يخلو أمر الداعي من أمرين:

الأول: أن يكون مجتهداً أو مقلداً، فالمجتهد ينظر في تصانيف المتقدمين من القرون الثلاثة، ثم يرجح ما ينبغي ترجيحه.

الثاني: المقلد يقلد السلف؛ إذ القرون المتقدمة أفضل مما بعدها.

فإذا تبين هذا، فنقول كما أمرنا ربنا: ﴿قولوا آمنا بالله﴾ إلى قوله: ﴿مسلمون﴾ [البقرة: ١٣٦]، ونأمر بما أمرنا به، وننهى عما نهانا عنه في نص كتابه وعلى لسان نبيه ﷺ، كما قال تعالى: ﴿وما آتاكم الرسول فخذوه﴾ الآية [الحشر: ٧]، فمبنى أحكام هذا الدين على ثلاثة أقسام: الكتاب، والسنة، والإجماع.

٩



علماء کے علاوہ کسی کو کتاب و سنت کی طرف لوٹانے کی طاقت نہیں۔

ان کی طرف لوٹتا ہے۔ صحیحین میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ کا ارشاد حضرت عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی السہمی کے بارے نازل ہوا جب نبی کریم ﷺ نے ایک سریہ (چھوٹا سا لشکر) میں اسے امیر بنا کر بھیجا (1)۔ ابو عمر نے کہا: حضرت عبداللہ بن حذافہ کا مزاح معروف تھا ان کے مزاح سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک لشکر میں امیر بنایا۔ انہوں نے اپنے لشکریوں کو کہا: لکڑیاں اکٹھی کرو اور آگ جلاؤ، جب انہوں نے آگ جلا دی تو انہیں آگ میں گھسنے کا حکم دیا۔ پھر انہیں کہا: کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ وہ صحابہ کہنے لگے: ہم اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی تاکہ ہم آگ سے بچ جائیں (اور تم پھر ہمیں آگ میں گھسنے کا حکم دے رہے ہو)۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کے فعل کو درست کہا اور فرمایا: "خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت (کا حکم) نہیں ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ مشہور ہے۔

محمد بن عمرو بن علقمہ عن عمر بن حکم بن ثوبان کے سلسلہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو سعید خدری نے کہا: حضرت عبداللہ بن حذافہ بن قیس السہمی اصحاب بدر میں سے تھے اور ان کی طبیعت میں مزاح تھا۔ اور حضرت زبیر نے ذکر کیا فرمایا: مجھے عبدالجبار بن سعید نے بتایا انہوں نے عبداللہ بن وہب سے انہوں نے لیث بن سعد سے روایت کیا۔ فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حزام نے رسول اللہ ﷺ کی سواری کو کسی سفر میں بٹھایا قریب تھا کہ رسول اللہ ﷺ گر پڑتے۔ ابن وہب نے کہا: میں نے لیث سے پوچھا یہ انہوں نے آپ کو ہنسانے کے لیے کیا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں ان میں خوش طبعی تھی۔ میمون بن مہران، مقاتل اور کلبی نے کہا اُولِی الْاَمْرِ سے مراد اصحاب السریہ، (جہاد کرنے والے) ہیں۔ اور رہا دوسرا قول تو اس کی صحت پر یہ ارشاد دلالت کرتا ہے فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ۔ اللہ تعالیٰ نے متنازع فیہ معاملہ کو کتاب اللہ اور نبی کریم ﷺ کی سنت کی طرف لوٹانے کا حکم دیا ہے اور علماء کے علاوہ کسی کو کتاب و سنت کی طرف لوٹانے کی طاقت نہیں۔ علماء سے سوال کرنے کے وجوب کی صحت پر یہ دلیل ہے اور ان کے فتویٰ کی پیروی کے لزوم کی صحت پر دلیل ہے۔ سہل بن عبداللہ نے فرمایا: لوگ خیر پر رہیں گے جب تک سلطان اور علماء کی تعظیم کرتے رہیں گے اور جب لوگ ان دو شخصیات کی تعظیم کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کی دنیا و آخرت کی اصلاح فرما دے گا اور جب لوگ اپنے سلطان اور علماء کی تحقیر کریں گے تو ان کی دنیا و آخرت کو وہ خراب کر دے گا۔ رہا تیسرا قول تو وہ خاص ہے اور چوتھا قول اس سے بھی خاص ہے اور رہا پانچواں قول ظاہر لفظ اس کی تائید نہیں کرتے، اگرچہ معناً صحیح ہے، کیونکہ عقل پر فضیلت کی بنیاد ہے اور ہر ادب کا سرچشمہ ہے عقل کو ہی اللہ تعالیٰ نے دین کے لیے اصل دنیا کے لیے سہارا بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے عقل کے کمال کے ساتھ تکلیف کو واجب کیا ہے اور عقل کے احکام کے ساتھ دنیا کی تدبیر بنائی ہے اور ایک عقل مند کوشش کرنے والوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ یہ معنی حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ ایک قوم کا خیال ہے کہ اولی الامر سے مراد حضرت علی اور ائمہ معصومین

1۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 659



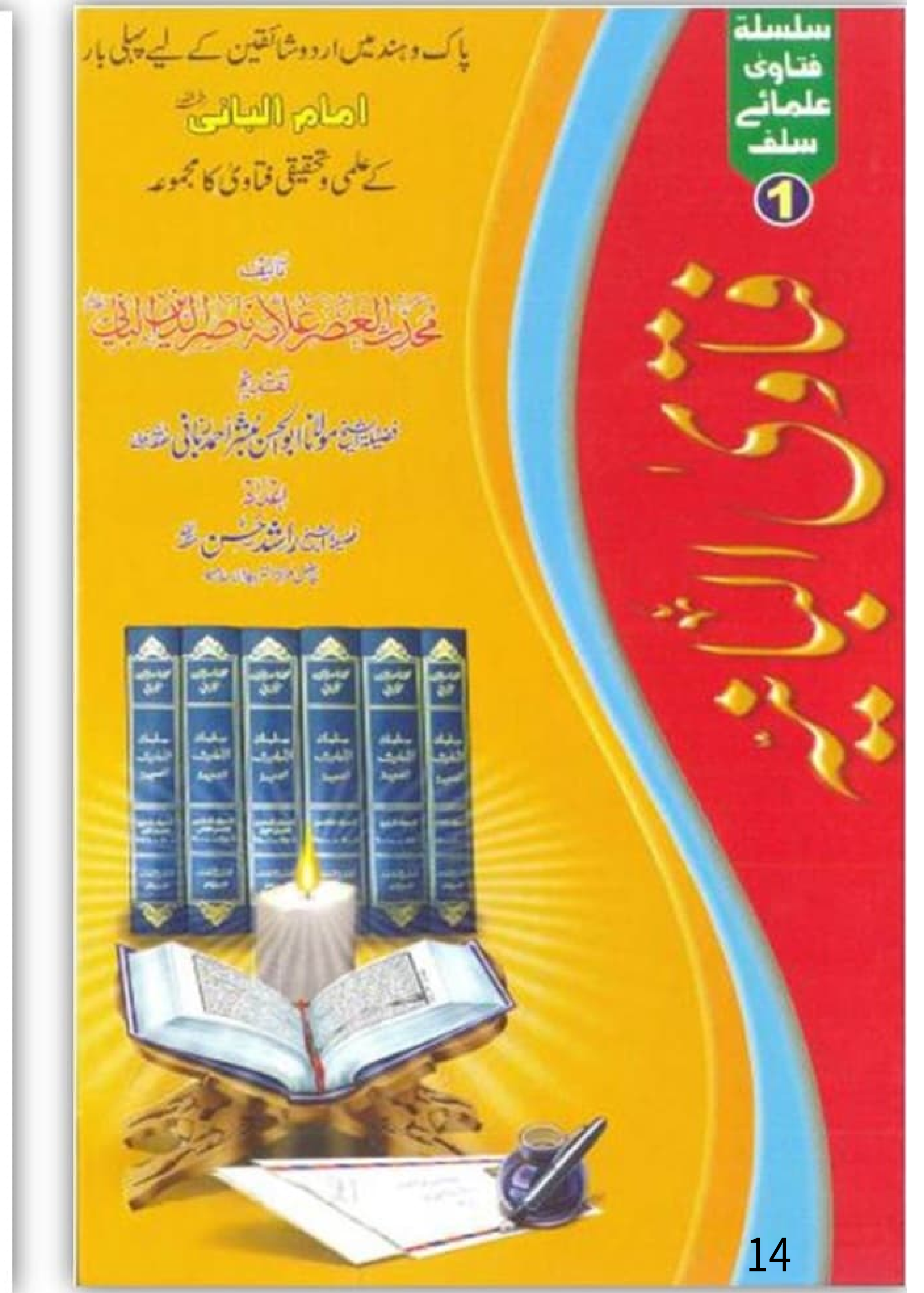
میں اور جو کوئی میرا پیروکار ہوگا۔"

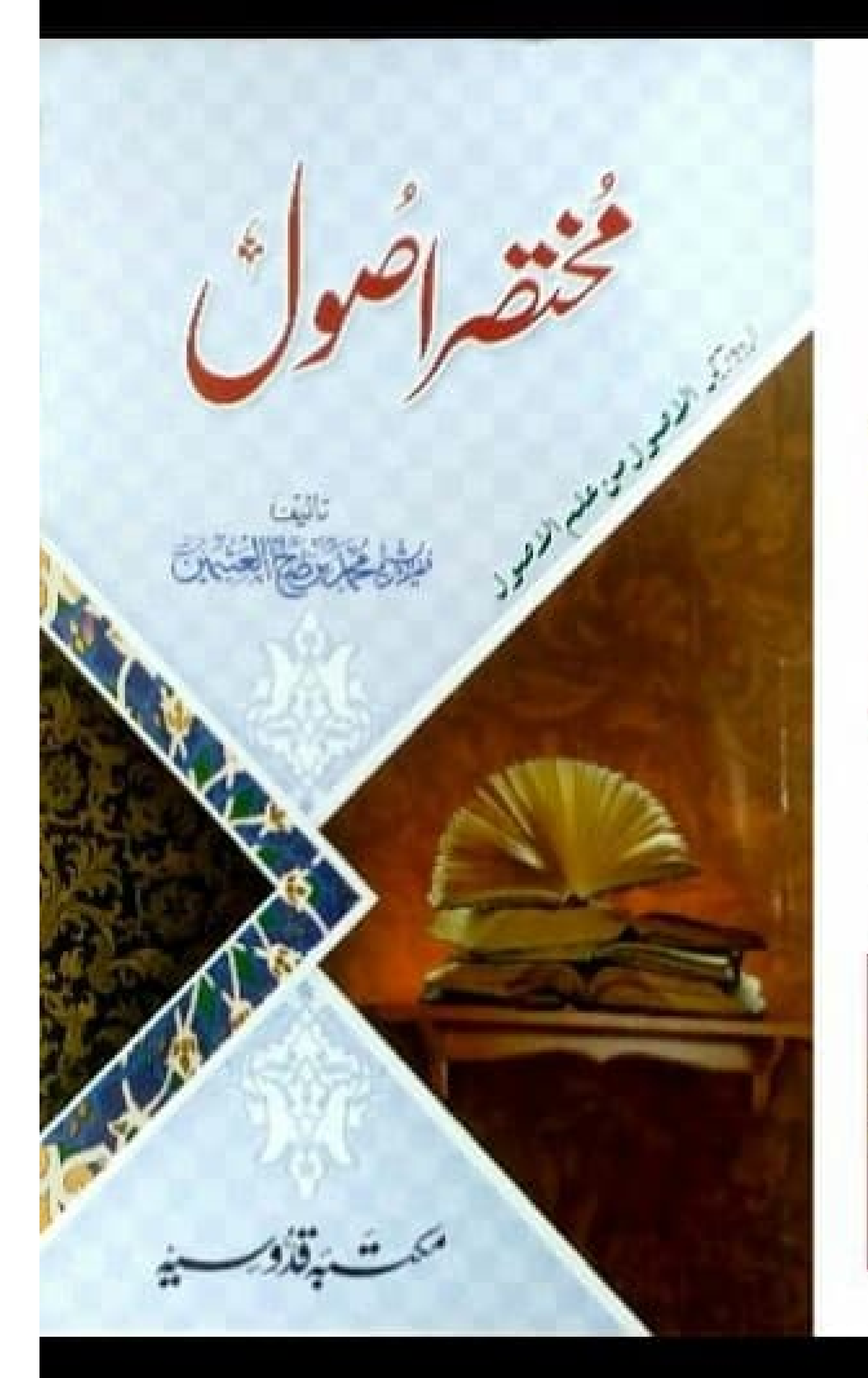
بلاشبہ تقلید علم نہیں ہے اور مقلد دلیل پر نہیں ہوتا۔ جس شخص کا دین ہی یہ ہو کہ وہ دوسرے کی تقلید کرے گا اور دلیل کے بغیر چلے گا، اس کا اسلام سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ تقلید کو اپنا دین سمجھے کہ جس طرح متاخرین میں سے بعض نے کسی ایک مولوی کی تقلید واجب کی۔ تو گویا اس نے بھی آئمہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید کو واجب کر دیا۔ ہم تقلید کے بارے میں وہی بات کہتے ہیں کہ جو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے قیاس کے بارے میں کہی۔ فرماتے ہیں کہ قیاس ایک ضرورت ہے۔ اس کی طرف اس وقت جائیں گے کہ جب دلیل کتاب وسنت اور اجماع سے نہ ملے۔

ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ تقلید کو دین بنانا جائز نہیں ہے لیکن یہ ایک اس شخص کی ضرورت ہے کہ عام مسلمان ہو اور احکام دلیل کے ساتھ مستنبط کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ کہ کتاب وسنت سے دلیل کی بنیاد پر مسائل اخذ کرے اور متبع سنت ہو جائے بصیرت کے اوپر۔ یہاں ہم ایک قاعدہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ضرورتیں ممنوعات کو بھی مباح بنا دیتی ہیں۔ اپنے سے زیادہ علم والے کی تقلید اس بندے کے لیے واجب ہے، البتہ اگر کوئی تقلید کو دین بنا ڈالے تو پہلی بات یہ ہے کہ اتباع کے مرتبہ سے پھر گیا۔ اتباع یہ ہے کہ کتاب وسنت سے مسئلہ کی دلیل معلوم ہو۔ بجائے اس کے کہ وہ اجتہاد کرے کیونکہ اجتہاد کا درجہ تو اس سے کہیں بلند ہے تو یہ اللہ کے دین میں جائز نہیں ہے۔ تقلید اور اتباع میں فرق یہی ہے کہ جو ایک بینا اور نابینا میں فرق ہے۔

سوال کیا اکثریت کو اجماع معتبر کہا جاتا ہے؟ [فتاویٰ الامارات: ۵۵]

جواب علماء اصول کے نزدیک اکثریت کو اجماع اعتبار نہیں کہا جاتا۔ اجماع کی بہت ساری تعریفات ہیں۔ کوئی اجماع امت کہتا ہے، کوئی علماء کے اجماع کو اجماع کہتا ہے اور کوئی صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کو معتبر سمجھتا ہے۔ اس بارے میں بہت طویل کلام





صحابی کی اتباع جب ہم کہیں کہ اس کی بات حجت ہے، خارج ہو گی، لہٰذا اس معنی سے کسی چیز کی اتباع کرنے کو تقلید نہیں کہیں گے، اس لیے کہ یہ دلیل کی اتباع کرنا ہے لیکن کبھی مجازاً اور وسعت کے اعتبار سے اسے تقلید کہا جاتا ہے۔

تقلید کی جگہیں:

تقلید دو جگہ ہوتی ہے:

اول: ... مقلد ایسا عامی آدمی ہو جو بذات خود حکم کو پہچاننے کی طاقت نہ رکھتا ہو، اس کا فرض تقلید ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَسْـَٔلُوٓا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النحل: ۴۳)

"پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو۔"

وہ اس کی تقلید کرے جس کو وہ علم اور تقویٰ کے لحاظ سے سب سے بہتر سمجھتا ہے۔ اگر اس کے نزدیک وہ شخص برابر ہوں تو اسے ان کے درمیان اختیار ہے۔

دوم: ... مجتہد کے لیے ایسا واقعہ پیش آئے جو فوری اظہار (فیصلہ) کا تقاضا کرے، اور اس کے بارے میں غور وفکر پر قادر نہ ہو تو اس صورت میں اس کے لیے تقلید جائز ہے، بعض نے تقلید کے جواز کے لیے شرط لگائی ہے کہ وہ مسئلہ ان اصول دین میں سے نہ ہو جن پر اعتقاد رکھنا واجب ہے، اس لیے کہ عقائد میں قطعی بات کا ہونا ضروری ہے، اور تقلید صرف ظن کا فائدہ دیتی ہے۔

راجح بات یہ ہے کہ بے شک یہ شرط نہیں ہے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ عام ہے:

﴿فَسْـَٔلُوٓا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النحل: ۴۳)

یہ آیت رسالت کے اثبات کے بیان میں ہے، اور وہ اصول دین میں سے ہے۔ اس لیے کہ عامی آدمی حق کو دلائل کے ساتھ پہچاننے کی طاقت نہیں رکھتا، تو جب بذات خود اس پر حق کو پہچاننا مشکل ہو جائے تو صرف تقلید ہی باقی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن: ۱۶)

علامہ خطیب بغدادیؒ غیر مجتہد عامی پر تقلید کا وجوب بیان کرنے کے بعد معتزلہ کے ایک قول کا رد کرتے لکھتے ہیں۔

بعض معتزلہ سے منقول ہے کہ ان کے نزدیک عامی کے لیے بھی عالم کے قول پر اس وقت تک عمل جائز نہیں جب تک اُسے حکم کی علّت کا علم نا ہو جائے پھر خطیبؒ لکھتے ہیں(وھذا غلط الخ) یہ مسلک بلکل غلط ہے۔اسلیے کہ عامی کے پاس حکم کی علّت معلوم کرنے کی اس کے سوا کوئی سبیل نہیں کہ وہ سالہا سال فقہ کی تعلیم حاصل کرے طویل مدت تک فقہاء کی صحبت میں رہے قیاس کے طریقوں کی پوری تحقیق کرے اور اس بات کا علم حاصل کرے کہ کونسا قیاس صحیح اور کونسا فاسد ہوتا ہے اور کس دلیل کو دوسری دلیل پر مقدّم رکھنا چاہیے، اور تمام لوگوں کو اس محنت کا مکلف کرنا تکلیف مالا یطاق ہے جس کی ان میں قدرت نہیں۔

اشفاق یوسفزئی

«لو غسل جسده ، وترك رأسه / حيث أصابه - يعني : الجرح -»(١). ١٣٠/ب

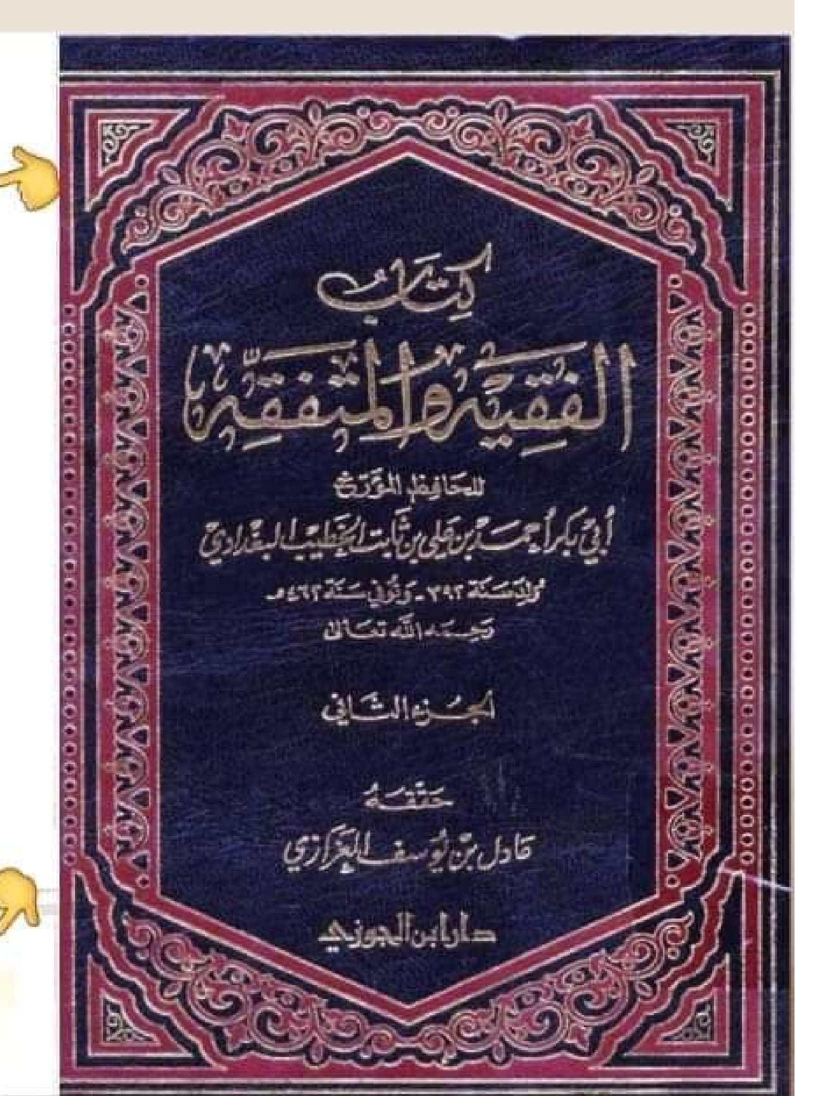
ولأنه ليس من أهل الاجتهاد فكان فرضه التقليد ، كتقليد الأعمى في القبلة ، فإنه لما لم(٢) يكن معه آلة الاجتهاد في القبلة ، كان عليه تقليد البصير فيها .

وحكي عن بعض المعتزلة ، أنه قال : لا يجوز للعامي العمل بقول العالم حتى يعرف علة الحكم ، وإذا سأل العالم فإنما يسأله أن يعرفه طريق الحكم ، فإذا عرفه وقف عليه وعمل به .

وهذا غلط ، لأنه لا سبيل للعامي إلى الوقوف على ذلك ، إلا بعد

(١) رجاله ثقات والحديث حسن :

١٣٤



أن يتفقه سنين كثيرة ، ويخالط الفقهاء المدة الطويلة ، ويتحقق طرق القياس ، ويعلم ما يصححه ويفسده وما يجب تقديمه على غيره من الأدلة ، وفي تكليف العامة بذلك(١) تكليف مالا يطيقونه ، ولا سبيل لهم إليه .



امام برہان الدین ابراہیمؒ بن علی المالکیؒ الدیباج لمذاہب میں فرماتے ہیں۔

کہ شام اور جزیرہ اندلس میں حضرت امام اوزاعیؒ کا مذہب غالب تھا اور دو صدیوں کے بعد ان کا مذہب ختم ہوگیا،اور وہاں امام مالکؒ کا مذہب غالب ہو گیا اور امام حسن بصریؒ اور امام سفیان ثوریؒ کے پیروکار زیادہ نا تھے اور نہ ان کی تقلید کا زمانہ لمبا تھا بلکہ جلدی ہی انکا مذہب ختم ہو گیا باقی رہے امام طبریؒ اور امام ابو ثورؒ کے مقلد تو یہ بھی زیادہ نا تھے اور نہ ان کی تقلید کا زمانہ لمبا تھا اور امام ثورؒ کے مقلد تیسری صدی کے بعد اور امام طبریؒ کے پیروکار چوتھی صدی کے بعد ختم ہوگئے اور امام داود ظاہریؒ کے اتباع زیادہ تھے اور بغداد و فارس کے شہروں میں انکا مذہب پھیلا اور افریقہ اور اندلس میں کچھ تھوڑے سے لوگ بھی انکے مسلک پر تھے اور اب وہاں بھی یہ مذہب کمزور ہوگیا ہے،پس یہ وہ حضرات آئمہ کرام ہیں کہ باوجود ان کی شخصیتوں میں اختلاف کے لوگوں کا ان کی تقلید پر اب اجماع ہے اور سب علماء کا اتفاق ہے کہ ان کی پیروی اور ان کے مذہب کی اقتداء کی جائے اور ان کی کتابیں پڑھی پڑھائی جائیں اور ان کے دلائل پر فقہ کی بنیاد رکھی جائے اور ان کے قواعد کو مبنٰی قرار دیا جائے اور صرف انہیں کے اصول پر تعریفات کی جائیں نہ کہ دوسروں کے اصول پر دوسرے خواہ ان سے پہلے ہوں یا ان کے معاصر ہوں،اُن اسباب کی وجہ سے جن کا ذکر ہم نے کر دیا ہے اور اب تو تمام اطراف عالم میں پانچ ہی مذہب ہیں مالکی، حنبلی،شافعی، حنفی اور داودی جو ظاہری مشہور ہیں۔

اشفاق یوسفزئی

وغلب مذهب الأوزاعي ـ رحمه الله ـ على الشام وعلى جزيرة الأندلس إلى أن غلب عليها مذهب مالك بعد المائتين فانقطع منها وأما مذهب الحسن والثوري فلم يكثر أتباعهما، ولم تطُل تقليدهما، وانقطع مذهبهما عن قريب.

وأما الشافعي ـ رحمه الله ـ فكثر أتباعه، وظهر مذهبه ظُهورَ مذهبي مالك وأبي حنيفة قبله وكان أوَّل ظهوره بمصر، وكثر أصحابه بها مع المالكية، ثم بالعراق وبغداد، وغلب عليها وعلى كثير من بلاد خُراسان، والشام، واليمن، إلى وقتنا هذا، ودخل ما وراء النهر، وبلاد فارس، ودخل شيء منه أفريقية والأندلس بأخرة بعد الثلاثمائة.

وأما مذهب أحمد بن حنبل رحمه الله فظهر ببغداد، ثم انتشر بكثير من بلاد الشام، وغيرها، وضَعُف الآن.

وأما أصحاب الطبري وأبي ثور فلم يكثروا ولا طالت مدتهم. وانقطع أتباع أبي ثور بعد ثلاثمائة وأتباع الطبري بعد أربعمائة.

وأما داود فكثر أتباعه، وانتشر ببلاد بغداد وبلاد فارس مذهبه، وقال به قوم قليل بأفريقية والأندلس وضَعُف الآن.

فهؤلاء الذين وقع إجماع الناس على تقليدهم، مع الاختلاف في أعيانهم واتفاق العلماء على اتباعهم، والاقتداء بمذاهبهم، ودَرْس كتبهم، والتفقه على مآخذهم، والبناء على قواعدهم، والتفريع على أصولهم، دون غيرهم ممن تقدمهم أو عاصرهم؛ للعلل التي ذكرناها.

وصار الناس اليوم في أقطار الأرض على خمسة مذاهب: مالكية، وحنبلية، وشافعية، وحنفية، وداودية، وهم المعروفون بالظاهرية.

فحقٌّ على طالب العلم، ومريد تعرّف الصواب والحق، أن، يعرف أولاهم بالتقليد؛ ليعتمد على مذهبه ويسلك في التفقه سبيله.

وها نحن نُبيّن أن مالكاً هو ذلك، لجمعه أدوات الإمامة، وتحصيله درجة الاجتهاد، وكونه أطبق[1] أهل وقته على شهادتهم له بذلك وتقديمه، وهو القدوة، والناس إذ ذاك ناس، والزمان زمان ثم للأثر الوارد في عالم المدينة التي هي داره ثم لموافقة أحواله الحال الذي أخبر في الحديث عنه وتأويل السلف الصالح أنه المراد به. ولنفصل الكلام في ذلك في فصلين:

الفصل الأول:

معتمده النقل وفيه: ترجيحان: **الترجيح الأول:** وهو الأثر المشهور الصحيح المروي عن

(١) في المدارك: «وكونه أعلم القوم بل أهل زمانه وإطباق أهل وقته على شهاداتهم له بذلك وتقديمه».

الدِّيبَاجُ المُذْهَبُ
فِي مَعْرِفَةِ أَعْيَانِ عُلَمَاءِ المَذْهَبِ

تأليف

الإمام القاضي إبراهيم بن نور الدين

المعروف بابن فرحون المالكي

المتوفى سنة ٧٩٩ هـ

دراسة وتحقيق

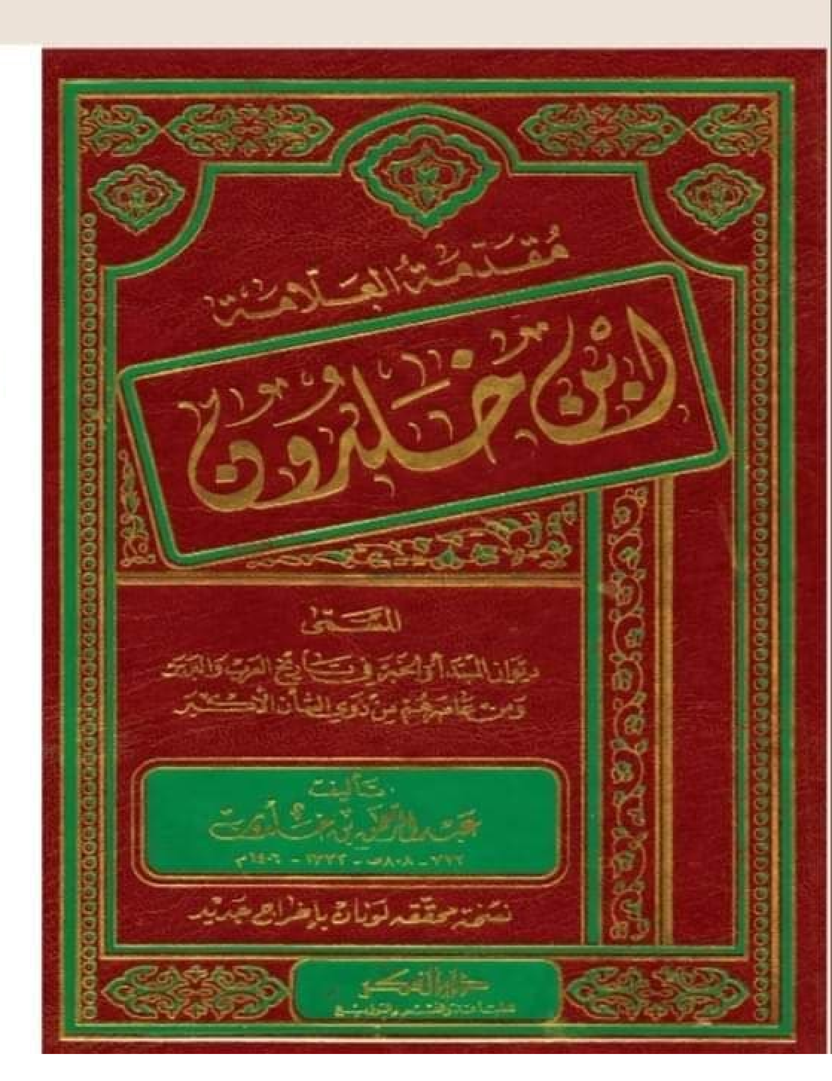
مأمون بن محيي الدين الجنان



علامہ ابن خلدونؒ تقلید شخصی کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

اور تمام شہروں میں تقلید ان ائمہ اربعہ میں محصور ہو گئی دوسرے ائمہ کے مقلدین ختم ہو گئے اور لوگوں نے اختلاف کا دروازہ بند کر دیا جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ علوم کی اصطلاحات پیچیدہ ہو کر پھیل گئی تھیں اور اس کی وجہ سے اجتہاد کے مرتبے تک پہنچنا سخت مشکل ہو گیا تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اس بات کا اندیشہ تھا کہ اجتہاد نااہلوں کے قبضہ میں نا چلا جائے اور ایسے لوگ اسے استعمال نہ کرنے لگیں جن کی رائے اور دین پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا لہذا علماء نے اجتہاد سے عجز کا اعلان کر دیا اور لوگوں کو ان آئمہ اربعہ کی تقلید شخصی کی طرف لوٹا دیا، اور اس بات کو ممنوع کر دیا کہ ان آئمہ کی بدل بدل کر تقلید کی جائے(یعنی کبھی ایک امام کی اور کبھی دوسرے امام کی) کیونکہ یہ طریقہ دین کے کھلونا بن جانے کا سبب ہو جاتا ہے۔

اشفاق یوسفزئی

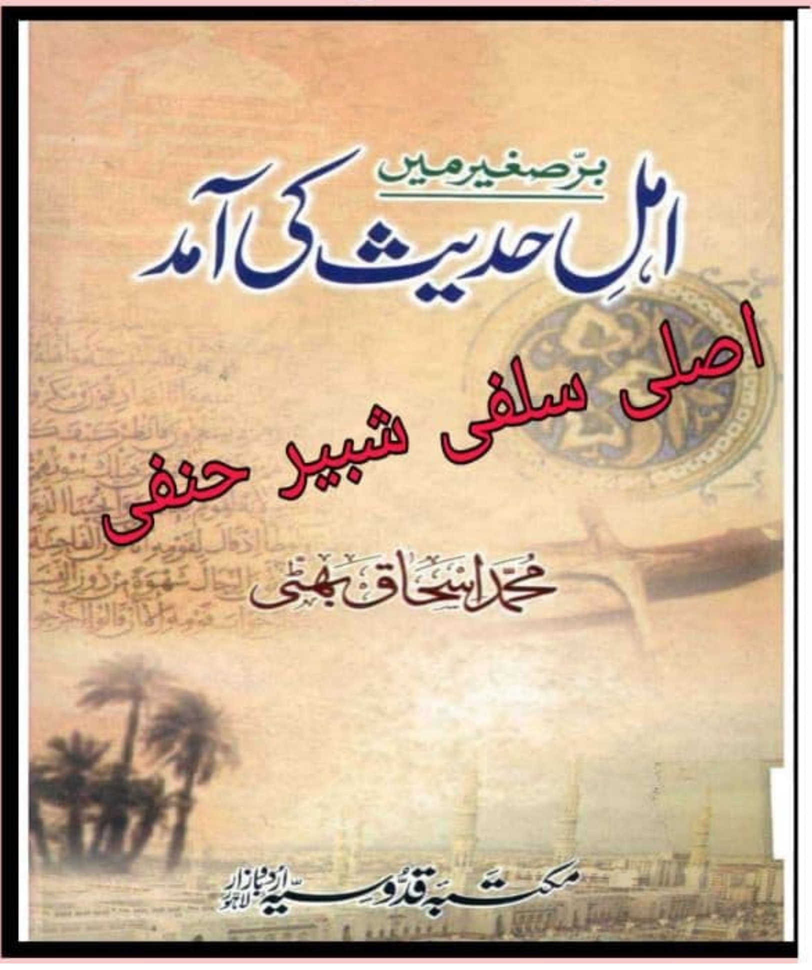


٤٣٠ الباب السادس من الكتاب الأول في العلوم وأصنافها والتعليم وطرقه وسائر وجوهه وما يعرض في ذلك كله من الأحوال 430

المُطَّلبيُّ الشافعيُّ - رحمهما الله تعالى - رحلَ إلى العراق من بعد مالكٍ ولَقِيَ أصحابَ الإمام أبي حنيفة وأخذ عنهم، ومزج طريقة أهلِ الحجاز بطريقة أهلِ العراق، واختصَّ بمذهبٍ. وخالفَ مالكاً - رحمه الله تعالى - في كثيرٍ من مذهبه. وجاء من بعدهما أحمدُ بنُ حنبلٍ - رحمه الله - وكان من علّيةِ المحدِّثين. وقرأ أصحابُهُ على أصحاب الإمام أبي حنيفة مع وفور بضاعتهم من الحديث، فاختصُّوا بمذهبٍ آخر. ووقفَ التقليدُ في الأمصارِ عند هؤلاء الأربعة، ودرس المقلِّدون لمن سواهم. وسدَّ الناسُ بابَ الخلاف وطرقَهُ لمّا كثُر تشعُّبُ الاصطلاحات في العُلوم. ولما عاق عن الوصول إلى رتبة الاجتهاد، ولما خُشي من إسناد ذلك إلى غيرِ أهله، ومَن لا يوثَقُ برأيه ولا بدينه، فصرَّحوا بالعجزِ والإعواز، وردّوا الناسَ إلى تقليد هؤلاء، كلٌّ من اختصَّ به من المقلِّدين. وحظروا أن يُتداول تقليدُهم لما فيه من التلاعب، ولم يبقَ إلاّ نقلُ مذاهبهم. وعملُ كلِّ مقلِّدٍ بمذهبِ من قلَّدَهُ منهم بعد تصحيح الأصولِ واتصالِ سندها بالرواية، لا محصولَ اليومَ للفقه غيرُ هذا. ومدَّعي الاجتهاد لهذا العهد مردودٌ منكوصٌ على عقبه مهجورٌ تقليدُهُ. وقد صار أهلُ الإسلام اليوم على تقليد هؤلاء الأئمة الأربعة. فأمّا أحمدُ بنُ حنبلٍ، فمقلِّدوهُ قليلٌ لبُعد مذهبه عن الاجتهاد وأصالته في معاضدة الرواية، وللأخبار بعضها ببعضٍ. وأكثرُهُمْ بالشام والعراق من بغداد ونواحيها، وهم أكثرُ الناس حفظاً للسُّنّة ورواية الحديث وميلاً بالاستنباط إليه عن القياس ما أمكن، وكان لهم ببغداد صولة وكثرة، حتى كانوا يتواقعون مع الشيعة في نواحيها. وعظمت الفتنة من أجل ذلك، ثم انقطع ذلك عند استيلاء التتر عليها. ولم يراجع وصارت كثرتهم بالشام.

وأما أبو حنيفة فقلَّدَهُ اليومَ أهلُ العراق ومُسْلمةُ الهند والصين، وما وراء النهر وبلادُ العجم كلُّها. ولما كان مذهبُهُ أخصَّ بالعراق ودار السلام، وكان تلميذُهُ صحابة الخلفاء من بني العبّاس، فكثرت تآليفُهم ومناظراتُهُمْ مع الشافعيّة وحسُنَتْ مباحثُهم في الخلافيّات، وجاؤوا منها بعلمٍ مستطرفٍ وأنظارٍ غريبةٍ وهي بين أيدي الناس. وبالمغرب منها شيءٌ قليلٌ نقلَهُ إليه القاضي ابنُ العربيّ وأبو الوليد الباجيُّ في رحلتهما. وأمّا الشافعيُّ فمقلِّدوهُ بمصرَ أكثرُ مما سواها، وقد كان انتشرَ مذهبُهُ بالعراق وخُراسانَ وما وراء النهر، وقاسموا الحنفيّةَ في الفتوى والتدريس في جميع الأمصار. وعظُمَتْ مجالسُ المناظرات بينهم وشُحنتْ كتبُ الخلافيّات بأنواع استدلالاتهم. ثم دَرَسَ ذلك كلُّهُ بدروسِ المشرق وأقطاره. وكان الإمامُ محمدُ بنُ إدريسَ الشافعيُّ لما نزلَ على بني عبد الحكم بمصرَ، أخذ عنه جماعةٌ منهم. وكان من تلميذه بها: البويطيُّ والمزنيُّ وغيرهم، وكان بها من المالكية جماعة من بني عبد الحكم وأشهبُ وابنُ القاسم وابنُ الموّازِ وغيرُهُم. ثم الحارثُ بنُ مسكينٍ وبنوه، ثم القاضي أبو إسحاق بن شعبان وأولاده. ثم انقرضَ فقهُ أهلِ السُّنّة والجماعة من مصرَ بظهورِ دولة الرافضة، وتداولَ بها فقه





یہ فلاں شخص کا فرمان ہے' جب کہ اس کی صحت کی بنیاد کوئی دلیل نہ ہو۔)

ان تمام اقوال سے یہ بات مترشح ہوئی کہ تقلید اس اطاعت واقتدا کو کہا جاتا ہے جو بلا دلیل و برہان کسی بزرگ یا امام کی کی جائے۔ انسانوں میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واقتدا ہی کسی دلیل اور حجت کے بغیر کی جاسکتی ہے۔ یہ کہنا قطعاً قرین صواب نہیں کہ چوں کہ فلاں امام اور عالم عظیم شخصیت کے مالک ہیں' بہت پڑھے لکھے ہیں اور کوئی مسئلہ ان کی نظر سے اوجھل نہیں ہے' اس لیے وہ جو کچھ فرمائیں' اسے بلا کسی دلیل کے تسلیم کر لینا چاہیے۔

کوئی شخص ایسا نہیں جو تمام علوم پر حاوی ہو اور شرعی اعتبار سے پیش آنے والے ہر مسئلے پر اس کی نگاہ ہو۔ مسائل شرعی میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو حجت مانا جائے گا اور آپؐ کے ارشادات ہی کو لائق اطاعت گردانا جائے گا۔ آپ کے اقوال و ارشادات کے مقابلے میں کسی امام اور بزرگ کی بات کو ترجیح نہیں دی جائے گی۔ یہ محض خوش فہمی اور حسن ظن ہے کہ فلاں شخص تمام مسائل پر عبور رکھتا ہے۔ یہ بات ہرگز لائق تسلیم نہیں۔ عین ممکن ہے بعض مسائل اس کے ذہن کی گرفت اور علم کی حدود میں نہ ہوں' اس لیے مسائل کا خود بھی کھوج لگانا چاہیے۔ تحقیق و تفحص انسان کی فطرت میں داخل ہے' کتاب وسنت کے دائرے میں رہتے ہوئے اس سے بہر صورت کام لینا ضروری ہے۔ اپنے آپ کو جمود و تعطل کے سپرد کر دینا علم کی غربت اور تحقیق کے افلاس کی علامت ہے۔

کسی ایک ہی دائرے میں محدود ہو جانا اور سمٹ جانا حق کی فطرت کے خلاف ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ حق فلاں نقطہ فکر کی چار دیواری کے اندر بند ہے' اس سے باہر کی دنیا حق سے محروم ہے' وہ غلط فہمی میں مبتلا ہے اور حق کا مذاق اڑاتا ہے۔

یہاں ہم استاد محترم حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ سے چند سطور مستعار لیتے ہیں۔ وہ ''تقلید کا لفظ کب استعمال ہوا؟'' کے عنوان کے تحت رقم فرماتے ہیں۔

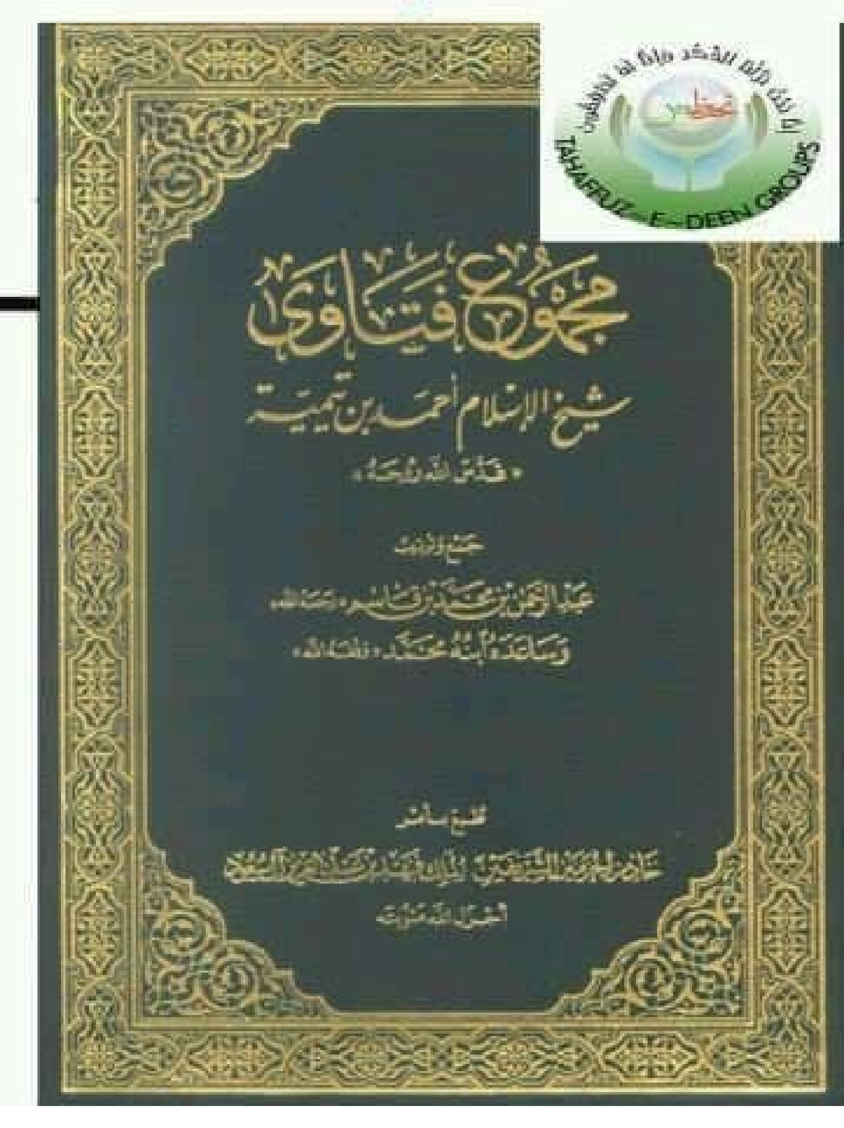
''سنن دارمی' عقد الجید' حجۃ اللہ البالغۃ' دراسات اللبیب' میزان شعرانی' بیان العلم وفضلہ ابن عبدالبر وغیرہ کتابوں سے پتا چلتا ہے کہ اس کا یہ استعمال جو

جو شخص اجتہاد سے عاجز شخص ہو اس پر تقلید کرنا جائز ہے- ابن تیمیہ رح

والذي عليه جماهير الأمة أن الاجتهاد جائز فى الجملة ؛ والتقليد

٢٠٣

جائز فى الجملة . لا يوجبون الاجتهاد على كل أحد ويحرمون التقليد .
ولا يوجبون التقليد على كل أحد ويحرمون الاجتهاد ، وأن الاجتهاد
جائز للقادر على الاجتهاد ، والتقليد جائز للعاجز عن الاجتهاد . فأما
القادر على الاجتهاد فهل يجوز له التقليد ؟ هذا فيه خلاف ، والصحيح
أنه يجوز حيث عجز عن الاجتهاد : إما لتكافؤ الأدلة ، وإما لضيق
الوقت عن الاجتهاد ، وإما لعدم ظهور دليل له ؛ فإنه حيث عجز سقط
عنه وجوب ما عجز عنه وانتقل إلى بدله وهو التقليد ، كما لو عجز عن
الطهارة بالماء .



AALIM KE LIYE APNE SE BADE AALIM KI TAQLEED KERNA JAYEZ HEY

Imam Muhammad bin Hasan Shaybani se marwi hey : Aalim ke liye apne se zyada ilm rakhne waale shaks ki taqleed kerna jayez hey, aur apne hum-misl ki taqleed kerna naa-jayez hey (Al Fiqa Wal Muttafaqa lil Khateeb Baghdadi 2/137)

«إذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ العَمَلَ الذي قد اخْتُلِفَ فيه وأنْتَ تَرَى غَيْرَهُ فلا تَنْهَهُ»(١).

ورُوِيَ عن محمد بن الحسن الشيباني ، أنَّهُ قال :

«يجوزُ لِلعَالِمِ تَقْليدُ مَنْ هو أعْلَمُ مِنْهُ ولا يجوزُ لَهُ تَقْليدُ مِثْلِه» .

والدَّليل على أنَّهُ لا يَجُوزُ لَهُ التَّقْليدُ أصْلاً مع اتِّساعِ الوَقْتِ :أنَّ مَعَهُ آلَةً يُتَوَصَّلُ بها إلى الحُكْمِ المَطْلُوبِ ، فلا يجوزُ لَهُ تَقْليدُ غَيْرِه ، كما قُلْنَا في العَقْلِيَّات .

● وأمَّا إذا كان الوقتُ قَدْ ضَاقَ ، وخَشِيَ فواتَ العِبَادَةِ إنِ اشْتَغَلَ بالاجْتِهَادِ ، ففي ذلكَ وَجْهَانِ :

أحدُهما : يجوزُ لَهُ أنْ يُقَلِّدَ .

والوجهُ الثاني : أنَّهُ لا يجوزُ ، لأنَّ مَعَهُ آلَةَ الاجتهادِ ، فأشْبَهَ إذا كان الوَقْتُ وَاسِعًا ، وقِيلَ ، هذا أصَحّ الوَجْهَيْنِ ، والله أعلم .

٧٦٢- أنا محمد بن أحمد بن عمر الصابُوني ، أنا أبو سُلَيمان : محمد بن الحسين بن علي الحَرَّاني ، أنا أحمد بن علي بن الحسن بن شُعيب المدائني ، قال : قال المزني :

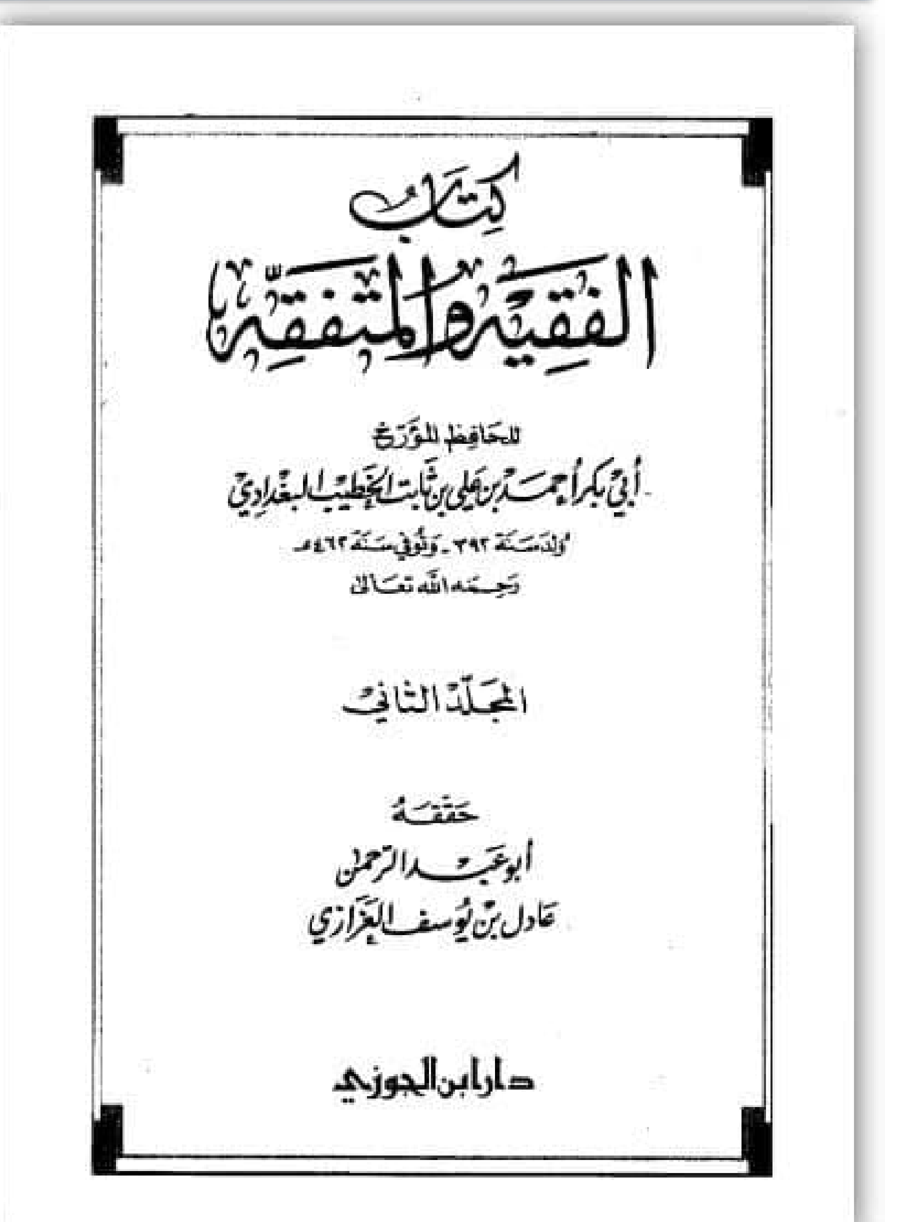
«ويُقَالُ لِمَنْ حكَمَ بالتَّقْليد : هل لَكَ فيما حكَمْتَ مِنْ حُجَّةٍ ؟ ، فإنْ قالَ : نَعَمْ ، أبْطَلَ التَّقْليدَ ؛ لأنَّ الحُجَّةَ أوْجَبَتْ ذلكَ عِنْدَهُ ، لا

(١) إسناده ضعيف (حسن لغيره):

وعلته أبو هشام الرفاعي ، تقدمت ترجمته انظر (٧٥٥) كما أن حفص بن غياث تغير بآخرة ، ويقوى الأثر بما قبله .

والأثر رواه أبو نعيم في « الحلية » (٦/ ٣٦٨) من طريق أحمد بن علي الأبار بهذا الإسناد .

١٣٦



تقلید کے بارے میں علامہ سیوطیؒ (وفات ۹۱۱ھ) کا فیصلہ

شرح

الكوكب الساطع

نظم - جمع الجوامع -

للشيخ جلال الدين السيوطي

المتوفى سنة ٩١١ هـ

الجزء الثاني

تحقيق

الأستاذ الدكتور

محمد إبراهيم الحفناوي

أستاذ ورئيس قسم أصول الفقه

كلية الشريعة والقانون بطنطا

ص : الحدُّ للتقليدِ أخذُ القولِ مِنْ ∴ حيثُ دليلُه عليه ما زُكِنْ
وَلازِمٌ لغيرِ ذي اجتهاد ∴ وقيلَ إنْ بانَ انتفا الفساد
وقيل ما لعالمٍ إن قلّدا ∴ ولو يكونُ لم يَصِرْ مجتهدا
قيل ولا العاميُّ والمجتهدُ ∴ إنْ يجتهد وظنَّ لا يقلد
كذاك إن لم يجتهدْ على الأصحّ ∴ ثالثُها الجوازُ للقاضي وَضَحْ
وقيل للضيق وقيل إنْ يرى ∴ أعلى وقيل في الذي له جَرَى

ش : التقليد : أخْذُ قولِ الغير من غير معرفة دليله (١) .

والمراد بأخذ القول : تلقيه بالاعتقاد عمل به أم لا .

وخرج به أخذ غير القول من الفعل ، والتقرير عليه فليس بتقليد .

وبما بعده (٢) أخذ القول مع معرفة دليله فهو اجتهاد وافق اجتهاد القائل .

ثم الناس مجتهد وغيره .

فغير المجتهد يلزمه التقليد مطلقا عامياً كان أو عالماً لقوله تعالى ﴿ فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون ﴾ (٣) .

وقيل : إن كان عالماً لم يبلغ رتبة الاجتهاد إذا اشترط فيه أن يتبين له صحة اجتهاد من يقلده بأن يتبين مستنده ليسلم من لزوم اتباعه في الخطأ .

وقيل : لا يجوز التقليد لعالم وإن لم يبلغ رتبة الاجتهاد لأن له صلاحية أخذ الحكم من الدليل بخلاف العامي .

- ٤١٥ -

وقيل : لا يجوز التقليد للعامي أيضا .

وعليه معتزلة بغداد .

فأوجبوا عليه الوقوف على طريق الحكم وقالوا إنما يرجع إلى العالم لتنبيهه على أصولها .

پس غیرِ مجتهد کے لئے مطلقاً تقلید لازم ہے عامی ہو یا عالم۔ اللہ تعالیٰ کے قول ''فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون'' کی وجہ سے۔ اور کہا گیا ہے کہ عامی کے لئے بھی تقلید جائز نہیں ہے۔ اس پر بغداد کے معتزلہ (ایک گمراہ فرقہ) ہیں۔ پس انہوں نے اس (عامی) پر حکم کے طریق (یعنی دلیل) کے جاننے کو واجب قرار دیا اور انہوں نے کہا کہ عالم کی طرف رجوع اس کے اصول پر متنبہ کرنے کے لئے ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ احکام میں عوام پر مجتہدین کی تقلید واجب ہے

فلذلك قال الآخر: ترتيب معلومين فقيل له: إن النظر قد لا يتحصل منه إلا الحد الناقص وهو ذكر الفصل وحده أو الرسم الناقص وهو الخاصة وحدها ومع الوحدة لا ترتيب فقيد الترتيب لا يسوغ أصلاً لتوقفه على التعدد، فلذلك لم يصح إلا الثلاثة: **الأول**: لعدم اشتراط الترتيب فيها والتعدد، مثال المقدمة السالبة والموجبة: كل إنسان حيوان ولا شيء من الحيوان بجماد فلا شيء من الإنسان بجماد. ومثال الجزئية والكلية: بعض الحيوان إنسان وكل إنسان ناطق فبعض الحيوان ناطق. ومثال المظنونة والقطعية: في البيت عصفور عملاً بإخبار زيد وهذه ظنية، وكل عصفور حيوان، وهذه قطعية، ففي الدار حيوان ظناً لا قطعاً. والضابط في الإنتاج أبداً أنك تحذف المكرر وتحكم بالثاني على الأول كما تقدم في المثل السابقة، والسبب في كون النتيجة تتبع أخس المقدمات أن تلك المقدمة القوية متوقفة على تلك الخسيسة ولا تستقل بنفسها فلذلك صارت مع قوتها كالضعيفة.

الفصل الثاني
في حكمه

مذهب مالك وجمهور العلماء رضي الله عنهم وجوبه وإبطال التقليد لقوله تعالى: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ [محمد: ١٩].

وقد استثنى مالك رحمه الله من ذلك أربع عشرة صورة لأجل الضرورة. الأولى: قال ابن القصار قال مالك: يجب على العوام تقليد المجتهدين في الأحكام كما يجب على المجتهدين الاجتهاد في أعيان الأدلة وهو قول جمهور العلماء خلافاً لمعتزلة بغداد، وقال الجبائي: يجوز في مسائل الاجتهاد فقط.

قال إمام الحرمين في الشامل: لم يقل بالتقليد في الأصول إلا الحنابلة، وقال الأستاذ أبو إسحق: من اعتقد ما يجب عليه من عقيدة دينه بغير دليل لا يستحق بذلك اسم الإيمان ولا دخول الجنة والخلوص من الخلود في النيران ولم يخالف في ذلك إلا أهل الظاهر. حجة الجمهور قوله تعالى: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ [محمد: ١٩] أمر بالعلم دون التقليد وقوله



تأليف
الإمام شهاب الدين أبو العباس أحمد بن إدريس
القرافي
المتوفى ٦٨٤هـ

طبعة جديدة منقحة مصححة

باعتناء
مكتب البحوث والدراسات
في
دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین حنفی بھی کہلاتے تھے

حضرت شیخنا وشیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسینؒ صاحب شمس العلماء دہلوی بھی ایسے ہی تھے کہ وہ اہلحدیث کے سردار بھی تھے اور حنفی بھی کہلاتے۔ اور حنفی مذہب کی کتب متون وشروح اور فتاوی پر فتوی دیتے۔ ان ہی کی یہ روش ایک مدت مشاہدہ کر کے...... خاکسار خود بھی اولاً حدیث پر عمل کرتا ہے اور اس کے مطابق فتوی دیتا ہے۔ پھر جس مسئلہ میں حدیث صحیح صریح نہ ملے اور اجتہاد کی ضرورت پڑے تو وہاں امام ابوحنیفہؒ کے اصول وفروع مذہب پر عمل واستدلال کرتا ہے۔

مذہب اہل حدیث، مذاہب اربعہ مشہورہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) وغیرہ کی طرح مدون نہیں۔ بس ایک رسالہ درر بہیہ اور اس کی شرح ذراری مضیہ قاضی محمد بن علی شوکانیؒ کی تالیف ہے۔ ان میں کمی بیشی کر کے نواب صاحب بھوپال نے ہندی میں 'فقہ مغیث' اور عربی میں روضہ ندیہ نام رکھ کر چھپوایا ہے۔ لیکن جیسا کہ فقہ حنفی وغیرہ میں رسم المفتی لکھی گئی ہے چنانچہ درمختار اور اسکے حواشی میں مرقوم ہے، اس مذہب اہلحدیث کی رسم المفتی کوئی نہیں لکھی گئی۔ لہذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی شخص کے قول کو مذہب اہل حدیث کے موافق یا مخالف ٹھہرانے کی کیا صورت ہوگی، اور اس موافقت یا مخالفت کی کسوٹی کیا ہوگی؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اہل حدیث کا مذہب، حدیث صحیح ہے، جس کو اکابر مجتہدین نے اذا صح الحدیث فھو مذھبی کہہ کر اپنا مذہب بتایا ہے۔ خواہ وہ حدیث متعلق احکام ہو، خواہ متعلق اعتقاد، قصص واخبار ماضیہ کے متعلق ہو، خواہ متعلق واقعات آئندہ دنیاویہ، برزخیہ، حشریہ، اخرویہ۔



حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد فقہ اور دین والے لوگ ہیں

422۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنْبَرِيّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَنْبَأَ وَكِيْعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ قَالَ أُولِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ

هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ لَهُ شَاهِدٌ وَتَفْسِيْرُ الصَّحَابِيِّ عِنْدَهُمَا مُسْنَدٌ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اس آیت اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (النساء: ۵۹) (اولی الامر کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اولی الامر سے یہاں پر مراد) علماء ہیں۔

❖ یہ حدیث صحیح ہے اس کی ذیل میں شاہد حدیث بھی موجود ہے، اور ویسے بھی شیخین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک صحابی کی تفسیر معتبر ہے۔ (شاہد حدیث درج ذیل ہے)

423۔ أَخْبَرَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ الْعَنْبَرِيّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيْدٍ الدَّارِمِيّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ يَعْنِيْ أَهْلَ الْفِقْهِ وَالدِّيْنِ وَأَهْلَ طَاعَةِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ مَعَالِيَ دِيْنِهِمْ وَيَأْمُرُوْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ فَأَوْجَبَ اللّٰهُ طَاعَتَهُمْ وَهٰذِهِ أَحَادِيْثُ نَاطِقَةٌ بِمَا يَلْزَمُ الْعُلَمَاءَ مِنَ التَّوَاضُعِ لِمَنْ يُعَلِّمُوْنَهُمْ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے

فرماتے ہیں (کہ اولی الامر سے یہاں پر مراد) فقہ اور دین والے لوگ ہیں (یعنی علماء ہیں) اور اللہ تعالیٰ کے وہ اطاعت گزار بندے ہیں جو لوگوں کو دین کے معاملات سکھاتے ہیں، انہیں نیکی کی ترغیب دلاتے اور برائی سے منع کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت واجب کردی ہے۔

المستدرک

علی الصحیحین

(1)

للامام الحافظ أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري

ترجمہ

الشيخ الحافظ أبي الفضل محمد شفيق الرحمن القادري الرضوي





فتاوی ثنائیہ

www.KitaboSunnat.com

جس میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے
۴۴ سالہ فتاویٰ کو فقہی ترتیب کے ساتھ اس طرح مرتب کر دیا گیا ہے
کہ عبادات و معاملات کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا

محشی بحواشی شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی

جلد اول

مرتبہ

حضرت مولانا محمد داؤد صاحب راز

ناشر

ادارہ ترجمان السنۃ ۷ ایبک روڈ، لاہور

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری

فتاوی ثنائیہ

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ

مولانا محمد داؤد صاحب راز

ادارہ ترجمان السنۃ

لاہور

فتاوی ثنائیہ جلد اول ۷۳۴ باب اول عقائد و مہمات دین

کیا آپ کا مقلد اچھا ہے یا ائمہ اربعہ کا؟

میرے خیال میں ائمہ اربعہ کا مقلد آپ کے مقلد سے اچھا ہے۔ کیونکہ وہ عالم بے بدل فاضل اجل تھے۔ اُن کے علم میں اور تقوی میں کسی کو کلام نہیں انھوں نے اپنی زندگیاں فی سبیل اللہ خرچ کر دیں۔ اور اپنے مرشد کامل و پیر اکمل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے فقہ تدوین کی اور نہایت جانفشانی و دیانتداری اور ہر طرح کی مصیبت جھیلنے سے ہر ایک مسئلہ کی بال کی کھال نکالی اور کتابیں تصنیف کیں۔ تاکہ عامہ مسلمین ان کی تصنیفات سے مستفید ہو دیں۔ اور جو کچھ کیا۔ فی سبیل اللہ کیا اور آپ بھی ان ہی بزرگوں کے خوشہ چین ہیں۔

نتیجہ: لہذا صاف ثابت ہے کہ عامہ مسلمین کا مقلد ہونا ضروری ہے۔ اور ائمہ اربعہ کا مقلد موجودہ علماء کے مقلدوں سے اچھا اور افضل ہے۔

عامی کے لئے مجتہد کی تقلید کرنے پہ اجماع ہے الامام العلامہ علی بن محمد آمدیؒ

اور جہاں تک تقلید پر اجماع ھونے کا تعلق ہے تو مخالفین کے وجود سے پہلے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے زمانے میں عوام الناس مجتہدین سے فتویٰ پوچھا کرتے تھے اور احکام شرعیہ میں انکی اتباع کرتے تھے اور علماء عوام کے سوالات کے خوب جوابات دیا کرتے تھے اور دلیل کے ذکر کا اشارہ بھی نہیں کرتے تھے، اور اس طرز سے عوام کو علماء روکتے نہیں تھے لہذا عامی کے مجتہد کی اتباع کے جواز پر مطلقاً اجماع ہو گیا تھا

فهم من معنى الأمر بالسؤال ، وهو طلب الفائدة ببعض الصور دون البعض ، وهو خلاف الأصل ، وإذا كان عاماً في الأشخاص وفي كل ما ليس بمعلوم ؛ فأدنى درجات قوله : ﴿فاسألوا﴾ الجواز وهو خلاف مذهب الخصوم .

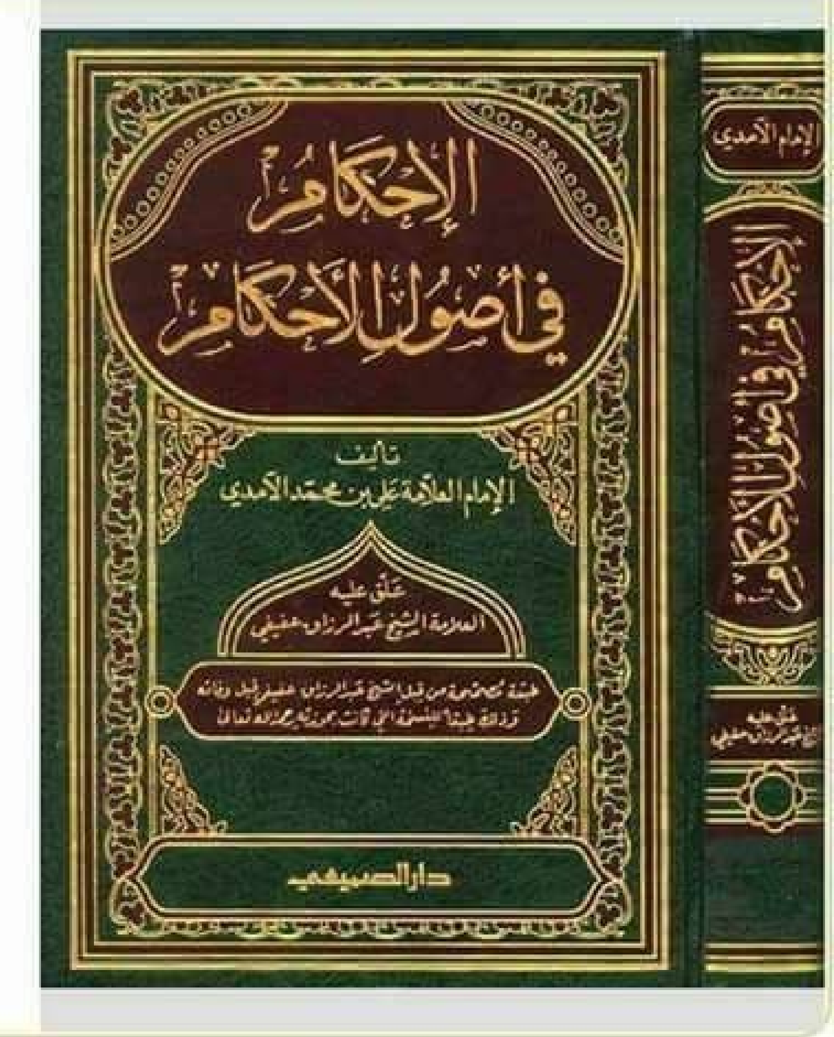
وأما الإجماع : فهو أنه لم تزل العامة في زمن الصحابة والتابعين قبل حدوث المخالفين يستفتون المجتهدين ، ويتبعونهم في الأحكام الشرعية ، والعلماء منهم يبادرون إلى إجابة سؤالهم من غير إشارة إلى ذكر الدليل ، ولا ينهونهم عن ذلك من غير نكير ، فكان إجماعاً على جواز اتباع العامي للمجتهد مطلقاً .

وأما المعقول : فهو أن من ليس له أهلية الاجتهاد إذا حدثت به حادثة فرعية ؛ إما أن لا يكون متعبداً بشيء ، وهو خلاف الإجماع من الفريقين ، وإن كان متعبداً بشيء ؛ فإما بالنظر في الدليل المثبت للحكم أو بالتقليد ، الأول ؛ ممتنع لأن ذلك مما يفضي في حقه وفي حق الخلق أجمع إلى النظر في أدلة الحوادث والاشتغال عن المعايش ، وتعطيل الصنائع والحرف ، وخراب الدنيا ، وتعطيل الحرث والنسل ، ورفع الاجتهاد ، والتقليد رأساً ، وهو من الحرج والإضرار المنفي بقوله تعالى : ﴿وما جعل عليكم في الدين من حرج﴾ وبقوله ﷺ : «ولا ضرر ولا ضرار في الإسلام»[1] ، وهو عام في كل حرج وضرار ، ضرورة كونه نكرة في سياق النفي .

غير أنا خالفناه في امتناع التقليد في أصول الدين ، لما بيناه من الفرق في مسألة امتناع التقليد في أصول الدين[2] ، ولأن الوقائع الحادثة الفقهية أكثر بأضعاف كثيرة من المسائل الأصولية التي قيل فيها بامتناع التقليد ، فكان الحرج

(١) رواه مالك وعنه الشافعي عن يحيى المازني مرسلاً ، ورواه أحمد وعبدالرزاق وابن ماجه من طريق ابن عباس وفي سنده جابر الجعفي ، وهو ضعيف متهم بالكذب ، ولكن يشهد لمعناه أصول الشريعة في الكتاب والسنة .

(٢) تقدم ما فيه : (ص ٢٦٩/ ج ٤) .



وکیل اہل حدیث محمد حسین بٹالوی صاحب کا آل وکٹوریہ پر ایٹمی حملہ

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ "جو شخص سچا اہلحدیث رہنا چاہتا ہے وہ اس نوٹ کو ملاحظہ کرے اور اسپر کاربند ہو ورنہ مطلق تقلید سے متنفر ہو کر اعتزال نیچریت، مرزائیت، چکڑالویت اور دہریت میں جا پڑے گا۔۔۔یہ اقوال فرقہ اہلحدیث کے ان جہلاء اور بعض علماء پیروان خواہش جہلاء کے لئے عبرت خیز تازیانہ ہے جو مقلد و تقلید کے نام سن ہر ایسے چڑتے اور جلتے ہیں جیسے دہاتی سکھ بانگ سننے سے یا متعصب ہندو کلمہ پڑھنے والے سے"

(اشاعۃ السنہ، جلد23،125/126)

تو مولانا بٹالویؒ کی اس بات سے ثابت ہوا کہ سچا اہلحدیث ہونے کے لئے مطلق تقلید کا اقرار کرنا ضروری ہے، مطلق تقلید کا انکار کرنے والا نیچری، مرزائی، یا دہریہ ہو سکتا ہے، اور مقلد و تقلید سے جلنے والے ایسے جاھل ہیں جیسے سکھ بانگ سن کر اور متعصب ہندو کلمہ پڑھنے والے سے جلتے ہیں۔

غلام خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، محسن اقبال

علامہ عبد الکریم بن ابی بکر احمد الشہرستانی رحمہ اللہ تعالی مجتہد کے شرائط ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اصولیین کہتے ہیں کہ جب مجتہد کو یہ علم و معارف حاصل ہو جائیں تو اس کیلئے اجتہاد کرنا جائز ہے اور وہ حکم کرنا جس کی جانب اس کے اجتہاد نے راہنمائی کی ہو شریعت میں جائز ہو گا عامی پر اس کی تقلید واجب ہو گی اور اس کے فتویٰ پر عمل کرنا ضروری ہو گا

فيعلق الحكم عليه، أو شبه مغلب على الظن فيلحق الحكم به، فهذه خمس شرائط لا بد من اعتبارها، حتى يكون المجتهد مجتهداً واجب الاتباع والتقليد في حق العامي، وإلا فكل حكم لم يستند إلى قياس واجتهاد مثل ما ذكرنا فهو مرسل مهمل، قالوا: فإذا

ج 1

حصل المجتهد هذه المعارف ساغ له الاجتهاد، ويكون الحكم الذي أدى إليه اجتهاده سائغاً في الشرع، ووجب على العامي تقليده، والأخذ بفتواه، وقد استفاض الخبر عن النبي ﷺ أنه لما بعث معاذاً إلى اليمن قال: «يا معاذ بم تحكم» قال: بكتاب الله. قال: «فان لم تجد»، قال: فبسنة رسول الله، قال: «فان لم تجد» قال: اجتهد رأيي، قال النبي ﷺ: «الحمد لله الذي وفق رسول رسوله لما يرضاه [١]»، وقد روى عن أمير المؤمنين عليّ بن أبي طالب عليه السلام أنه قال: بعثني رسول الله ﷺ قاضياً إلى اليمن. قلت: يا رسول الله كيف أقضي بين الناس وأنا حديث السن، فضرب رسول الله بيده صدري وقال: «اللهم اهد قلبه، وثبت لسانه»، فما شككت بعد ذلك في قضاء بين اثنين [٢].

ثم اختلف أهل الأصول في تصويب ...
أهل الأصول على أن الناظر في المسائل ...
يجب أن يكون متعين الإصابة، فالمصـ...
المختلفان في حكم عقلي حقيقة الاختـ...
المذكور، بحيث ينفي أحدهما ما يثبته الآ...
الأوان يقتسما الصدق والكذب، والحق وا...
في الإسلام، أو بين أهل الملل والنحل ...
يحتمل توارد الصدق والكذب والصواب وا...
المخبرين، زيد في هذه الدار في هذه الـ...
هذه الساعة، فانا نعلم قطعاً أن أحد المخـ...
لا يحتمل اجتماع الحالتين فيه معاً، فيكون ...
يختلف المختلفان في مسألة ويكون محل ...



(١) حدث معاذ؛ أن رسول الله ﷺ لما بعثه إلى اليمـ... في كتاب الله. قال: فإن لم يكن في كتاب الله؟ ... الله ﷺ؟ قال: أجتهد برأيي لا آلو، قال: فضرب ... رسول الله لما يرضي رسول الله ﷺ فتبين أن النبـ... الله ورسوله. (أعلام الموقعين أول ص ٢٤٣).

(٢) ولما كان علي باليمن أتاه ثلاثة نفر يختصمون في ... الولد للقارع وجعل عليه للرجلين ثلثي الدية ... علي. (أعلام الموقعين أول ص ٢٩٥).

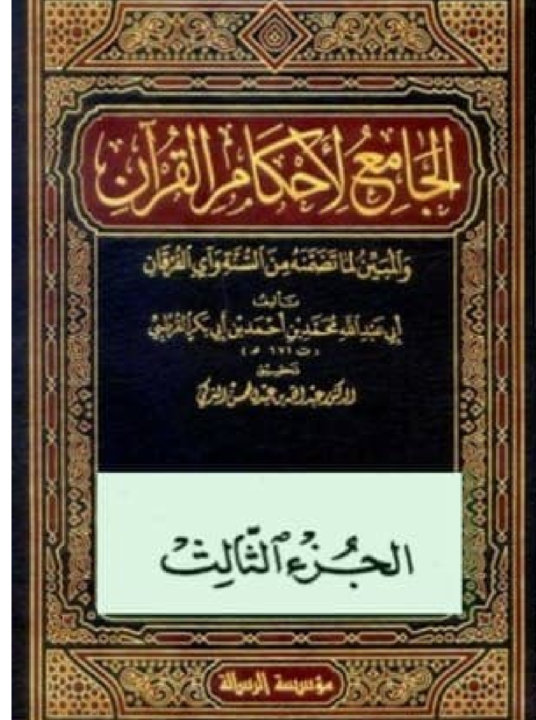
امام قرطبی رحمہ اللہ تعالی آیت "و اذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ من ابائنا" الخ سے چند مسائل کا استخراج کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے اس آیت کو تقلید کی مذمت میں پیش کیا ہے کہ اللہ تعالی نے کفار کی مذمت بیان کی ہے اس آیت میں انکی اپنے آباء کی باطل میں اتباع کرنے پر (امام قرطبی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ) یہ باطل کے معاملہ میں تو صحیح ہے لیکن (حق کے معاملہ میں تقلید سے اس کا کوئی تعلق نہیں) کہ حق میں تقلید کرنا تو دین کے اصولوں میں سے ہے

والوصيلة، فاحتجُّوا بأنه أمرٌ وَجدوا عليه آباءَهم، فاتَّبعوهم في ذلك، وتركوا ما أنزل اللهُ على رسوله وأمرَ به في دينه، فالضمير في «لهم» عائدٌ عليهم في الآيتين جميعاً.

الثالثة: تعلَّق قومٌ بهذه الآية في ذمِّ التقليد لذمِّ الله تعالى الكفارَ باتِّباعِهم لآبائهم في الباطل، واقتدائِهم بهم في الكفر والمعصية. وهذا في الباطل صحيح، أما التقليد في الحقِّ فأصلٌ من أصول الدِّين، وعِصْمةٌ من عِصَمِ المسلمين، يَلجأ إليها الجاهلُ المقصِّرُ عن دَرْك النظر.

واختلف العلماءُ في جوازه في مسائل الأصولِ على ما يأتي، وأما جوازُه في مسائلِ الفروعِ فصحيحٌ.

الرابعة: التقليدُ عند العلماء حقيقتُه قَبولُ قولٍ بلا حُجَّة، وعلى هذا فَمَن قَبِلَ قول النبيِّ ﷺ مِن غيرِ نَظر في معجزته يكون مُقَلِّداً، وأمَّا مَنْ نَظر فيها فلا يكون مُقَلِّداً.



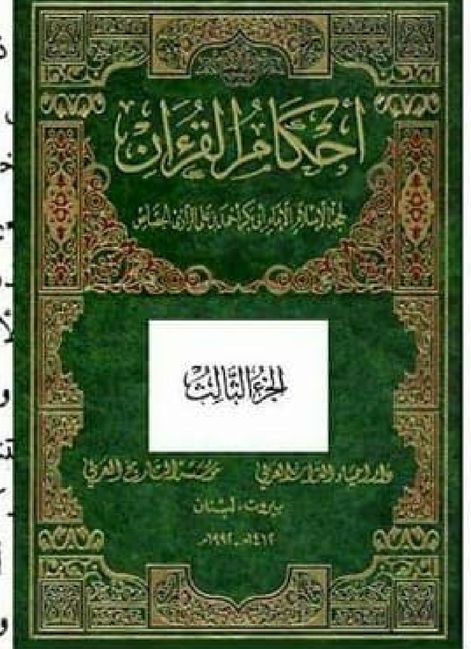
وقيل: هو اعتقادُ صحةِ فُتْيَا مَن لا يُعلـ
قِلادة البعير، فإنَّ العربَ تقول: قَلَّدت البـ
فكأن المقلِّد يجعلُ أمرَه كلَّه لمن يقودُه حيث
وقَـلِّـدوا أمـرَكـمْ لله دَرُّكُـمُ

الخامسة: التقليدُ ليس طريقاً للعـ
ولا في الفروع، وهو قولُ جمهور العقلاء
الحَشْوية والتَّعليميَّة(٢) من أنه طريقٌ إلى معـ
النظرَ والبحثَ حرامٌ. والاحتجاجُ عليهم في

السادسة: فرضُ العاميِّ الذي لا يشتغـ

(١) هو لقيط بن يعمر، والبيت في ديوانه ص٤٧.
(٢) التعليمية: أحد ألقاب الباطنية، لقبوا بذلك لـ
التعلم، والأخذ عن الإمام المعصوم، وبالغو
للغزالي ص ١١، ١٧. وسلف الكلام على الحشـ

امام ابو بکر الجصاص الرازی رحمہ اللہ تعالی آیت و لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم سے چند مسائل کا استنباط کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک مسئلہ اس میں سے یہ ہے کہ عامی پر نئے پیش آمدہ مسائل میں علماء کی تقلید لازم ہے



ذلك إطلاق اسم أولى الأمر عليهم والأمراء أيضاً
ن يلون عليه ٥ وقوله تعالى [لعلمه الذين يستنبطونه
خراج ومنه استنباط المياه والعيون فهو اسم لكل
عيون أو معرفة القلوب والإستنباط فى الشرع نظير
ـه الآية دلالة على وجوب القول بالقياس واجتهاد
لأنه أمر برد الحوادث إلى الرسول ﷺ فى حياته إذا
والغيبة عن حضرته ﷺ وهذا لا محالة فيما لا نص فيه
تنباطه فثبت بذلك أن من أحكام الله ماهو منصوص
ـ كلفنا الوصول إلى الإستدلال عليه واستنباطه فقد
أحكام الحوادث ماليس بمنصوص عليه بل مدلول
والتوصل إلى معرفته برده إلى نظائره من المنصوص
ومنها أن العامى عليه تقليد العلماء فى أحكام الحوادث ومنها أن النبى ﷺ قد كان مكلفاً
باستنباط الأحكام والإستدلال عليها بدلائلها لأنه تعالى أمر بالرد إلى الرسول وإلى
أولى الأمر ثم قال [لعلمه الذين يستنبطونه منهم] ولم يخص أولى الأمر بذلك دون
الرسول وفى ذلك دليل على أن للجميع الاستنباط والتوصل إلى معرفة الحكم بالاستدلال
فإن قيل ليس هذا استنباطاً فى أحكام الحوادث وإنما هو فى الأمن والخوف من العدو
لقوله تعالى [وإذا جاءهم أمر من الأمن أو الخوف أذاعوا به ولو ردوه إلى الرسول
وإلى أولى الأمر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم] فإنما ذلك فى شأن الأراجيف
التى كان المنافقون يرجفون بها فأمرهم الله بترك العمل بها ورد ذلك إلى الرسول وإلى
الأمراء حتى لا يفتوا فى أعضاد المسلمين إن كان شيئاً يوجب الخوف وإن كان شيئاً يوجب
الأمن لئلا يأمنوا فيتركوا الاستعداد للجهاد والحذر من الكفار فلا دلالة فى ذلك على
جواز الاستنباط فى أحكام الحوادث قيل له قوله تعالى [وإذا جاءهم أمر من الأمن أو
الخوف] ليس بمقصور على أمر العدو لأن الأمن والخوف قد يكونان فيما يتعبدون
به من أحكام الشرع فيما يباح ويحظر وما يجوز وما لا يجوز ذلك كله من الأمن والخوف
فإذاً ليس فى ذكره الأمن والخوف دلالة على وجوب الاقتصار به على ما يتفق من



اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم الخ تقلید واطاعت علماء کو فرض کرتی ہے
کہ لفظ اولی الامر کا بعموم خلفاء و علماء و فقہاء سبکو شامل ہے جابر بن عبداللہ رضی اللہ
تعالےٰ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور عطاء اور مجاہد اور ضحاک اور
ابو العالیہ اور حسن بصری وغیرہم صحابہ و تابعین و تبع تابعین نے اولوالامر فقہاء و علماء
کو ہی فرمایا ہے اور مولوی صدیق حسن خان مرحوم رئیس طالبین بالحدیث اپنی تفسیر میں اور
قاضی شوکانی اور ابن کثیر اور بیضاوی اور مدارک وغیرہا تفاسیر میں یہ معنے اولی الامر
کے قبول کرتے ہیں پس یہ آیۃ بھی بعموم مطلق تقلید کو فرض کرتی ہے بہر حال اتباع
علماء کا غیر عالم پر فرض ہے اور اتباع و تقلید کے معنے واحد ہیں قال تعالےٰ اتبعوا
ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء الخ کتاب اللہ منزل من اللہ تعالیٰ ہے
اور حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی منزل من اللہ تعالےٰ ہے بحکم لقولہ
تعالےٰ ما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی وقال تعالےٰ ما آتکم الرسول فخذوہ وما
نہاکم عنہ فانتہوا اور استنباطات مجتہدین علیہم الرحمہ کے بھی منزل من اللہ تعالےٰ ہیں
کیونکہ جو کچھ اشارات و دلالات نصوص سے متخرج ہے وہ عین حکم نص کا ہوتا ہے
کہ یہ امر مقرر ہے کہ قیاس مظہر حکم کا ہوتا ہے نہ مثبت حکم کا پس جو کچھ مجتہد نے استنباط
فرمایا وہ عین حکم حق تعالےٰ کا ہے پس اس آیۃ نے سب افراد امت کو حکم کتاب و سنت کا
جو صریح معلوم ہو یا استنباط ہو قبول کرنا فرض کر دیا ہے لہذا اس سے کسی اہل ایمان کو
انحراف نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ ظاہر کتاب و سنت سے سب مسائل معلوم نہیں
ہو سکتے ہزارہا جزئیات مسائل میں کہ قیامت تک واقع ہوتے چلے جاتے ہیں
اگر حکم قیاس و اجتہاد کا نہ ہوتا تو کیونکر جواب واقعات کا دریافت ہو سکتا تھا یہ کام ہر ایک

فرقہ غیر مقلدین کی پریشانی میں ایک اور اضافہ
امام یحییٰ بن معینؒ فروعی مسائل میں حنفی تھے

امام ناقد حافظ ذہبیؒ امام شافعیؒ کے خلاف ابن معینؒ کی جرح کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں بے شک ابوزکریاؒ (ابن معینؒ) فروعی مسائل میں حنفی تھے اس وجہ سے انھوں نے ایسا کہا اسی وجہ سے وہ امام شافعیؒ سے منحرف تھے

يعني : ينزع منه اللحن ، فقال : لا بأس به ، وسمعته يقول : لو لم نكتبِ الحديث من ثلاثين وجهاً ، ما عقلناه .

قال إبراهيم بنُ عبد الله بن الجنيد : سمعتُ يحيى بنَ معين ، يقول : ما الدنيا إلا كَحُلْم ، والله ما ضَرَّ رجلاً اتَّقى الله على ما أصبح وأمسى ، لقد حججتُ وأنا ابنُ أربعٍ وعشرين سنة ، خرجتُ راجلاً من بغداد إلى مكة ، هذا من خمسين سنة كأنما كان أمسِ . فقلت ليحيى : ترى أن يَنظر الرجل في رأي الشافعي ، وأبي حنيفة ؟ قال : ما أرى لأحد أن ينظر في رأي الشافعي ، يَنظُرُ في رأي أبي حنيفة أحب إليَّ .

قلت : قد كان أبوزكريا رحمه الله حنفياً في الفروع ، فلهذا قال هذا ، وفيه انحراف يسير عن الشافعي .

قال ابنُ الجُنيد : وسمعتُ يحيى ، يقول : تحريمُ النبيذ صحيح ، ولكن أقف ، ولا أحرِّمه ، قد شربَهُ قومٌ صالحون بأحاديثَ صِحَاح ، وحَرَّمَهُ قومٌ صالحون بأحاديثَ صِحَاح .

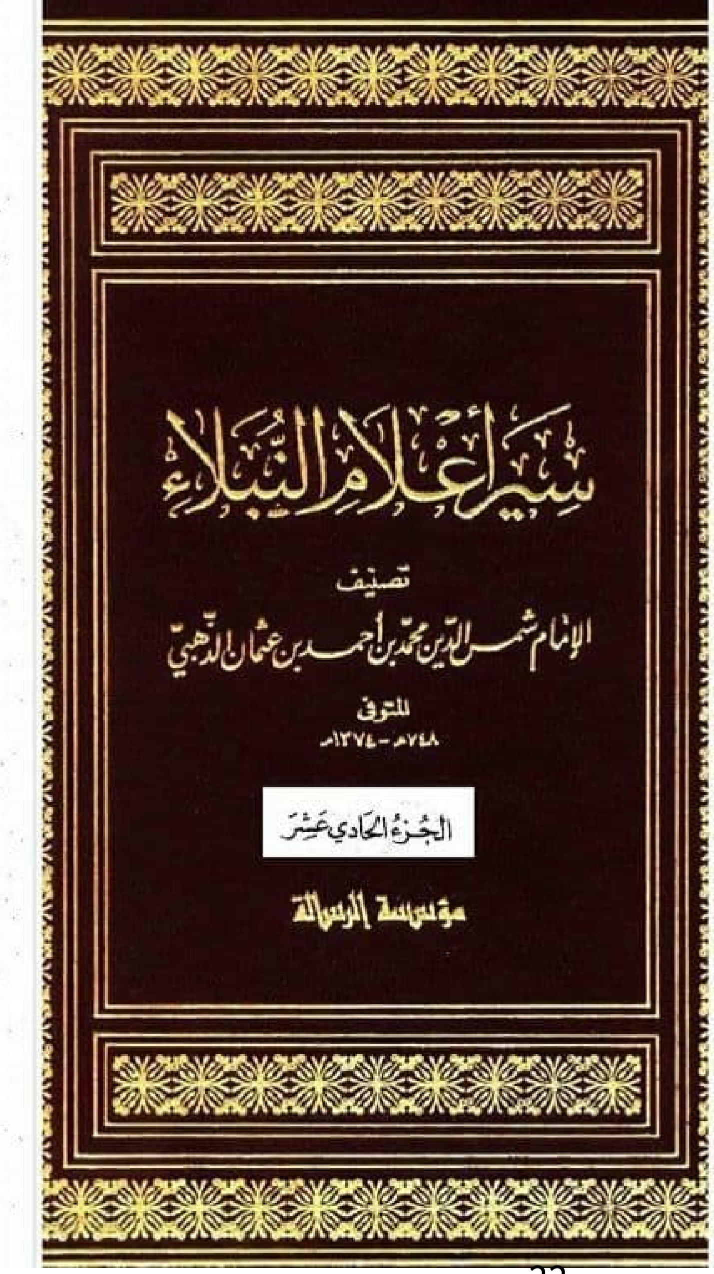
وسمعتُ يحيى بن سعيد القطان ، يقول : حديثُ الطِّلاء[1] وحديثُ

---

(١) في « الموطأ » رقم (١٥٤٣) من طريق محمود بن لبيد الأنصاري أن عمر بن الخطاب حين قدم الشام ، شكا إليه أهل الشام وباء الأرض وثقلها ، وقالوا ، لا يُصلحنا إلا هذا الشراب . فقال عمر : اشربوا هذا العسل . قالوا : لا يصلحنا العسل . فقال رجل من أهل الأرض : هل لك أن نجعل لك من هذا الشراب شيئاً لا يُسكِر ؟ قال : نعم . فطبخوه حتى ذهب منه الثلثان ، وبقي الثلث ، فأتوا به عمر ، فأدخل فيه عمر إصبعه ، ثم رفع يده ، فتبعها يتمطط ، فقال : هذا الطلاء ، هذا مثل طلاء الإبل ، فأمرهم عمر أن يشربوه . فقال له عبادة بن الصامت : أحللتَها والله . فقال عمر : كلا والله ، اللهم إني لا أحل لهم شيئاً حرمته عليهم ، ولا أحرم عليهم شيئاً أحللته لهم .

وأخرج سعيد بن منصور من طريق أبي مِجْلز ، عن عامر بن عبد الله ، قال : كتب عمر إلى عمار : أما بعد : فإنه جاءني عير تحمل شراباً أسود كأنه طلاء الإبل فذكروا أنهم يطبخونه حتى =

٨٨



میں نے ابن معین سے کہا اپ کیا کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو رائے کے کو دیکھے؟ انہوں نے پوچھا کس کی رائے؟ کہا شافعی یا ابو حنیفہ! ابن معین نے کہا میرے مطابق مسلمان کے لئے شافعی کی رائے میں کچھ (برائی) نہیں اور ابو حنیفہ کی رائے جانا میرے لئے شافعی کی رائے سے زیادہ محبوب ہے

سؤالات أبي إسحاق إبراهيم بن الجنيد

للإمام
يحيى بن معين
(١٥٨ - ٢٣٣ هـ)

في الجرح والتعديل وعلل الحديث

جمعه وحققه
أبو عمر محمد بن علي الأزهري
غفر الله وله ولوالديه وللمسلمين

الناشر
الفاروق الحديثة للطباعة والنشر

٩٥- سمعتُ يَحْيَى بن مَعِين يقول: قال رَجُلٌ لعبد الله بن نُمَير[١]: نحنُ إنما نَمرُّ بوَكِيع[٢] ثم نجيئك. قال يَحْيَى: وكان ابن نُمَير أكبر من وَكِيع بعشر سنين، أو أكثر. فقال له ابن نُمَير: إنما يَقْرأ من له عَقْل، ويَطْلُب العلم من له عَقْل. قد كنتُ أظنُّ أن لك عَقْلًا. لا والله لا أُحَدِّثُكَ بحديث أبدًا. وذكر يَحْيَى بن مَعِين هذا عند سُوء أَدَبِ بَعْضِ أَصْحَابِ الحديث.

٩٦- قلتُ ليَحْيَى بن مَعِين: تَرَى أنْ ينظر الرَّجل في شيء من الرأي؟ فقال: أي رأي؟ قلت: رأي الشَّافعي[٣]، وأبي حنفية[٤]. فقال: ما أرى لمسلم أن ينظر في رأي الشافعي [ينظر في رأي أبي حنيفة أحب إلى من أن ينظر في رأي الشافعي[٥].

(١) عبد الله بن نُمير الهَمْدَانيُّ أبو هشام الكُوفيُّ، ثقة صاحب حديث من كبار التاسعة، مات سنة تسع وتسعين ومئة، وله أربع وثمانون. ع. «التقريب» (٣٦٦٨).

علامہ شوکانیؒ قاضی حسین سے نقل کرتے ہیں " اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ صحابہ و تابعین کی بات کو قبول کرنے کو تقلید کہا جاتا ہے

ـ صلَّى الله عليه وآله وسلم ـ ، والعملَ به ليس مِن التقليدِ في شيءٍ؛ لأنَّ قولَهُ ـ صلى الله عليه وآله وسلم ـ وفعلَهُ نفسُ الحجَّة .

قالَ القاضي حسينٌ في «التعليق»(١) : **لا خلافَ أنَّ قبولَ قولِ غيرِ النبيِّ ـ صلى الله عليه وآله وسلم ـ مِن الصحابةِ، والتابعين، يُسمَّى تقليداً**، وأمَّا قبولُ قولِهِ ـ صلى الله عليه وآله وسلم ـ فهل يُسمَّى تقليداً؟ .

فيهِ وجهانِ ينبنيان(٢) على الخلافِ في حقيقةِ التقليدِ ماذا ؟(٣) .

وذكرَ الشيخُ أبو حامد(٣) أنَّ الذي نصَّ عليهِ الشافعيُّ أنَّهُ يُسمَّى تقليدَ، فإنَّهُ قالَ في حقِّ(٥) الصحابيِّ لَمَّا ذهبَ إلى أنَّهُ لا يجبُ الأخذُ به(٦)، ما نصُّهُ : «وأمَّا أن نـقـلـده(٧)، فلم يجعل اللَّه ذلك لأحدٍ بعد رسولِ اللَّهِ ـ صلى الله عليه وآله وسلم ـ . انتهى .

ولا يخفاكَ أنَّ مرادهُ بالتقليدِ هـٰهنا غيرُ ما وقعَ عليهِ الاصطلاحُ .

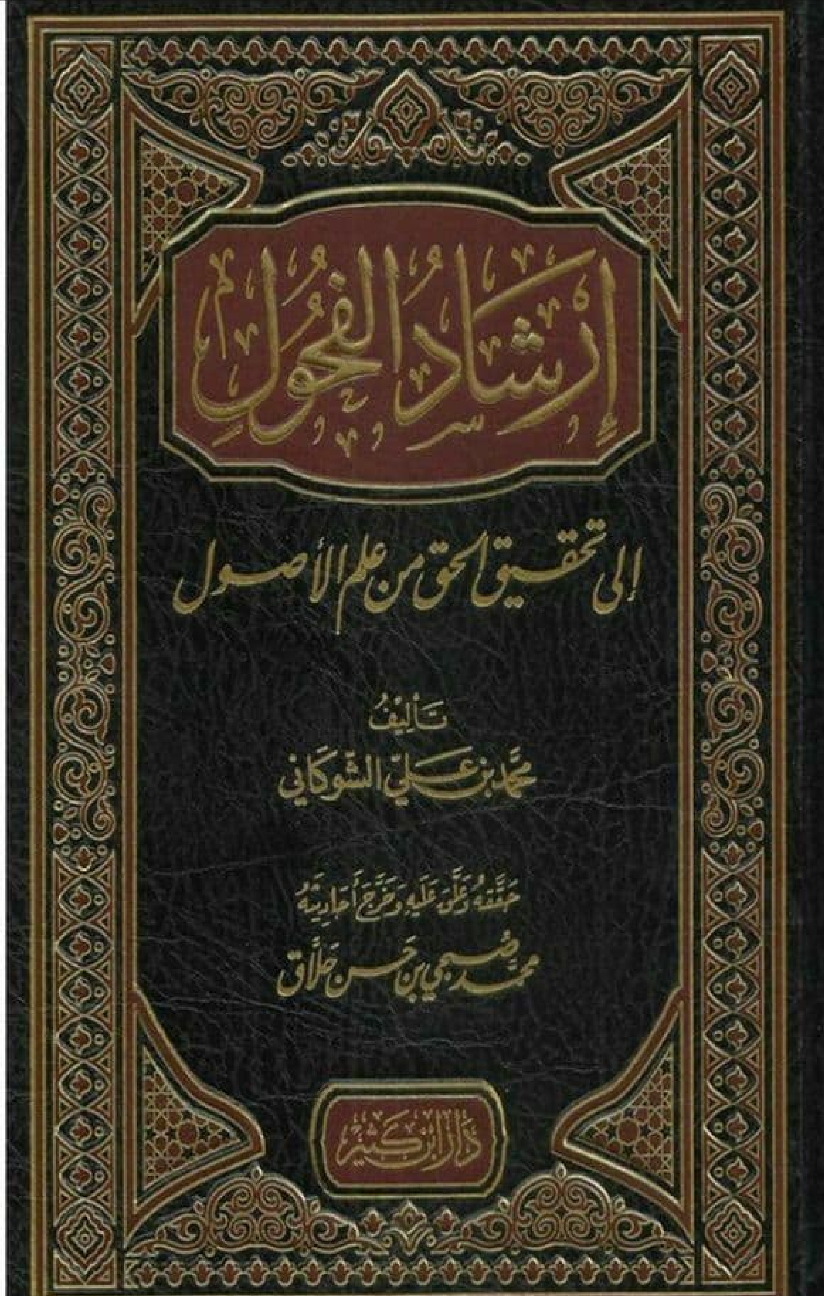
ولهذا قالَ الرويانيُّ في «البحرِ»(٨) : أطلقَ الشافعيُّ على جعلِ القبولِ مِن النبيِّ ـ صلى الله عليه وآله وسمل ـ تقليداً، ولم يُرِدْ حقيقةَ التقليدِ، وإنَّما أرادَ القبولَ مِن غيرِ السؤالِ عن وجههِ .

وفي وقوعِ اسمِ التقليدِ عليهِ وجهان .

قال : والصحيحُ مِن المذهبِ أنَّهُ يتناولهُ(٩) هذا الاسمُ .

---

(١) البحر المحيط (٦/ ٢٧٠ ـ ٢٧١) بحروفه .
(٢) في المطبوع : ينتيان .
(٣) في المطبوع : ماذا هو .
(٤) في البحر : أبو محمد الجويني ، وهو الصواب .
(٥) في المطبوع : في حق قول الصحابي .
(٦) في البحر : بقوله .
(٧) في المطبوع : يقلده .
(٨) والبحر للروياني ، والكلام من البحر المحيط (٦/ ٢٧١) .
(٩) في المطبوع : يتناول .



AAWAM KE LIYE KISI AALIM KI TAQLEED KERNA JAYEZ HEY

Ibne Taymiya Farmate Hey : (Quran o Hadees se) Istedlal ki Isteta'at Naa Rakhne Waale Per Kisi AALIM ki TAQLEED Jamhoor ke Nazdeek Jayez Hey (Itteba Kitab o Sunnah, Pg-217)



تقلید کے جواز کی صورت

استدلال کی استطاعت نہ رکھنے والے کے لیے کسی عالم کی تقلید جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ البتہ ایسے شخص کی صفات میں خاص تفصیل واختلاف پایا جاتا ہے جس کے بیان کا یہ موقع نہیں ہے۔

حرام تقلید کا بیان

یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ نص اور اجماع کی رو سے حرام تقلید یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کا معارضہ ان کے مخالف اقوال کے ساتھ کیا جائے۔ خواہ مخالفت کرنے والا کوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۝ لَّقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا ۝ وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۝ ﴾ (۲۵/الفرقان: ۲۷۔۳۰)

"اور جس روز ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا۔ کہے گا کہ کاش میں رسول کے ساتھ راہ پر لگ جاتا۔ ہائے میری شامت: کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا یقیناً اس نے نصیحت آ جانے کے بعد مجھے اس سے بہکا دیا۔ اور شیطان تو انسان کو جواب دے دینے والا ہے۔ اور رسول ﷺ کہیں گے اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو بالکل نظر انداز کر رکھا تھا۔"

نیز فرمایا:

﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ۝ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ۝ رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ۝ ﴾ (۳۳/الاحزاب: ۶۶۔۶۸)

"جس روز ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے وہ کہیں گے کہ کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی۔ اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہا مانا۔ سو انہوں نے ہمیں راہ سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے پروردگار! انہیں دوہرا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت نازل کر۔"

نیز فرمایا:

﴿ إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ۝ يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا

مطبوعات جامعۃ العلوم الاثریۃ جہلم پاکستان

فتاویٰ ابن تیمیہ کی جلد نمبر 19 اور 20 کا اردو ترجمہ

اتباع کتاب و سنت ﷺ اور فقہی مذاہب

شیخ الاسلام امام تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ

مولانا حافظ عبدالغفور رحمہ اللہ

جامعہ علوم اثریہ

یونیورسٹی بک شاپ
اسلام آباد فون: 051-4434706

جلد پنجم

تبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

مُصَنَّفہ فخرالمفسّرینؒ زبدۃ المحدّثینؒ عمدۃ المتکلّمینؒ فاضلِ اجل حضرتؒ

مولانا ابو محمّد عبدالحق الحقّانی الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ،

تفسیرِ فتح المنّان

المشہور بہ

تفسیرِ حقّانی

اس بے نظیر تفسیر میں جس طرح بے شمار دریائے علوم کو کوزے میں بند کیا ہے
اسی طرح اس کی زبان عام فہم سلیس اور صاف ہے تاکہ ہر خاص و عام
استفادہ کرے اور لطائف و حقائق و نکاتِ قرآنیہ سے
فیض یاب ہو

ناشِر میر محمد، کتب خانہ مرکزِ علم و ادب آرام باغ کراچی

سے ہے

تمہیں سے چلنی عدم کی منزل کہ جس میں کھٹکا قدم قدم ہے
نسیم جاگو کمر کو باندھو اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

مگر ہم سمجھے ہوئے ہیں کہ یہی مر گئے اور دنیا میں انہی کا نام و نشان مٹ گیا بھلا ہم کب مرنے والے ہیں۔

وقلنا کفار کہیں گے "ہم نے صرف جھٹلایا ہی نہیں بلکہ یہ بھی کہہ دیا ما نزّل اللہ من شیٔ کہ خدا نے کوئی چیز بھی نازل نہیں کی نہ کتاب بھیجی نہ احکام نہ حوادث و مصائب یہ تو فلاں سبب سے ہوا اور موت یوں آئی افلاس یوں آگیا تھا، اقبال اس لیے جا تا رہا تھا، بیماری اس وجہ سے ہو گئی تھی یہ امور اسباب پر مبنی تھے خدا نے کیا کیا ؟"
ان انتم الا فی ضلٰل کبیر اے تم جو نذیر کہلاتے ہو بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو تم کہتے ہو خدا نے کتاب بھیجی رسول بھیجا احکام بھیجے۔ اس کو کیا پڑی تھی جو وہ ایسا کرتا ؟ تم کہتے ہو گناہوں سے مصیبت آئی وبا زنا سے بھیجی قحط بھیجا بیماری بھیجی، اس نے کچھ نہیں بھیجا یہ پرانے خیالات اور جہالت کی باتیں ہیں۔ اول تو خدا ہی کہاں ہے اور ہے بھی تو وہ اس عالم میں کر کیا سکتا ہے ؟ یہاں تک کفار کی گفتگو تھی[1] جو دوزخ میں فرشتوں سے بطور اقرار جرم کریں گے۔

ف اگرچہ نذیر واحد ہے مگر ایک نذیر کا بھی وہی مقصد ہے جو دوسرے کا تھا اس لیے انتم جمع کے لفظ سے سب کا انکار تھا۔

ف بعض مفسرین کہتے ہیں یہ جملہ ان انتم الا فی ضلٰل کبیر دوزخ کے فرشتوں کا ہوگا کفار کی تقریر سُن کر کہ لے بد نصیبو! تم بڑی گمراہی میں تھے۔ یا اب بڑی مصیبت میں پڑے رہو۔ مصیبت و عذاب جو ضلالت کے سبب آتا ہے اس پر بھی ضلال کا لفظ مجازاً محاورۂ عرب میں مستعمل ہوتا ہے لیکن اول قول قوی ہے۔

اس کے بعد فرشتے کہیں گے کیا تم نے کسی ناصح کی بات نہ سُنی یا تم کو از خود عقل نہ تھی جو خدا کے نذیروں کو جھٹلایا جس کے سبب اس بلا میں پڑے ؟ تب کفار کہیں گے لو کنّا نسمع او نعقل ما کنّا فی اصحٰب السعیر کہ اگر ہم کسی ناصح کی بات سنتے یا خود عقل کرتے تو آج کا ہے کو دوزخیوں میں ہوتے۔

ف انسان کی فلاح کے دو ہی طریق ہیں۔ اوّل اور آسان یہ کہ کسی ناصح اور ہادی کی بات سن کر مان لے، یہ تقلید کا مرتبہ ہے اس لیے اس کو مقدم کیا۔ دوم یہ کہ خود عقلِ سلیم سے غور و تدبر کرے۔ یہ اجتہاد کا مرتبہ ہے پھر جس کو دونوں باتیں نصیب نہ ہوں تو اس کے برباد ہونے میں کیا شک ہے ؟

ف کفار دنیا میں سنتے تھے عقل بھی رکھتے تھے ہزاروں ایجاد و اختراع کرتے تھے مگر آخرت کے بارے میں یہ دونوں باتیں نہ تھیں، گویا بہرے اور بے عقل تھے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے فاعترفوا بذنبھم فسحقا لاصحٰب السعیر کہ قیامت میں یا جہنم میں اپنے جرم کا اقرار کیا سو پھٹکار اور لعنت ہے دوزخیوں پر۔ دوزخ میں جا کر اقرار کیا پھر اس کا کیا فائدہ ؟ دنیا میں کرتے تو لعنت کے بدلے رحمت ہوتی۔

فوائد

[1] آج کل نئی روشنی والوں اور ان کے مرید فرقہ آریہ لوگوں کی یہی گفتگو ہے جس کی غلطی کا اقرار ہمارے سامنے کب کر سکتے ہیں وہیں دوزخ کے فرشتوں کے سامنے کریں گے ۱۲ منہ

تقلید شخصی ضرورۃ شرعیہ کیوجہ سے واجب یعنی واجب لغیرہ ہے

"اگر یہ جائز ہوتا کہ جس مذہب کی تقلید کرنی ہے کر سکتے ہیں، تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ نفس و خواہشات کی پیروی میں مختلف مذاہب سے رخصتوں کو تلاش کیا جاتا، تحلیل و تحریم، واجب و جائز میں جو دل کو بھاتا اسی کو اختیار کیا جاتا تو اس طرح شریعت کی پابندی سے بھی آزادی مل جاتی، صحابہ و تابعین کے زمانے میں ایک امام کی تقلید موجودہ شکل میں اس لئے نہیں تھی کہ اس وقت مذاہب پوری طرح منقح نہیں تھے، اب جب کہ مذاہب واضح و منقح ہوگئے اور ماقبل میں ذکر کئے گئے خطرات بھی موجود ہیں اس لئے غیر مجتہد کے لئے لازم ہے کہ کسی مذہب معین کی پیروی کرے۔"

« والثانی » : يلزمه وبه قطع ابو الحسن الكيا (٢) ، وهو جار فى كل من لم يبلغ رتبة الاجتهاد من الفقهاء واصحاب سائر العلوم ، ووجهه انه لو جاز اتباع اى مذهب شاء لافضى الى ان يلتقط رخص المذاهب متبعا هواه، ويتخير بين التحليل والتحريم والوجوب والجواز . وذلك يؤدى الى انحلال ربقة التكليف بخلاف العصر الاول ، فانه لم تكن المذاهب الوافية باحكام الحوادث مهذبة وعرفت ، فعلى هذا يلزمه ان يجتهد فى اختيار مذهب يقلده على التعيين ، ونحن نمهد له طريقا يسلكه فى اجتهاده سهلا ، فنقول :

الطبعة الوحيدة الكاملة من:

كتاب المجموع
شرح المهذب للشيرازي

للإمام أبي زكريا محيي الدين بن شرف النووي

الجزء الأول

حققه وعلق عليه وأكمله بعد نقصانه
محمد نجيب المطيعي

مكتبة الإرشاد
جدة - المملكة العربية السعودية

خطیب بغدادیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نقل کرتے ہیں کہ: "امام احمد بن حنبلؒ خود مجتہد ہیں۔ ایک مسئلہ کے جواب میں ایک سائل نے کہا کہ اس میں تو کوئی حدیث موجود نہیں ہے۔ اس پر حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اگر حدیث موجود نہیں تو نہ سہی اس میں "ففيه قول الشافعي وحجته، أثبت شئي فيه" حضرت امام شافعیؒ کا قول موجود ہے اور امام شافعی کا قول بذات خود حجت اور دلیل ہے"۔

(تاریخ بغداد: ج ۲، ص ۴۰۷؛ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: ج ۲۴، ص ۳۷۲)

تهذيب الكمال في أسماء الرجال

للحافظ المتقن جمال الدين أبي الحجاج يوسف المزي

٦٥٤ - ٧٤٢ هـ

یعنی امام احمد بن حنبلؒ بھی تقلید کیا کرتے تھے۔

المجلد الرابع والعشرون

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه
الدكتور بشار عواد معروف

مؤسسة الرسالة

وبه، قال: أخبرني محمد بن أبي عليّ الأصبهانيُّ، قال: أخبرنا أبو علي الحُسين بن محمد الشَّافعي بالأهواز، قال: أخبرنا أبو عُبيد محمد بن عليّ الآجريُّ[1]، قال: سمعتُ أبا داود سُلَيْمان ابن الأشعث يقول: ما رأيتُ أحمد بن حَنْبَل يميل إلى أحدٍ مَيْله إلى الشَّافعي.

وبه، قال: أخبرنا عليّ بن المُحَسِّن التَّنوخيُّ، قال: أخبرنا عليّ ابن عبدالعزيز البَرْذَعيُّ، قال: حدثنا عبدالرحمان بن أبي حاتِم، قال: أخبرني أبو عُثمان الخُوارزميُّ نَزِيل مكة فيما كَتَب إليَّ، قال: حدثنا أبو أيوب حُميد بن أحمد البَصْري، قال: كُنْتُ عند أحمد ابن حَنْبَل نتذاكر في مسألة فقال رجلٌ لأحمد: يا أبا عبدالله لا يَصِح فيه حَديث. فقال: إن لم يصح فيه حديث ففيه قَوْل الشَّافعي وحجته أثبت شيء فيه، ثم قال: قلتُ للشافعي: ما تقول في مسألة كذا وكذا؟ قال: فأجاب فيها فقلتُ: من أين قلت، هل فيه حديث أو كتاب؟ قال: بَلَى، فنزعَ في ذلك حديثاً للنَّبي ﷺ وهو حديث نص.

وبه، قال: أخبرنا أبو نعيم الحافظ، قال: حدثنا أحمد بن بُنْدار بن إسحاق الفَقِيه، قال: حدثنا أحمد بن رَوْح البَغْداديّ، قال: حدثنا أحمد بن العباس، قال: سمعتُ عليَّ بن عُثمان وجعفر الوَرَّاق يَقُولان: سَمِعنا أبا عبيد يقول: ما رأيتُ رَجُلاً[2] أعقل من الشَّافعي.

(١) وانظر سؤالاته: ٥/الورقة ١٤.
(٢) قوله: «رجلاً» سقط من المطبوع.

غیر مقلدین کا سوال: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کس کے مقلد تھے؟

جواب: امام ابو حنیفہؒ ابراہیم نخعیؒ کے مذہب کے بڑے پابند تھے (یعنی ابراہیم نخعیؒ کی تقلید کرتے تھے)"۔



وأعلمهم بقضايا عمر وأقاويل عبد الله بن عمر وعائشة وأصحابهم من الفقهاء السبعة، وبه وبأمثاله قام علم الرواية والفتوى، فلمّا وُسِدَ إليه الأمرُ حَدَّثَ وأفتى وأفاد وأجاد، وعليه انطبق قول النبي ﷺ: «يوشك أن يضرب الناسُ أكبادَ الإبل يطلبون العلم، فلا يجدون أحداً أعلم من عالم المدينة»، على ما قاله ابن عيينة وعبد الرزّاق ـ وناهيك بهما ـ. فجمع أصحابه رواياته ومختاراته، ولخّصوها وحرّروها وشرَحوها وخرّجوا عليها وتكلّموا في أصولها ودلائلها، وتفرّقوا إلى المغرب ونواحي الأرض، فنفع الله بهم كثيراً من خلقه.

وإن شئت أن تعرف حقيقة ما قلناه من أصل مذهبه فانظر في كتاب الموطأ تجده كما ذكرنا.

وكان أبو حنيفة رضي الله عنه ألزمهم بمذهب إبراهيم وأقرانه، لا يجاوزه إلا ما شاء الله، وكان عظيم الشأن في التخريج على مذهبه دقيق النظر في وجوه التخريجات مقبلاً على الفروع أتم إقبال. وإن شئت أن تعلم حقيقة ما قلنا فلخص أقوال إبراهيم وأقرانه من كتاب الآثار لمحمد رحمه الله وجامع عبد الرزاق، ومصنَّف أبي بكر بن أبي شيبة، ثم قايسه بمذهبه تجده لا يفارق تلك المحجة إلا في مواضع يسيرة، وهو في تلك اليسيرة أيضاً لا يخرج عمّا ذهب إليه فقهاء الكوفة. وكان أشهر أصحابه ذكراً أبو يوسف رحمه الله، فوَلِيَ قضاء القضاة أيام هٰرون الرشيد، فكان سبباً لظهور مذهبه والقضاء به في أقطار العراق وخراسان وما وراء النهر. وكان أحسنهم تصنيفاً وألزمهم درساً محمد بن الحسن، وكان من خبره أنه تَفَقَّهَ على أبي يوسف، ثم خرج إلى المدينة فقرأ الموطّأ على مالك، ثم رجع إلى نفسه، فطبق مذهب أصحابه على الموطّأ مسألة مسألة، فإن وافق فيها وإلا فإن رأى طائفة من الصحابة والتابعين ذاهبين إلى مذهب أصحابه فكذلك، وإن وجد قياساً ضعيفاً أو تخريجاً ليِّناً يخالفه حديث صحيح فيما عمل به الفقهاء أو يخالفه عمل أكثر العلماء تركه إلى مذهب من مذاهب السلف مما يراه أرجح ما هناك.

وهذان لا يزالان على مَحَجَّة إبراهيم وأقرانه ما أمكن لهما، كما كان أبو حنيفة رضي الله عنه يفعل ذلك.

وإنّما كان اختلافهم في أحد شيئين: إما أن يكون لشيخهما تخريج على مذهب إبراهيم يزاحمانه فيه، أو يكون هناك لإبراهيم ونظرائه أقوال مختلفة يخالفان شيخهما في ترجيح بعضها على بعض، فصنَّف محمد رحمه الله وجمع رأي هؤلاء الثلاثة، ونفع كثيراً من الناس، فتوجّه أصحاب أبي حنيفة رضي الله عنه إلى تلك التصانيف تلخيصاً وتقريباً، أو شرحاً، أو تخريجاً، أو تأسيساً، أو استدلالاً، ثم تفرّقوا إلى خراسان وما وراء النهر، فيسمى ذلك مذهب أبي حنيفة.

امام شافعی رحمہ اللہ کا حضرت عطاء ابن ابی رباحؒ کی تقلید کا اقرار

امام شافعیؒ نے بہت سے مقامات پر فرمایا ہے کہ: "میں نے حضرت عطاء کی تقلید میں یہ کہا ہے"۔

رسوله ﷺ وأقوال الصحابة ، وهو يجتهد فى أحكام النوازل ، ويقصد فى استخراجها إلى ما يوافق الأدلة الشرعية حيث كانت ، وقد يقع منه تقليد أحياناً . ويقول ابن القيم (لا ينافى اجتهاده تقليداً لغيره أحياناً فلا تجد أحداً من الأئمة ، إلا وهو مقلد من هو أعلم منه فى بعض الأحكام ، وقد قال الشافعى رضى الله عنه فى موضع من الحج : « قلته تقليداً لعطاء ») .

وعندى أن التقليد فى هذه الحالة ليس منشؤه الاتباع المطلق من غير تفكير ، بل لأنه فكر ، ووافق قوله قول عطاء ، أو لأنه اجتهد وفكر وتعارضت بين يديه الأمارات ، فاستأنس بقول سابق وارتضى ما يوافقه ، ولقد قال ابن القيم فى هذا النوع إنهم هم الذين يسوغ لهم الإفتاء ، ويسوغ للناس استفتاؤهم ، ويتأدى بهم فرض الاجتهاد .

ومن المقرر عند جمهور الحنابلة أن هذا الفريق من المجتهدين لا يصح أن تخلو الأمة منه فى عصر من العصور ، وقد ذكر ابن عقيل إجماع الأولين والمتأخرين إلى عصره من الحنابلة على ذلك ، وقد قال فى هذا الصنف ابن القيم ما نصه :

هم الذين قال فيهم النبى صلى الله عليه وسلم : « إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها » ، وهم غرس الله الذين لا يزال يغرسهم فى دينه ، وهم الذين قال فيهم على بن أبى طالب كرم الله وجهه : « لن تخلو الأرض من قائم لله بحجته » .

٢٥٣ — والدرجة الثانية مجتهد مقيد فى مذهب قد اختار صاحبه إماماً له ، اجتهد فى معرفة فتاويه وأقواله ومآخذه ، وأصوله ، وتمكن فى هذه المعرفة ، والتخريج على أقوال الإمام وأصوله ، وقياس ما لم يردعن الإمام نص فيه على ما ورد عنه فتوى فيه ، ولا يكون مقلداً للإمام فى الحكم ولا فى الدليل . ولكن كان اختياره للإمام ، لأنه قد استقام اجتهاده فى نظره

الإمام محمد أبو زهرة

ابن حنبل

حياته وعصره - آراؤه وفقهه



ملتزم الطبع والنشر
دار الفكر العربي

امام شافعی رحمہ اللہ کا حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور عطاء ابن ابی رباحؒ کی تقلید کا اقرار

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ: "میں نے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت عطاء کی تقلید میں یہ کہا ہے"۔

أن الله فرض على جميع خلقه معرفة الحق بدليله فى كل مسألة من مسائل الدين ، وإنما أنكرنا ما أنكره الأئمة ، ومن تقدمهم من الصحابة ، والتابعين وما حدث فى الإسلام بعد انقضاء القرون الفاضلة فى القرن الرابع المذموم على لسان رسوله الله ﷺ من نصب رجل واحد ، وجعل فتاويه بمنزلة نصوص الشارع ، بل تقديمها عليه ، وتقديم قوله على أقوال من بعد رسول الله ﷺ من جميع علماء أمته والاكتفاء بتقليده عن تلقى الأحكام من كتاب الله ، وسنة رسوله وأقوال الصحابة ، وأن يضم إلى ذلك أنه لا يقول إلا بما فى كتاب الله وسنة رسوله [١] . وقد ذكر ابن القيم أن هناك تقليداً واجباً ، وتقليداً مباحاً وتقليداً محرماً أما المباح والمحرم فقد ذكرناهما ، وأما التقليد الواجب فهو تقليد من هو أعلم إذا لم يظفر المرء بنص من كتاب أو سنة كالذى نقل عن الشافعى فى عدة مواضع : قلته تقليداً لعمر ، وقلته تقليداً لعثمان ، وقلته تقليداً لعطاء [٢] .

بين التقليد والاتباع :

عرف أبو عبد الله ابن خواز منداد البصرى المالكى التقليد بقوله : التقليد معناه فى الشرع : الرجوع إلى قول لاحجة لقائله عليه [٣] ، وقد ذكر

---

(١) نفس المرجع ص ٣٤٧.

(٢) أعلام الموقعين جـ ٢/٢٤٣ — ٢٤٤ ومثال . فى الضبع بعير ، بيع الحيوان بريثا من العيوب ، كقاسمة الجد الإخوة على الترتيب والأخيرة قبل : أنه لله فيها زيدا . وقال أبو حنيفة فى الآبار : ليس معى فيها إلا تقليد من تقدم من التابعين . وكان مالك لايخرج عن عمل أهل المدينة ويصرح فى موطئه بأنه أدرك العمل على هذا وهو الذى عليه أهل العلم ببلدنا ويقول فى غير موضع : ما رأيت أحداً اقتدى به يفعله . وقال الشافعى فى الصحابة « رأيهم لنا خير من رأينا لأنفسنا » أعلام الموقعين جـ ٢/٣٠٤

(٣) أعلام الموقعين جـ/ ٢٩٩

دكتور

عبد العظيم عبد السلام شرف الدين

ابن قيم الجوزية

عصره ومنهجه وآراؤه فى الفقه والعقائد والتصوف

الطبعة الثالثة

١٤٠٥ — ١٩٨٤





ہے) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت دوسری سورت کے منع کے لیے اتری، نہ کہ سورت فاتحہ کے لیے۔ اور پھر صحابہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ہمیشہ الحمد پڑھتے رہے اور آپ نے کبھی منع نہیں فرمایا۔ پس لازم ہے کہ مقتدی لوگ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھا کریں، تاکہ مفسرین اور محدثین کے تابعداروں میں رہیں اور اس کو چھوڑنا یہ عمل حدیث صحیح کے خلاف واقع ہوگا۔ اور کونسی تعجب کی بات ہے کہ اس حدیث کی صحت امام ابوحنیفہ کو نہ پہنچی ہو، اور جب صدہا اور ہزاروں علماء محققین مثل امام بخاری اور مسلم وغیرہ سے اس حدیث کی صحت ثابت ہو چکی ہے تو اس کو چھوڑنے والا مطعون ہوگا۔

اہل حدیث اور احناف میں تقلید کا اختلاف:

سوال: حنفیہ تقلید کی طرف دعوت دیتے اور اسے واجب کہتے ہیں، اور اہل حدیث تقلید کی مذمت کرتے اور اسے حرام کہتے ہیں تو پھر اتحاد کیسے؟

جواب: حرمت اور وجوب کے قائل دو قسم کے لوگ ہیں:

۱۔ غالی: جن کے درمیان نزاع حقیقی ہے۔

۲۔ محققین: دراصل ان میں نزاع لفظی ہے۔

جس تقلید کی اہل حدیث مذمت کرتے ہیں اور اس کو حرام کہتے ہیں ان کے ادلہ کو اگر دیکھا جائے تو ایسی تقلید کی حرمت ومذمت کا محققین حنفیہ بھی اقرار کرتے ہیں، اور جس تقلید کو حنفیہ واجب کہتے ہیں اس کے ادلہ کو اگر دیکھا جائے تو ایسی تقلید سے اہل حدیث ۰۰ ن مفر نہیں۔

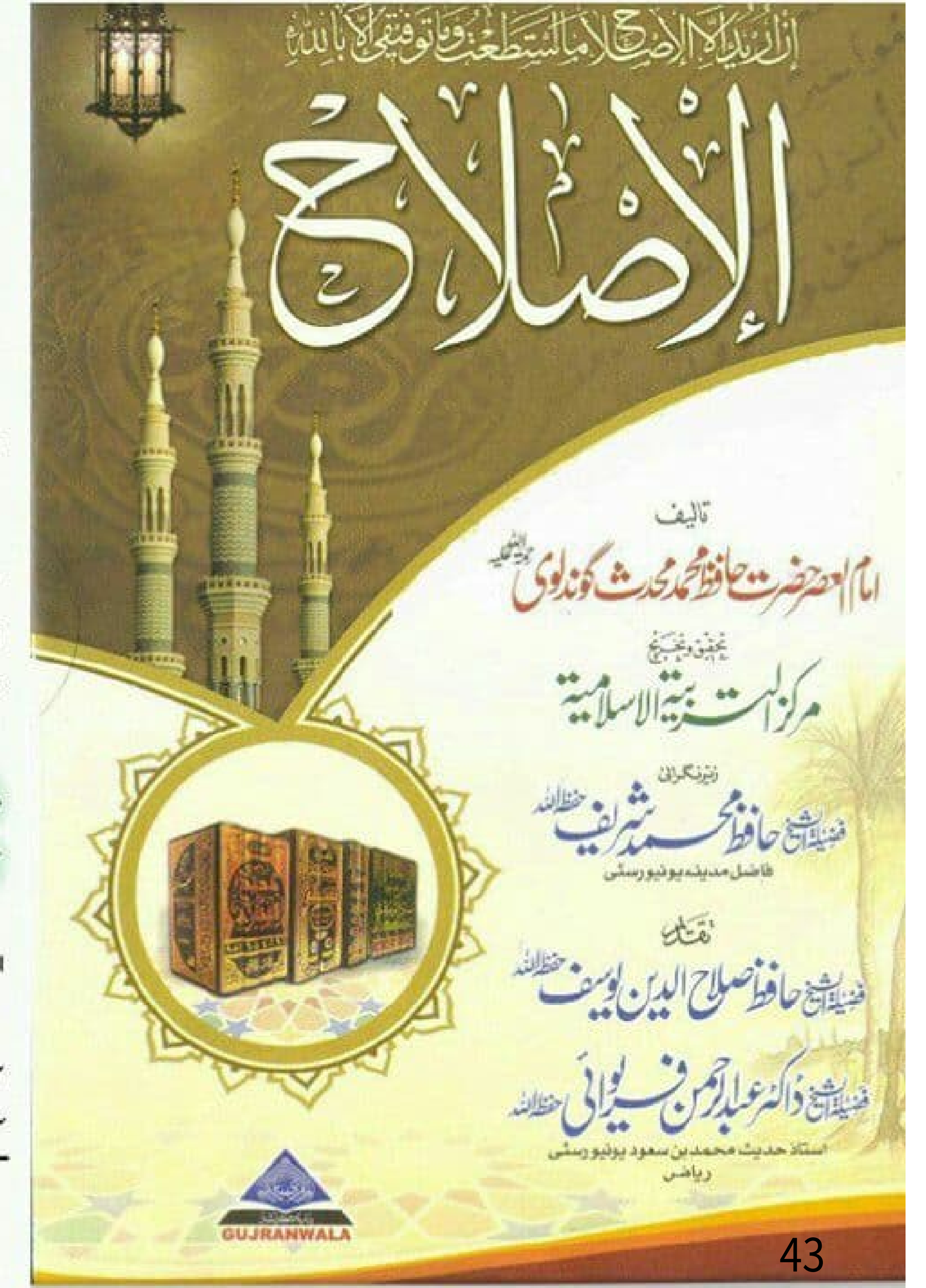
تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ دین میں تین قسم کی تقلید حرام ہے:

۱۔ استحسان تربیت کی وجہ سے تقلید آباء پر اکتفاء کرنا اور قوت فکر اور دلیل کی طرف رجوع نہ کرنا، یعنی قرآن وسنت سے اعراض اور جدی طریق پر جمود۔

۲۔ ایسے شخص کی تقلید کرنا جو قابل اتباع نہیں۔

۳۔ قیام حجت کے بعد بھی سابق طریق پر اڑے رہنا۔

← مبارکپوری (۲/ ۶۷، ۱۰۴) توضیح الکلام از مولانا ارشاد الحق اثری ﷾ (۲/ ۴۹۶، ۶۴۶) شیخ بدیع الدین شاہ راشدی ﷫ نے اس حدیث کی تحقیق پر مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے، جس کا نام انھوں نے "المرآۃ لطرق حدیث من کان لہ إمام فقراءۃ الإمام لہ قراءۃ" رکھا ہے۔



ایک مسئلہ میں ایک امام کی تقلید دوسرے میں دوسرے امام کی تقلید باعث فتنہ ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لوجاز اتباع أی مذهب شاء لأفضی إلی أن یلتقط رخص المذاهب متبعاً هواه، ویتخیر بین التحلیل والتحریم والواجب والجواز، وذلك یؤدی إلی انحلال ربقة التکلیف بخلاف العصر الأول؛ فإنه لم تکن المذاهب الوافیة بأحکام الحوادث مهذبة، فعلی هذا یلزمه أن یجتهد فی اختیار مذهب یقلده علی التعیین" (شرح المهذب، فصل فی آداب المستفتی: ۱/۸۸، دار الفکر بیروت).

"اگر یہ جائز ہوتا کہ جس مذہب کی تقلید کرنی ہے کر سکتے ہیں، تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ نفس و خواہشات کی پیروی میں مختلف مذاہب سے رخصتوں کو تلاش کیا جاتا، تحلیل و تحریم، واجب و جائز میں جو دل کو بھاتا اسی کو اختیار کیا جاتا تو اس طرح شریعت کی پابندی سے بھی آزادی مل جاتی، صحابہ و تابعین کے زمانے میں ایک امام کی تقلید موجودہ شکل میں اس لئے نہیں تھی کہ اس وقت مذاہب پوری طرح منقح نہیں تھے، اب جب کہ مذاہب واضح و منقح ہو گئے اور ماقبل میں ذکر کئے گئے خطرات بھی موجود ہیں اس لئے غیر مجتہد کے لئے لازم ہے کہ کسی مذہب معین کی پیروی کرے"۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ومتی خیرنا المقلدین فی مذاهب الأئمة لینتقوا منها أطیبها عندهم لم یبق مرجع إلا اتباع الشهوات فی الاختیار، وهذا مناقض لمقصد وضع الشریعة"

(الموافقات: ۴/۸۲، المسألة الثالثة فی بیان أن الشریعة کلها ترجع إلی قول واحد فی الفروع، مکتبة محمد علی صبیح أزهر)

"اگر مقلدین کو یہ اختیار ملتا کہ آئمہ کے مذاہب میں سے جس مسئلے کو چاہیں اختیار کر سکتے ہیں تو اس کا حاصل سوائے نفس و خواہشات کی پیروی کے کچھ نہ ہوتا اور یہ مقاصد شرع کے خلاف ہے"۔

علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إن مثل هذه الالتزامات لکف الناس عن تتبع الرخص"

(فیض القدیر: ۱/۴۰۳، مکتبة نزار مصطفی الباز).

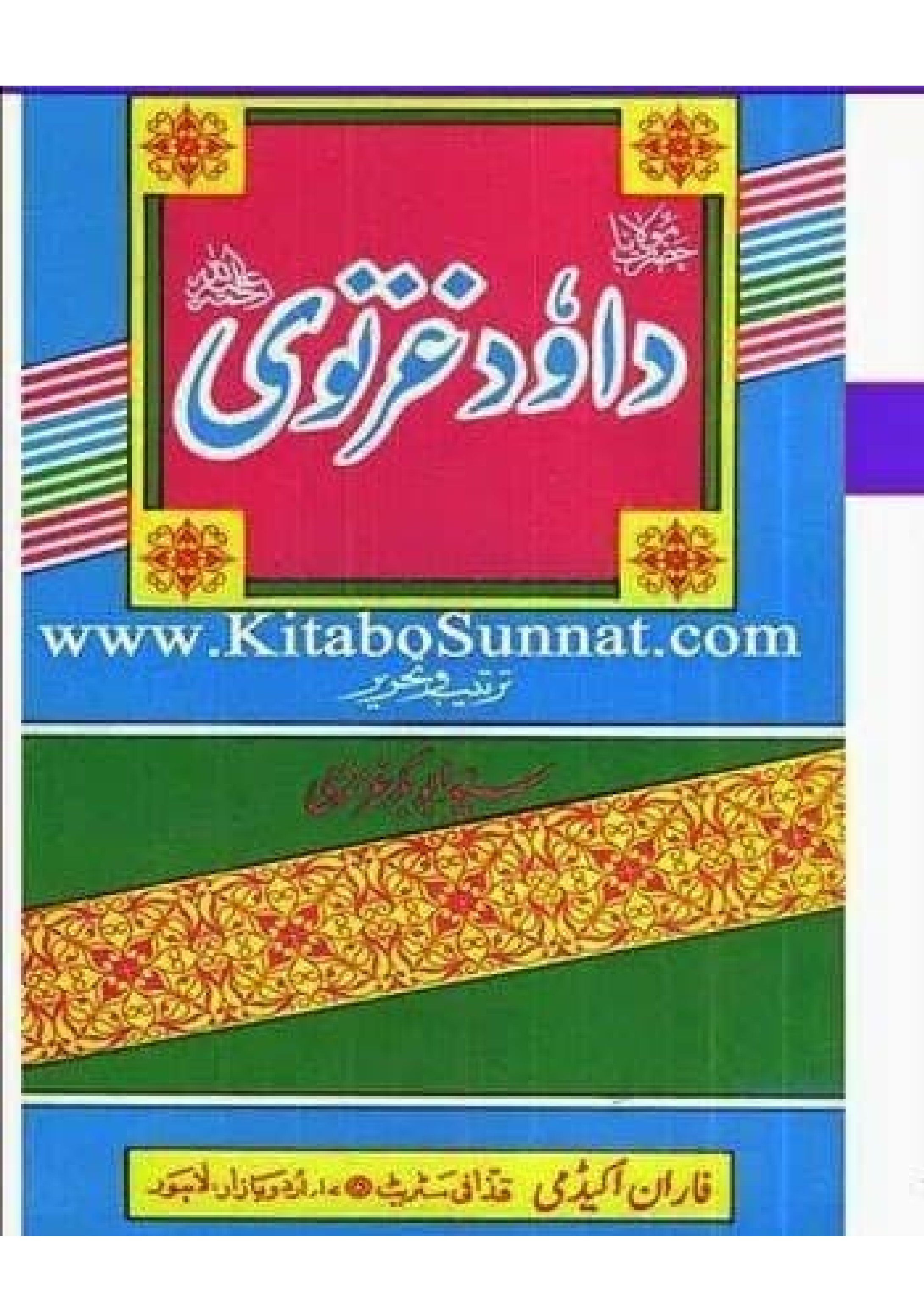
"ایک امام کی تقلید لازم ہے، اس قسم کی پابندیاں اس لئے لگائی گئیں تا کہ لوگ نفس و خواہشات کی پیروی میں رُخص تلاش نہ کرتے پھریں"۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد حکی ابن حزم الإجماع علی أن ذلك [أی تتبع الرخص فی المذاهب] فسق لا یحل" (الموافقات: ۴/۸۴، المسألة الثالثة، مکتبة محمد علی صبیح أزهر).

"علامہ ابن حزم نے اجماع نقل کیا ہے کہ مذہب میں رُخص تلاش کرنا فسق ہے جو کسی صورت جائز نہیں"۔

خلاصہ کلام جب عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ تتبع رُخص حرام ہے اور اس کا دروازہ تقلید شخصی سے ہی بند ہوگا، اس لئے تقلید شخصی واجب ہوگی۔



تقلیدِ ائمہ

فرماتے تھے :

"اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ہم تقلید سے مطلقاً انکار کرتے ہیں اور عوام کو تعلیم دیتے ہیں کہ وہ تفسیر، حدیث اور فقہ سے بے بہرہ ہونے کے باوجود، ائمہ کرام کے اقوال کو ٹھکرا دیا کریں اور بے زمام اور بے مہار ہو کر جو چاہیں کریں، تو وہ صریحاً غلط فہمی میں مبتلا ہے۔"

ان کے فقہی موقف پر ان سے بارہا گفتگو ہوئی۔ وہ فقہائے کرام بالخصوص ائمہ اربعہ کی مساعیِ جمیلہ کو بنظرِ استحسان دیکھتے تھے۔ ایک مضمون میں اپنے فقہی موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"ائمہ دین نے جو دین کی خدمت کی ہے، اُمت قیامت تک ان کے احسان سے عہدہ برا نہیں ہو سکتی۔ ہمارے نزدیک ائمہ دین کے لیے جو شخص دل میں سُوءِ ظن رکھتا ہے یا زبان سے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے، یہ اس کی شقاوتِ قلبی کی علامت ہے اور میرے نزدیک اس کے سوءِ خاتمہ کا خوف ہے۔ ہمارے نزدیک ائمہ دین کی ہدایت و درایت پر اُمت کا اجماع ہے۔"

"اس عاجز نے اپنے والدِ بزرگوار مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ، قدّس اللہ سرہ کے

مجتهدین کا مسلک اختیار کرنا اللہ تعالی کا ایک راز ہے جسے علماء کے دلوں میں ڈال دیا گیا ہے اور انکو اس پر جمع کر دیا ہے چاہے وہ اس راز کا ادراک کریں یا نہ کریں

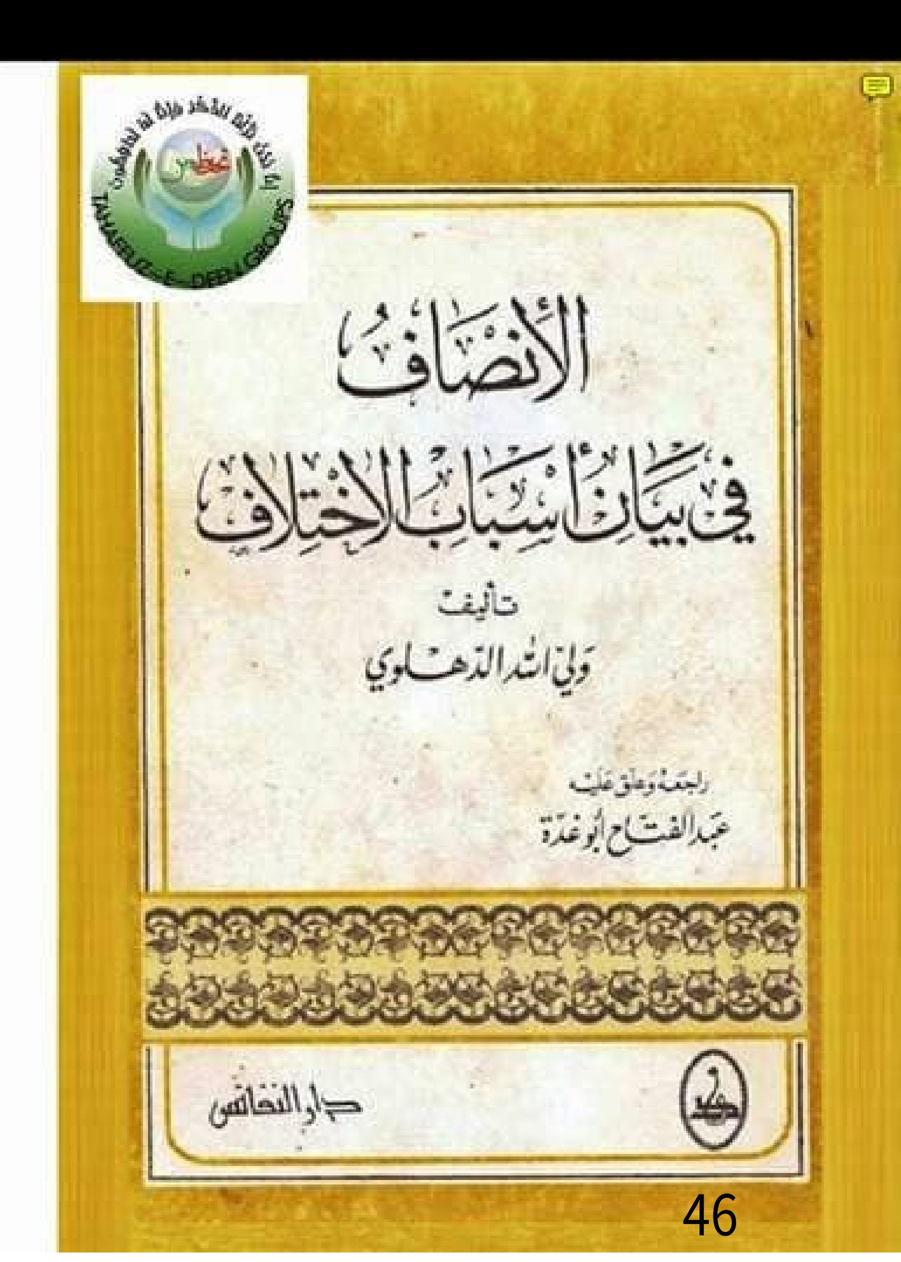
شاہ ولي الله محدث دهلوي رحمه الله

وبالجملة فالتمذهب للمجتهدين سِرٌّ ألهمهُ الله تعالى العلماءَ ، وتبعهم عليه من حيث يشعرون أو لا يشعرون (١) .

ومن شواهد ما ذكرناه كلامُ الفقيه ابنِ زياد الشافعي اليمني في فتاواه ، حيث سُئل عن مسألتين ، أجاب فيهما البُلْقيني بخلاف مذهب الشافعي ، فقال في الجواب : إنك لا تعرف توجيه كلام البُلْقيني ما لم تَعرف درجته في العلم ، فانه إمام مجتهد مطلق منتسِب غيرُ مستقل من أهل التخريج والترجيح ، وأعني بالمنتسب من له اختيار وترجيح يخالف الراجحَ في مذهب الإمام الذي ينتسب إليه . وهذا حالُ كثير من جهابذة أكابر أصحاب الشافعي من المتقدمين والمتأخرين ، وسيأتي ذكرهم وترتيب درجاتهم ، وممن نَظَمَ البُلْقينيَّ في سلك المجتهدين المطلقين المنتسبين تلميذُه الوليُّ أبو زُرْعَة فقال : قلت مرة لشيخنا الإمام البُلْقيني : ما تقصيرُ الشيخ تقي الدين السُّبْكي عن الاجتهاد وقد استكمل اليه ؟ وكيف يقلد ؟ قال ولم أذكره هو ! أي شيخَه البُلْقينيَّ ، استحياءً منه ، لِما أردت أن أرتب على ذلك فسكتَ ، فقلت : فما عندي أنَّ الامتناع من ذلك إلا للوظائف التي قُدِّرت للفقهاء على المذاهب الأربعة ، وأن من خرج عن ذلك واجتهد لم ينله شيء من ذلك ، وحُرِمَ ولاية القضاء ، وامتنع الناس من استفتائه ونُسب إليه البدعة فتبسم ووافقني على ذلك (انتهى) قلت : أما أنا فلا أعتقد

---

(١) هذا رأي للمؤلف فيه نظر .



جو باتیں کر کے یہ وکٹورین ائمہ اربعہؒ سے بدگمان کرتے ہیں
وہی جب ان مردودں کے ساتھ ہوتا ہے تو انہیں کتنی تکلیف ہوتے ہے ملاحظہ کیجئے

فرقہ اہل حدیث کے بانی میاں نذیر حسن دہلوی صاحب اپنے (حنفی) استاد کے حوالے سے کوئی بات بیان کرتے اس پر کوئی آذار طبع طالب علم (وکٹورین) کہہ دیتا کہ حضرات کا کہنا سند نہیں ہو سکتا جب تک قرآن و حدیث سے سند نہ دی جائے۔ تو میاں صاحب بہت خفا ہو کر فرماتے **"مردود"** کیا یہ حضرات گھس کٹے تھے ایسی ہی اڑان گھائی اڑاتے تھے۔



۱۶۶

اپنے وطن اور صوبہ بہار کا تذکرہ کرتے لڑکپن کے قصے۔

آپ کا برتاؤ اپنے اہل وطن بہار والوں کے ... صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برتاؤ مہاجرین وقریش کے ... ان لوگوں کی خاطر تواضع مدارات میں ذرہ برابر ... غربلا اور طلبہ جو یہاں سے دہلی گئے اُن کا ٹھکانا آ ... اِس سیر چشمی، فراخ حوصلگی، اور دریا دلی سے اُن ... نظیر غالباً بمشکل بھی مل نہیں سکتی۔ یہ لوگ جو آرام ... کھلاتے وہ شائد ہی کسی اَور سے بن پڑتا۔

اہل دہلی بطور طنز کبھی اس مدارات پر کچھ خراب ... وہی نظیر نبویؐ کی طرف اشارہ کر دیتے جو برتاؤ آپ ...

اہل وطن کے ساتھ کیا برتاؤ تھا

اساتذہ کا ادب

میاں صاحب اپنے اساتذہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ جناب مولانا شاہ عبدالعزیز جناب مولانا شاہ محمد اسحٰق قدس سرہم اور اُن کے خاندان کا بہت ادب کرتے اکثر قرآن و حدیث کے ترجمے کے موقع پر فرماتے مجھ سے اِس کا مقرانی ترجمہ سنو جو ہمارے بزرگوں سے سینہ بسینہ چلا آتا ہے۔ اور بیان مسائل میں بھی اُنھیں بزرگوں کے اقوال سے سند لاتے اور فرماتے "ہمارے حضرات یوں فرماتے ہیں"۔ اِس پر کوئی آزاد طبع طالب علم اگر کہہ دیتا کہ حضرات کا کہنا سند نہیں ہو سکتا جب تک قرآن و حدیث سے سند نہ دی جائے۔ تو بہت خفا ہو کر فرماتے مردود، کیا یہ حضرات گھس کٹے تھے ایسی ہی اُڑان گھائی اُڑاتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رحیم آباد سے **میاں صاحب** گاڑی پر ریلوے اسٹیشن وینی آ رہے تھے اور مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب علیہ الرحمۃ آروی ہمراہ تھے رستہ میں مولانا مرحوم نے **میاں صاحب** سے لباس مستورات کی نسبت پوچھا ساری پہننا عورتوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ **میاں صاحب** نے جواب دیا۔ ہمارے حضرات جائز کہتے تھے۔ مولانا مرحوم نے عرض کیا حضرات کا

مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب کا واقعہ

میاں صاحب اپنے اساتذہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ جناب مولانا شاہ عبدالعزیز جناب مولانا شاہ محمد اسحٰق قدس سرہم اور اُن کے خاندان کا بہت ادب کرتے اکثر قرآن و حدیث کے ترجمے کے موقع پر فرماتے مجھ سے اِس کا مقرانی ترجمہ سنو جو ہمارے بزرگوں سے سینہ بسینہ چلا آتا ہے۔ اور بیان مسائل میں بھی اُنھیں بزرگوں کے اقوال سے سند لاتے اور فرماتے "ہمارے حضرات یوں فرماتے ہیں"۔ اِس پر کوئی آزاد طبع طالب علم اگر کہہ دیتا کہ حضرات کا کہنا سند نہیں ہو سکتا جب تک قرآن و حدیث سے سند نہ دی جائے۔ تو بہت خفا ہو کر فرماتے مردود، کیا یہ حضرات گھس کٹے تھے ایسی ہی اُڑان گھائی اُڑاتے تھے۔

حافظ ابن عبد البر المالکیؒ (المتوفی : ٤٦٣ھ) فرماتے ہیں : ''علماء کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ عام لوگوں پر علماء کی تقلید لازم ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد : {پس سوال کرو اہل الذکر سے اگر تم کو علم نہیں}۔ سے علماء ہی مراد ہیں، اور علماء کا اس امر (بات) پر اجماع ہے کہ نابینا شخص پر جب قبلہ کی تعین میں اختلاف ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ غیر کی جس (کے علم و صداقت) پر اعتماد ہو عمل کرے جو اسے قبلہ کی تمیز کرا سکے سو اسی طرح جس شخص کو دینی امور میں علم و بصیرت نہ ہو اس پر لازم ہے کہ وہ عالم کی تقلید کرے''۔

عثمان وسعيد بن خمير قالا : نا يونس بن عبد الأعلىٰ ، ثنا سفيان بن عيينة قال :

« اضطجع ربيعة مقنعاً رأسه وبكىٰ ، فقيل له : ما يبكيك ؟ فقال : رياء ظاهر وشهوة خفيَّة ، والناس عند علمائهم كالصبيان في حجور أمهاتهم ، ما نهوهم عنه انتهوا وما أمروهم به ائتمروا » .

١٨٨٦ - وقال أيوب رحمه الله :

« ليس تعرف خطأ معلِّمك حتىٰ تجالس غيره » .

١٨٨٧ - وقال [عبد الله][١] بن المعتز :

« لا فرق بين بهيمة تُقادُ وإنسانٌ يقلِّدُ » .

وهذا كله لغير العامَّة ، فإن العامة لا بد لها من تقليد علمائها عند النازلة تنزل بها لأنها لا تتبيَّن موقع الحجَّة ولا تصل - لعدم الفهم - إلىٰ عِلْم ذلك ، لأن العلم درجات لا سبيل منها إلىٰ أعلاها إلَّا بنيل أسفلها ، وهذا هو الحائل بين العامة وبين طلب الحجة والله أعلم .

ولم يختلف العلماء أن العامة عليها تقليد علمائها ، وأنهم المرادون بقول الله عز وجل : ﴿ **فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون** ﴾ [النحل : ٤٣] ، وأجمعوا علىٰ أن الأعمىٰ لا بد له من تقليد غيره ممن يثق بميزه بالقِبلة إذا أشكلت عليه ، فكذلك من لا علم له ولا بصر بمعنىٰ ما يدين به لا بد له من تقليد عالِمِه ، وكذلك لم يختلف العلماء أن العامة لا يجوز لها الفتيا وذلك والله أعلم لجهلها بالمعاني التي منها يجوز التحليل والتحريم والقول في العلم .

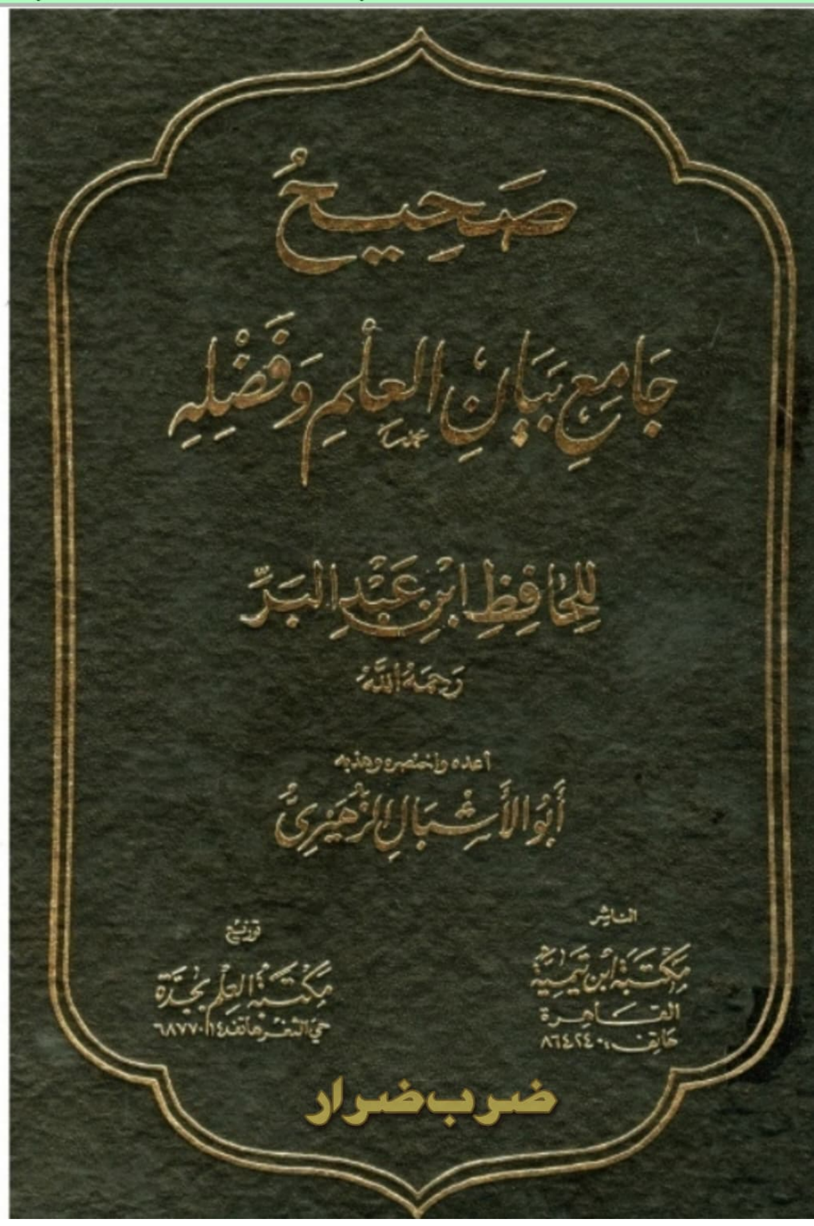
= ✵ وربيعة هو : ابن أبي عبد الرحمٰن ، أبو عثمان المدني ، المعروف بربيعة الرأي ، الفقيه المشهور .

مات سنة ١٣٦ هـ .

✵ ✵ ✵

(١) في ط : عبيد الله ، والصواب ما أثبتناه من الأصل .

— ٩٨٩ —



دو قسم ہیں: سمعی اور عقلی تو سمعیات اور عقلیات میں غور و فکر نہ کرنے پر حسرت کریں گے۔

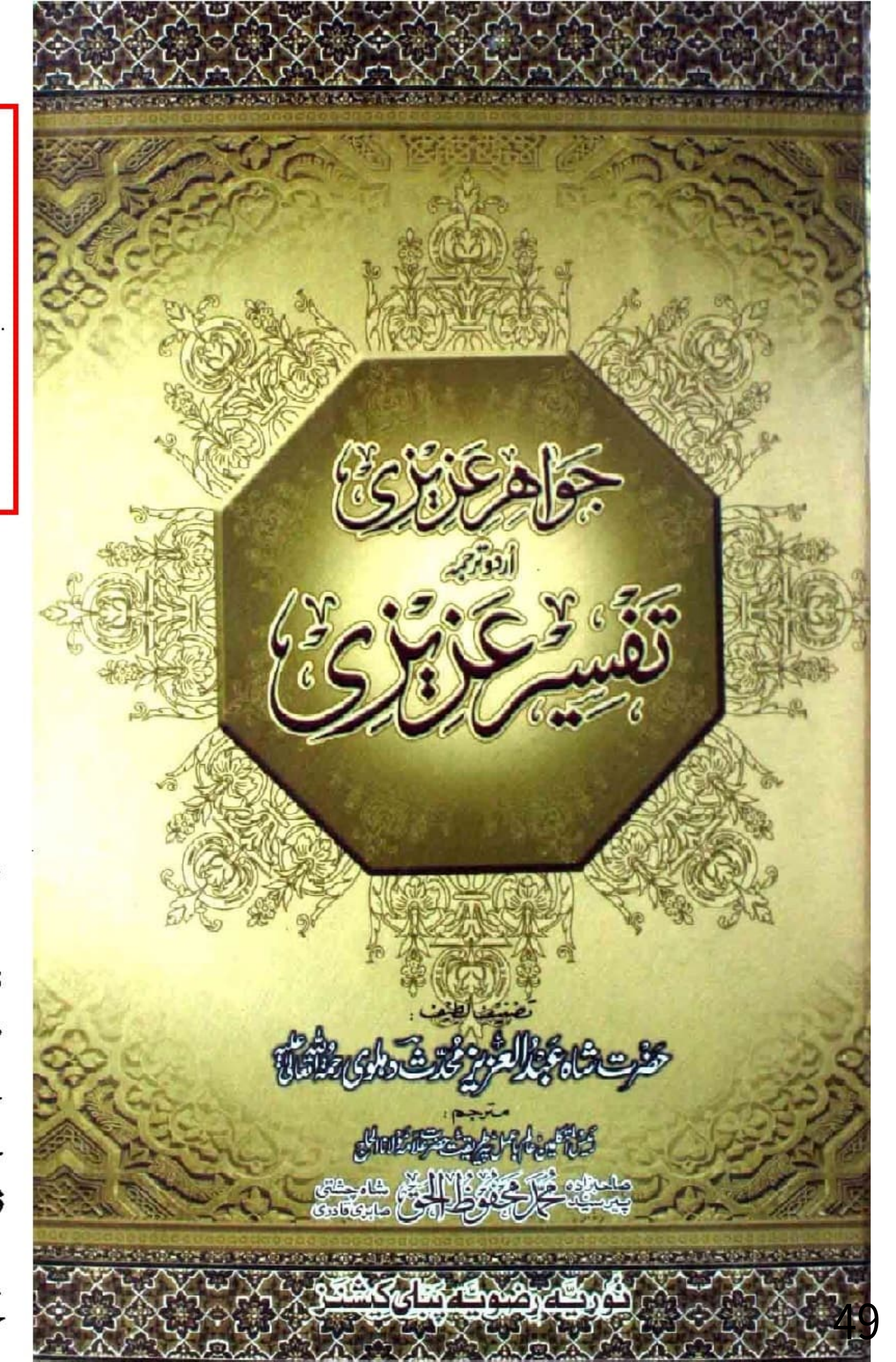
اور بعض مفسرین نے سمع کو تقلید پر اور عقل کو تحقیق و اجتہاد پر محمول فرمایا ہے کہ دونوں نجات کی راہیں ہیں اور صاحب کشاف نے کہا ہے کہ ومن بدع التفاسیر ان المراد لو کنا علی مذهب اهل الحدیث او مذهب اصحاب الرای ما کنا فی جهنم اس کے بعد معتزلی ہونے کے تعصب کی بناء پر اس تفسیر کو باطل کرنے میں بہت فضول باتیں کی ہیں جو کہ سب تعصب اور ناانصافی پر مبنی ہیں اس قابل نہیں ہیں کہ علماء ان باتوں کی طرف متوجہ ہوں۔ الختصر ان کفار نے موت کے بعد اس وقت ڈرانے والوں سے عبرت پکڑی اور اپنے گمراہ ہونے کا اقرار کیا۔

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ پس اپنے گناہ کے قائل ہوئے کہ ہم نے بلاوجہ انبیاء علیہم السلام اور واعظوں کا انکار کیا اور معجزات اور مضبوط دلائل کی طرف سے روگردانی کی اور ہم عقل کے تقاضوں سے دُور رہے لیکن اس وقت ڈرنا اور قائل ہونا انہیں مفید نہیں ہوگا۔

فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ تو اس وقت دُور گرنا اور دُور رہنا ہے' آگ والوں کے لیے نجات' چھٹکارا پانے' اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور رحمتِ رحمانیہ سے' اس ڈرنے اور اقرار کرنے کی وجہ سے بحر رحمت ہرگز جوش میں نہیں آئے گا اور ان کے گناہ بخشے نہیں جائیں گے۔ ہاں!

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ تحقیق وہ لوگ جو غائبانہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں' دوزخ کا عذاب دیکھے بغیر اور اس کی تیز آوازیں سنے بغیر اور دوزخ کے موکلوں کی ڈانٹ ڈپٹ کے بغیر کہ ان کاموں کی ابتدا موت کے وقت اور بدن سے روح کے جدا ہونے سے ہوتی ہے اور اگرچہ وہ خواہشِ نفسانی اور غضب نفسانی کے غلبے کی وجہ سے بُرے اعمال کے مرتکب ہوئے تھے لیکن ڈرنے کے وقت جو ڈر کہ وہ رکھتے تھے اور وہ ڈر بُرائی کے ارتکاب کے بعد انہیں ندامت اور شرمساری کا موجب ہوتا تھا۔

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کے لیے بخشش ہے' ان گناہوں کی جو انہوں نے شہوت اور غضب کے غلبہ کی وجہ سے کیے۔



علامہ آلوسیؒ بغدادیؒ فرماتے ہیں: "اور اس آیت میں اس بات پر بھی استدلال کیا گیا ہے کہ جس چیز کا علم اسے خود نہ ہو اس میں علماء سے رجوع کرنا واجب ہے۔ اور علامہ جلال الدین السیوطیؒ "الإکلیل" میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ عام آدمیوں کے لئے فروعی مسائل میں تقلید جائز ہے"۔ (تفسیر روح المعانی: ج ۱۴، ص ۱۴۸)

رسلا إلى الملائكة أو إلى الانبياء عليهم السلام لا للدعوة العامة وهو المدعى كما علمت فالرسول إما بالمعنى المصطلح أو بالمعنى اللغوي ، وقال الجبائي: إن الملائكة عليهم السلام لم يبعثوا إلى الانبياء عليهم السلام الاعتلين بصور الرجال ورد بما روى أن نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم رأى جبريل عليه السلام على صورته التي هو عليها مرتين، وهو وارد على الحصر المقتضى للعموم فلا يرد عليه أنه لا دلالة فيما روى على رؤية من قبل نبينا عليه الصلاة والسلام لجبريل عليه السلام على صورته مع أنه إذا ثبت ذلك للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولم يثبت أنه من خصوصياته عليه الصلاة والسلام فلا مانع من ثبوته لغيره قاله الشهاب ، وذكر أنه نقل الامام عن القاضي أن مراد الجبائي أنهم لم يبعثوا إلى الانبياء عليهم الصلاة والسلام بحضرة اممهم الاوهم على صور الرجال كما روى أن جبريل عليه السلام حضر عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بمحضر من أصحابه في صورة دحية الكلبي وفي صورة سراقة وفي صورة أعرابي لم يعرفوه . واستدل بها أيضا على وجوب المراجعة للعلماء فيما لا يعلم •

وفي الاكليل للجلال السيوطي أنه استدل بها على جواز تقليد العامي في الفروع وانظر التقييد بالفروع فان الظاهر العموم لاسيما إذا قلنا إن المسئلة المأمورين بالمراجعة فيها والسؤال عنها من الاصول، ويؤيد ذلك مانقل عن الجلال المحلي أنه يلزم غير المجتهد عاميا كان أو غيره التقليد للمجتهد لقوله تعالى: (فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون) والصحيح أنه لا فرق بين المسائل الاعتقادية وغيرها وبين أن يكون المجتهد حيا أو ميتا اه •

وصحح هو وغيره امتناع التقليد على المجتهد مطلقا سواء كان له قاطع أولا وسواء كان مجتهدا بالفعل أو له أهلية الاجتهاد، ومقتضى كلامهم انه لا فرق بين تقليد أحد أئمة المذاهب الأربع وتقليد غيره من المجتهدين . نعم ذكر العلامة ابن حجر. وغيره أنه يشترط في تقليد الغير أن يكون مذهبه مدونا محفوظ الشروط والمعتبرات فقول السبكي : إن مخالف الأربعة كمخالف الاجماع محمول على مالم يحفظ ولم تعرف شروطه وسائر معتبراته من المذاهب التي انقطع حملتها وفقدت كتبها كمذهب الثوري . والأوزاعي . وابن أبي ليلى . وغيرهم ، ثم إن تقليد الغير بشرطه إنما يجوز في العمل وأما للافتاء والقضاء فيتعين أحد المذاهب الأربع ، واستشكل الفرق العلامة ابن قاسم العبادي ، وأجيب بأنه يحتمل أن يكون الفرق أنه يحتاط فيهما لتعديهما ما لا يحتاط في العمل فيترك لأدنى محذور ولو محتملا، ونظير ذلك ماذكره بعض الشافعية في القولين المتكافئين أنه لا يفتي ولا يقضي بكل منهما لاحتمال كونه مرجوحا ويجوز العمل به ؛ وذكر الامام أن من الناس من جوز التقليد للمجتهد لهذه الآية فقال: لما لم يكن أحد المجتهدين عالما وجب عليه الرجوع إلى المجتهد العالم لقوله تعالى : (فاسألوا) الآية فان لم يجب فلا أقل من الجواز ، وأيد ذلك بأن بعض المجتهدين نقلوا مذاهب بعض الصحابة وأقروا الحكم عليها ، والصحيح ماسمعت أولا، وماذكر ليس بتقليد بل هو من باب موافقة الاجتهاد الاجتهاد . واحتج بها أيضا نفاة القياس فقالوا: المكلف إذا نزلت به واقعة فان كان عالما بحكمها لم يجز له القياس وإلا وجب عليه سؤال من كان عالما بها بظاهر الآية ولو كان القياس حجة لما وجب عليه السؤال لاجل أنه يمكنه استنباط ذلك الحكم بالقياس، فثبت أن تجويز العمل بالقياس يوجب ترك العمل بظاهر الآية فوجب أن لا يجوز . وأجيب بانه ثبت جواز العمل بالقياس باجماع الصحابة والاجماع أقوى من هذا الدليل •

وقال بعضهم : إذا كان المكلف ممن يقدر على القياس كان ممن يعلم فلا يجب عليه السؤال فتأمل •

﴿ بِالْبَيِّنَٰتِ وَالزُّبُرِ ﴾ أي بالمعجزات والكتب، والأولى للدلالة على الصدق، والثانية لبيان الشرائع والتكاليف

رُوحُ المَعَانِي

في

تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني

لخاتمة المحققين وعمدة المدققين مرجع أهل العراق
ومفتي بغداد العلامة أبي الفضل
شهاب الدين السيد محمود الالوسي البغدادي
المتوفى سنة ١٢٧٠ هـ سقى الله ثراه
صيب الرحمة وأفاض عليه سجال
الاحسان والنعمة آمين

الجزء الرابع عشر

عنيت بنشره وتصحيحه والتعليق عليه للمرة الثانية باذن من ورثة المؤلف بخط وإمضاء علامة العراق
﴿ المرحوم السيد محمود شكري الألوسي البغدادي ﴾

إدارة الطباعة المنيرية
دار
إحياء التراث العربي
بيروت - لبنان

مصر : درب الاتراك رقم ١

علامہ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ”اس آیت میں اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ عام آدمیوں کے لئے فروعی مسائل میں تقلید جائز ہے“۔ (الاکلیل فی استنباط التنزیل: ۱۳۹)

قوله تعالى (إنما قولنا لشيء إذا أردناه) الاية ، استدل بها المعتزلة على أن المعدوم يسمى شيئا

قوله تعالى (فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون) استدل به على جواز التقليد في الفروع للعامي .

قوله تعالى (وأنزلنا إليك الذكر لتبين للناس) استدل به من منع تخصيص السنة بالكتاب أو نسخها أو بيانها به لأنه قصر البيان عليه فلا يكون الكتاب مبينا .

قوله تعالى (وإن لكم في الأنعام لعبرة) الاية ، استدل به على طهارة لبن المأكول وإباحة شربه .

قوله تعالى (ومن ثمرات النخيل) الاية ، أخرج ابن أبي حاتم من طريق العوفي عن ابن عباس قال السكر النبيذ وهو منسوخ بآية المائدة ، وأخرج ابن مردويه من طريق العوفي عنه قال السكر الخل بلسان الحبشة ، قال ابن الفرس ويدل أيضا على جواز التخليل لإطلاق لفظ الاتخاذ .

قوله تعالى (وأوحى ربك إلى النحل أن اتخذي من الجبال بيوتا ومن الشجر) قال ابن الفرس يدل على جواز اتخاذ النحل وإن أضرت بالشجر لأن الله تعالى أباح لها السرح في كل الثمرات وذلل لها السبل .

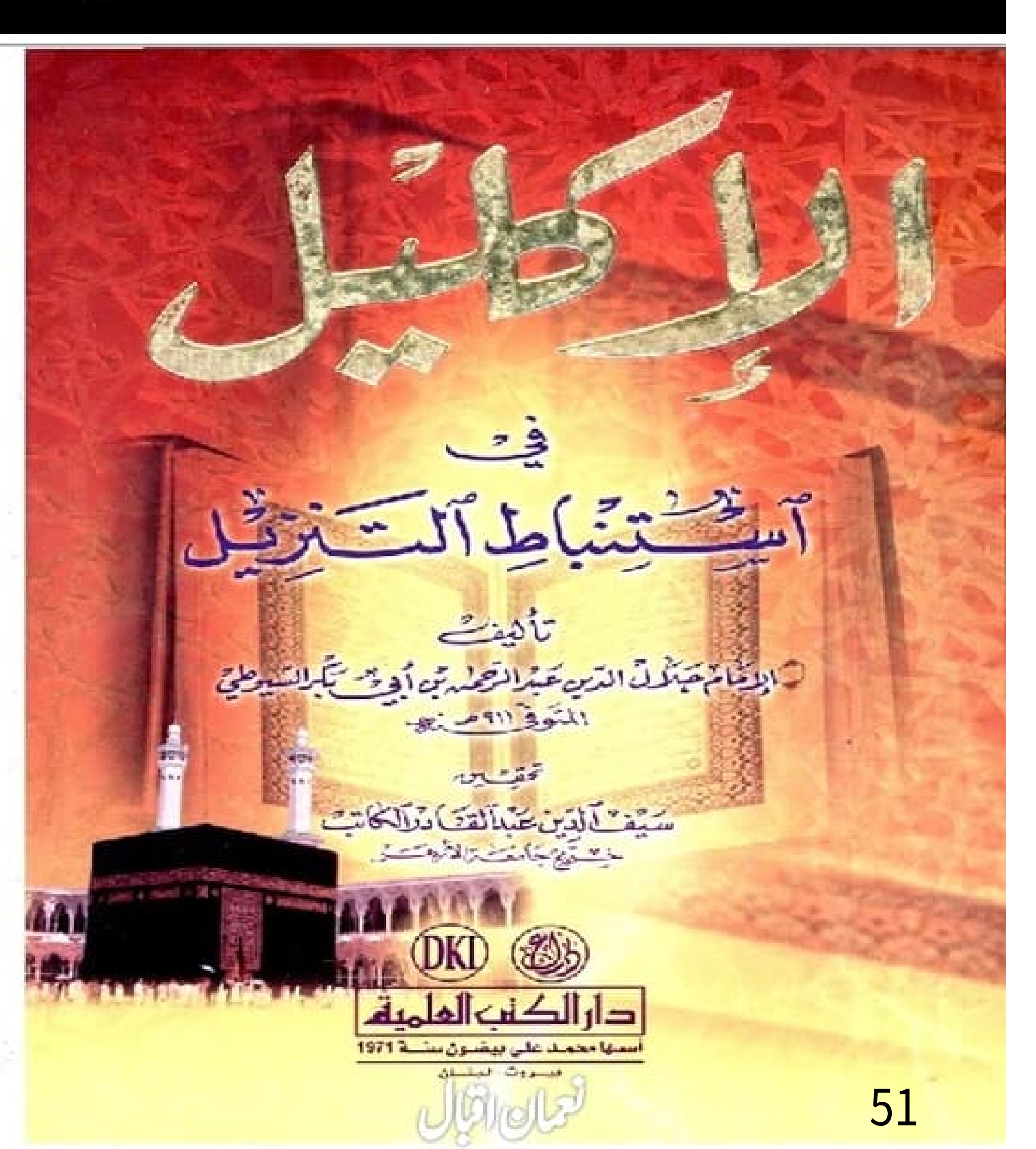
قوله تعالى (فيه شفاء للناس) أصل في الطب .

قوله تعالى (والله جعل لكم من أنفسكم أزواجا) قال ابن العربي فيه رد على من أجاز نكاح الجن .

قوله تعالى (عبداً مملوكا لا يقدر على شيء) استدل به الشافعي على أن العبد لا يملك الطلاق أيضا وأن طلاقه بيد سيده ، أخرج ابن أبي حاتم عن ابن عباس ، ليس للعبد طلاق إلا بإذن سيده وقرأ هذه الاية .

قوله تعالى (والله أخرجكم من بطون أمهاتكم لا تعلمون شيئا) استدل به على أن الأصل في الناس الجهل فلا يجوز استفتاء رجل غير مشهور بالعلم حتى يبحث عن علمه ومن ادعى جهل شيء كان القول قوله لموافقته للأصل .

قوله تعالى (وجعل لكم من جلود الأنعام) الاية ، استدل بها على طهارة



وذهب بعض القدرية[1] إلى أن العامة يلزمهم النظر في الدليل في الفروع -أيضاً-[2].

وهو باطل بإجماع الصحابة؛ فإنهم كانوا يفتون العامة، ولا يأمرونهم بنيل درجة الاجتهاد. وذلك معلوم على الضرورة والتواتر من علمائهم وعوامهم.

ولأن الإجماع منعقد على تكليف العامي الأحكام، وتكليفه رتبة الاجتهاد يؤدي إلى انقطاع الحرث، والنسل، وتعطيل الحِرَف، والصنائع، فيؤدي إلى خراب الدنيا.

ثم ماذا يصنع العامي إذا نزلت به حادثة إن لم يثبت لها حكم إلى أن يبلغ[3] رتبة الاجتهاد، فإلى متى يصير مجتهداً؟ ولعله لا يبلغ ذلك أبداً فتضيع الأحكام.

فلم يبق إلا سؤال العلماء، وقد أمر الله -تعالى- بسؤال العلماء في قوله تعالى[4]: ﴿ فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا[5] تعلمون ﴾[6]

قال أبو الخطاب[1]:-

ولا يجوز التقليد في أركان الإسلام الخمس ونحوها مما اشتهر، ونقل نقلاً تواتراً؛ لأن العامة شاركوا العلماء في ذلك، فلا وجه للتقليد[2].

---

(١) هم بعض معتزلة بغداد كما ذكر ذلك أبو الخطاب في التمهيد (٣٩٩/٤).

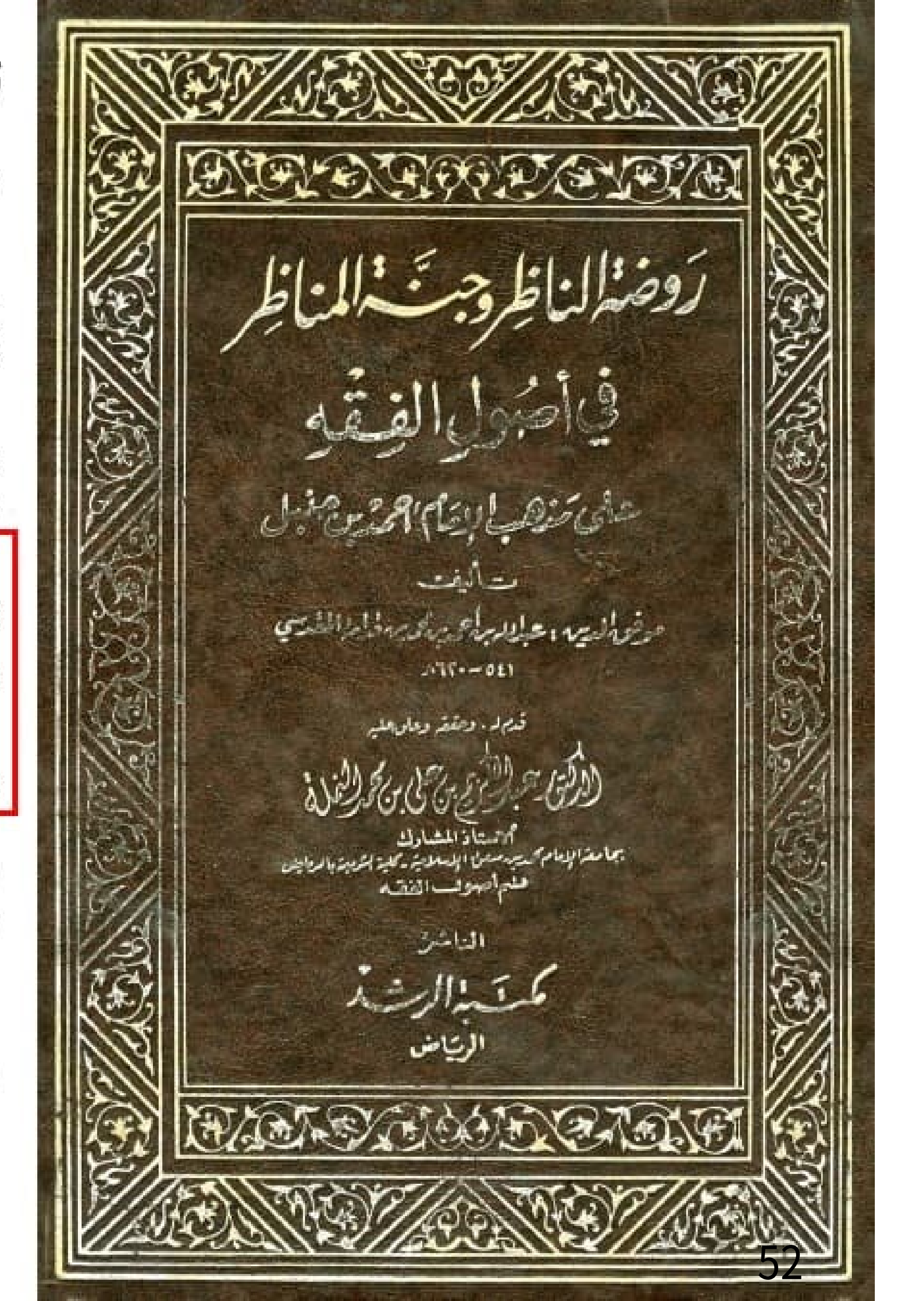
(٢) انظر المعتمد (٩٥٤/٢)، التمهيد لأبي الخطاب (٣٩٩/٤)، حاشية العطار (٤٣٣/٢)، الإحكام للآمدي (١٩٧/٤)، مختصر ابن الحاجب (٣٠٦/٢)، المسودة (ص٤٥٨)، تيسير التحرير (٢٤٦/٤)، المستصفى (٣٨٩/٢).

(٣) آخر الورقة (١٣٨) من «ص».

(٤) آخر الورقة (١٦٠) من «ب».

(٥) آخر الورقة (١٩٩) من «هـ» وهو آخر ما كتب فيها، والباقي ساقط منها.

(٦) النحل آية (٤٣).



غیر مقلدین کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کرنے والا فتوی؛

ابن تیمیہ لکھتے ہیں ہیں کہ اگر مقلد کو علم ہو کہ جسکی تقلید کر رہا ہے وہ راہ راست پر ہے تو اسکی تقلید واجب ہے جیساکہ رسول اللہ علیہ السلام کی تقلید اور اجماع کی تقلید (مجموع الفتاوی ۱۴/ ۲۰)

اس فتوی کے تناظر میں تقلید کو شرک کہنے والا گمراہ فرقہ اہلحدیث اپنا انجام خود سوچ لے؟؟

أما الأول فإن التقليد المذكور لا يفيد علماً ؛ فإن المقلد يجوز أن يكون مقلده مصيبا ؛ ويجوز أن يكون مخطئاً وهو لا يعلم أمصيب هو أم مخطئ ؟ فلا تحصل له ثقة ولا طمأنينة فإن علم أن مقلده مصيب

كتقليد الرسول أو أهل الإجماع فقد قلده بحجة ، وهو العلم بأنه عالم ، وليس هو التقليد المذكور ، وهذا التقليد واجب

قال شيخنا العلامة إبراهيم اللقاني رحمه الله تعالى[١]: «وقول القرافي[٢] في الإحكام: «المشهور من[٣] مذهب مالك[٤] امتناع التقليد» لا[٥] معوّلَ عليه»[٦]. انتهى.

ونهي الشافعي[٧] عن تقليده وتقليد غيره، إنما هو لمن بلغ رتبة الاجتهاد[٨].

= وفرق بعض أهل العراق فيما يخصه فيجوز دون ما يفتى به. وذهب محمد بن الحسن إلى جواز تقليد الأعلم لا تقليد المساوي والأدون.
ينظر: الفصول في الأصول ٤/ ٢٨٤، [illegible] ول ٢/ ٧٣٠، شرح تنقيح الفصول ص٤٤٣، الفقيه والمتفقه ٢/ ١٣٥، الوصول [illegible] ٣٦٦، نهاية السول ٢/ ١٠٥٠، التبصرة ص٤١٢، العدة ٤/ ٢٢٩، التمهيد في [illegible] ٤٠٨، شرح الكوكب المنير ٤/ ٥١٥.

(١) هو: إبراهيم بن إبراهيم بن حسن [illegible] الأمداد، برهان الدين، الشيخ العلامة محقق فقيه متكلم، وفاته سنة اثنتين [illegible] ين وألف، وقيل: إحدى وأربعين، له: «جوهرة التوحيد» و«بهجة المحافل» وغيرهما.
ينظر: [illegible]

(٢) أحم[illegible] ي شهاب الدي[illegible] مائة، له: نفائ[illegible]
ينظر[illegible]

(٣) في [illegible]

(٤) مالك[illegible] عبد الله، شيخ[illegible] ين، وفاته سنة [illegible]
ينظر[illegible]

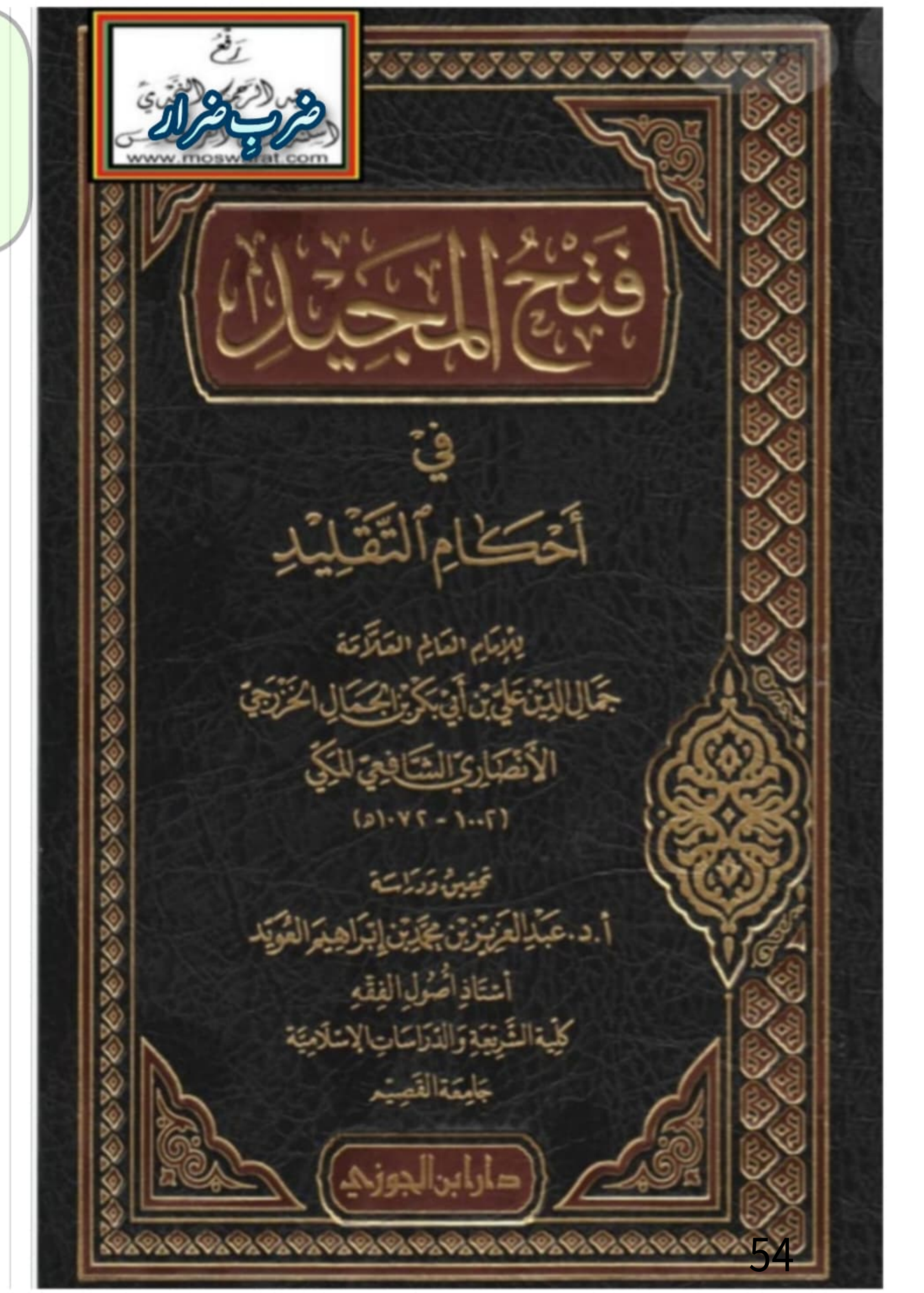
(٥) في [illegible]

(٦) قال ال[illegible] على أنه لا يجوز له التقليد، وهو مذهب مالك ﷺ» تنقيح الفصول مع شرحه له ص٤٤٣.

(٧) محمد بن إدريس بن العباس بن عثمان بن شافع الهاشمي القرشي المطلبي أبو عبد الله، بارع في اللغة والفقه والقراءات، أحد الأئمة الأربعة المتبوعين، وفاته سنة أربع ومائتين، له الرسالة والأم وغيرهما.
ينظر: تاريخ بغداد ٢/ ٥٦، سير أعلام النبلاء ١٠/ ٥.

(٨) اشتهرت عن الأئمة الأربعة ـ أبي حنيفة ومالك والشافعي وأحمد رحمهم الله ـ المقولات الناهية عن تقليدهم. =

امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ کا اپنی تقلید
سے منع کرنا اس شخص کے لیے ہے
جو اجتہاد کے رتبہ پر پہنچا ہوا ہو۔



جو اجتہاد مطلق کے درجے کو نہ پہنچا ہو اس پر تقلید شخصی واجب ہے۔

اعلم أن حقيقة التقليد[1] هو اعتقاد قول الغير من غير معرفة دليله التفصيلي والعمل به[2].

وأنه يجب التقليد؛ أي: التزام مذهب معين[3] على كل من لم يبلغ رتبة

(1) التقليد في اللغة: من قلده تقليداً إذا جعل القلادة في عنقه. يقول الجوهري: قلدت المرأة فتقلدت؛ أي: وضعت القلادة في عنقها. ومنه التقليد في الدين وتقليد الولاة الأعمال.

ينظر: القاموس المحيط ١٠/٣٢٩، الصحاح ٢/٥٣٧، تاج العروس ٢/٥٣٧.

(2) اختلفت عبارات الأصوليين في تعريف التقليد بناء على اختلافهم في حقيقته هل هو قبول قول القائل وأنت لا تعلم من أين قاله؛ أي: من كتاب أو سُنَّة أو قياس، أو قبول القول من غير حجة تظهر على قوله؟

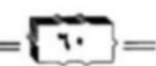
فالقائلون بالأول يعرِّفون بمثل: قَبولُ قولِ القائل وأنتَ لا تَعرِفُ من أين قاله وهو تعريف القفال، ومنه تعريف المرداوي: «أخذُ مذهب الغير بلا معرفةِ دليله»، ومن جعل حقيقة التقليد قبول القول من غير حجة تظهر عرَّفه بمثل: «قَبُول قولِ الغير من غير حجةٍ»، ومنه تعريف الآمدي: «العمل بقول الغير من غير حجة ملزمة»، وبنوا على الخلاف في التعريف القول في مسائل في التقليد كمسألة الرجوع لقول النبي ﷺ هل يكون تقليداً؟ وكمسألة رجوع العامي إلى قول المفتي إذا بيَّن دليل المسألة هل يكون تقليداً؟

ينظر: الإحكام في أصول الأحكام ٤/٢٢٧، الحدود، للباجي ص٦٤، التعريفات ص٦٤، المنخول ص٤٧٢، الفقيه والمتفقه ٢/٦٦، التلخيص في أصول الفقه ٣/٤٢٤، شرح مختصر الروضة ٣/٦٥٢، الفوائد شرح الزوائد ٢/١٢٠٣، البحر المحيط ٤/٥٥٤، التحبير شرح التحرير ٨/٤٠١١، شرح الكوكب المنير ٤/٥٢٩، تيسير التحرير ١/٣٥.

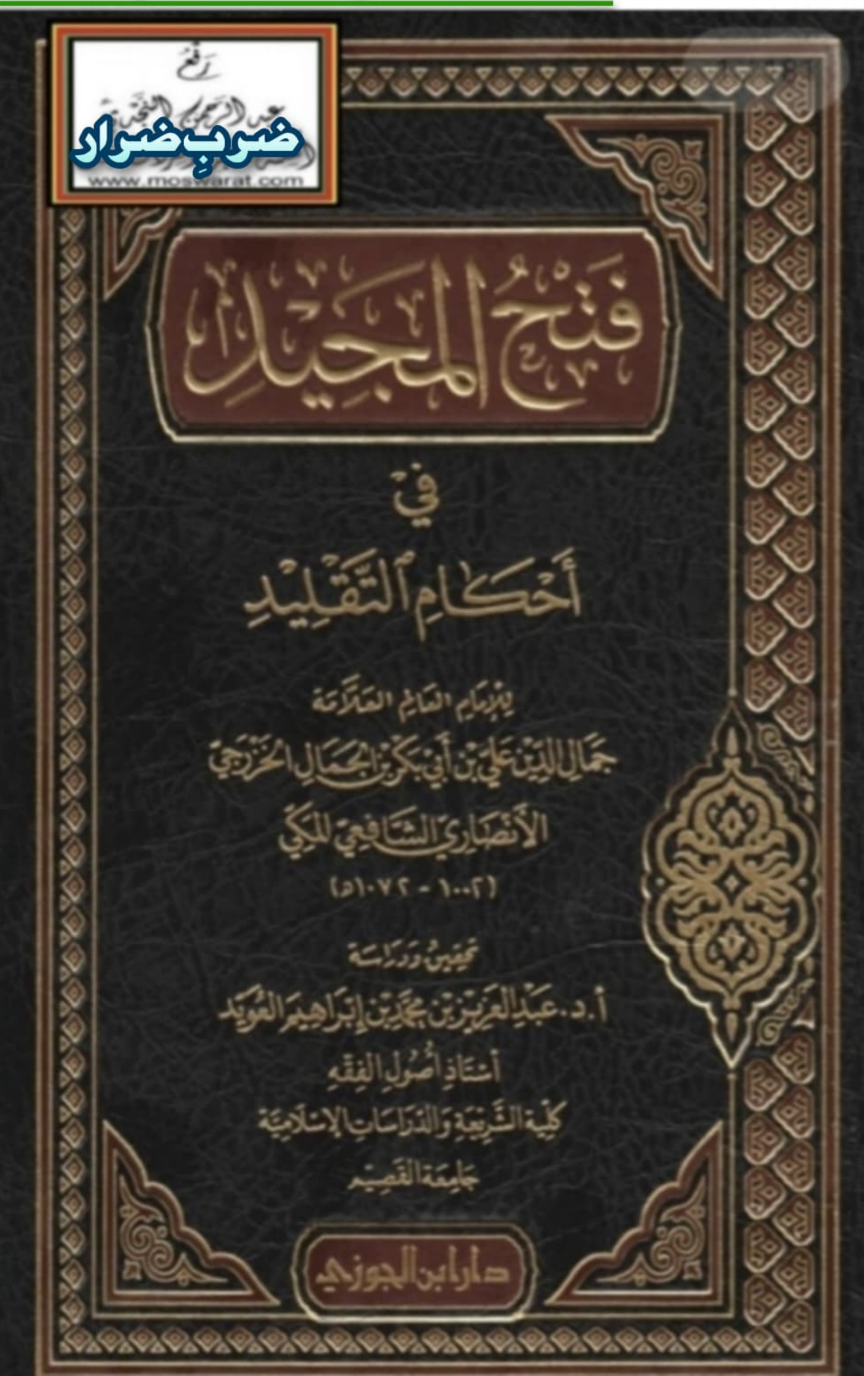
(3) بين التقليد والتزام مذهب معين عموم وخصوص، فكل من التزم مذهباً معيناً فهو مقلد، وقد يتحصل التقليد دون التزام مذهب معين.

وجمهور الأمة من المذاهب الأربعة على مشروعية التقليد لمن لم يتأهل للاجتهاد، =

فتح المجيد في أحكام التقليد



الاجتهاد المطلق[1]، وعلى هذا حُمل في التحفة في النكاح استوجاهاً قول



تقلید کا بیان

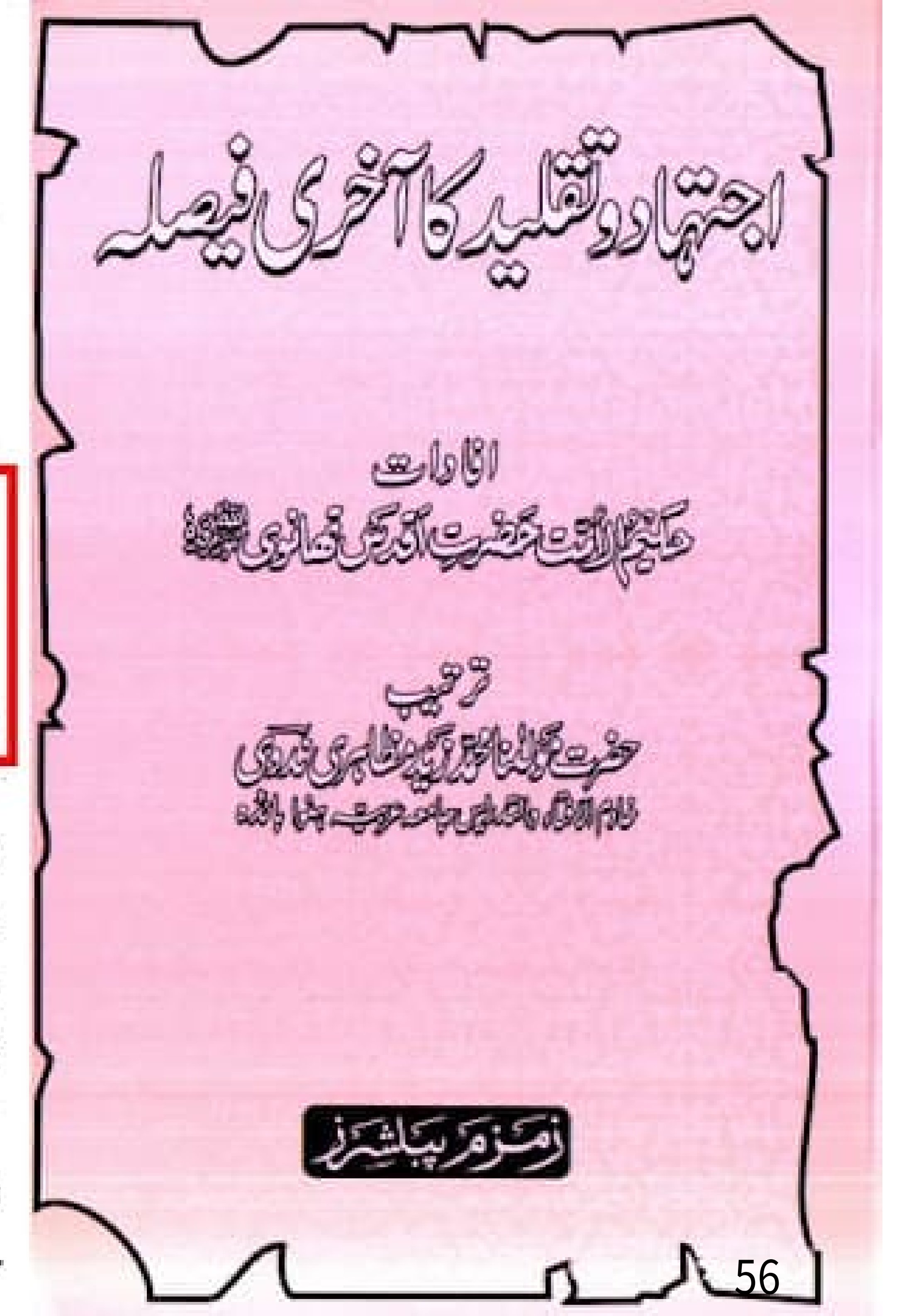
تقلید کی تعریف

تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلا دے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا۔ (الاقتصاد صفحہ ۱۰)

تقلید کا مدار حسن ظن پر ہے جس شخص کے متعلق یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ دین کے معاملہ میں کوئی بات بے دلیل شرعی کے نہیں کہتا اس کا اتباع کر لیا جاتا ہے اگرچہ وہ کوئی دلیل بھی مسئلہ کی بیان نہ کرے اسی کا نام تقلید ہے۔ اور جس شخص کے متعلق یہ اعتقاد نہیں ہوتا وہ دلیل بھی بیان کرے تو بھی شبہ رہتا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں اور بعض رسائل میں مثلاً رسالہ مظالم میں محض احکام لکھے ہیں کوئی دلیل نہیں لکھتے مگر غیر مقلد حضرات چونکہ ان کے معتقد ہیں کہ وہ بے دلیل بات نہیں کرتے اس لئے ان کی بات کو مانتے ہیں۔ تو حنفیہ کو بھی یہ حق ہے کہ امام ابوحنیفہ کے بیان کئے ہوئے مسائل پر بایں اعتقاد عمل کر لیں کہ وہ کوئی بات بے دلیل نہیں فرمایا کرتے۔ (مجالس حکیم الامت صفحہ ۳۱۸)

میرے دل میں تو تقلید کی تفسیر یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و ارشادات پر عمل کرتے ہیں اس تفسیر پر جو امام ابوحنیفہ نے بیان کی ہے کیونکہ وہ



بقول المفتی وعمل القاضی بقول العدول لان کلامنها وان لم یکن احدی الحجج فلیس العمل به بلا حجة شرعیة لایجاب النظر اخذ العامی بقول المفتی واخذ القاضی بقول العدول انتھیٰ مافی العقد الفرید لبیان الراجح من الاختلاف فی جواز التقلید. [illegible]

''اصل تقلید کی ایسے شخص کے قول پر عمل کرنا جس کا قول چاروں حجتوں شرعیہ میں سے نہ ہو اور نہ اس کے قول پر عمل کرنے کی کوئی حجت شرعی ہو سو رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع کی طرف تقلید نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں حجتوں شرعیہ میں سے ہیں اور اسی پر بس کیا ہے کمال نے اپنی کتاب تحریر میں اور ابن امیر الحاج نے کہا ہے کہ اسی نہج پر ہے عمل کرنا انجان کا مفتی کے قول پر اور عمل کرنا قاضی کا ثقہ کے قول پر کیونکہ یہ دونوں اگرچہ خود حجت شرعی نہیں ولیکن عمل ان پر بے حجت شرعی نہیں اس لئے کہ حکم کھلا ہوا۔ انجان کے لئے مفتی کے قول پر عمل کرنے کو اور قاضی کے لئے ثقہ کے مقولہ پر عمل درآمد کرنے کو شرع میں وارد ہوا ہے ہو چکی عبارت جو عقد الفرید میں ہے۔'' وہ عقد الفرید جس میں اختلاف جواز تقلید کے امر غالب کا بیان ہے۔''

اور فضل قندھاری مختتم الحصول میں فرماتے ہیں:

التقلید العمل بقول من لیس قوله من الحجج الشرعیة بلاحجة فرجوع الی النبی ﷺ او الی الاجماع لیس منه هکذا رجوع العامی الی المفتی والقاضی الی العدول لوجوبه بالنص رجوع المجتهد او العامی الی مثله لکن العرف علی ان العامی مقلد للمجتهد قال امام الحرمین وعلیه معظم الاصولیین وقال الغزالی والامدی وابن الحاجب ان سمی الرجوع الی الرسول ﷺ والی الاجماع والی المفتی والی الشهود تقلید فلا مشاحة انتھیٰ [illegible]

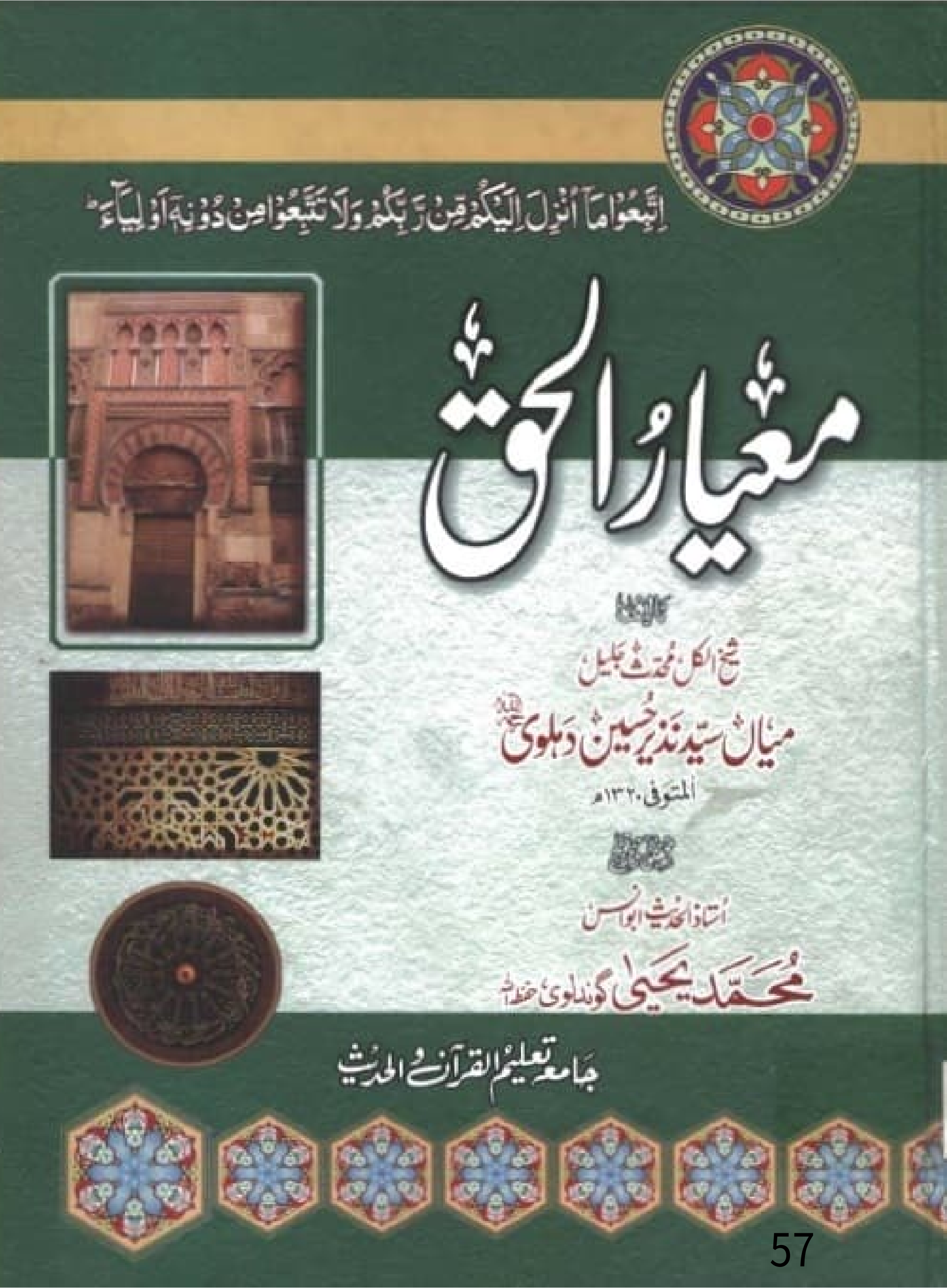
'' تقلید اس شخص کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا ہے جسکا قول حجتوں شرعیہ میں سے نہ ہو سو رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع کی طرف تقلید نہ ٹھہری اور اسی طرح رجوع کرنا انجان کا مفتی کے قول کی طرف اور رجوع کرنا قاضی کا ثقہ کے قول کی طرف تقلید نہیں ٹھہرے گی کیونکہ یہ رجوع بحکم شرع واجب ہے۔ بلکہ رجوع کرنا مجتہد یا انجان کا اپنے جیسے آدمی کی طرف تقلید نہیں لیکن مشہور یوں ہو گیا ہے کہ انجان مجتہد کا مقلد ہے۔ امام الحرمین نے کہا ہے کہ اسی قول مشہور پر بڑے بڑے اصولی ہیں اور غزالی اور آمدی اور ابن حاجب نے کہا ہے کہ رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع اور مفتی اور گواہوں کی طرف اگر تقلید قرار دیا جائے تو کچھ ہرج نہیں۔''

(عالم کے لئے تقلید جائز نہیں)

پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا جائز ہے تحت المقدمہ اور جب کہ مقدمہ ممہد (مکمل) ہوا تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ تقلید مجتہدوں کی عالم بالحدیث وبالقرآن کو وقت جاننے ایک مسئلہ

[illegible] تخریج (قول الکمال وابن امیر الحاج) التقریر والتحبیر ص ٣٤٠ ج ٣

[illegible] راجع للتفصیل التقریر والتحبیر ص ٣٤٠ ج ٣ و فواتح الرحموت ص ٤٠٠ ج ٢ و تیسر التحریر ص ٢٤١ ج ٣ والمختصر المنتهی الاصولی ابن الحاجب المالکی ص ٣٠٥ ج ١.



امام الہند سند المحدثین

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ فرماتے ہیں

ان چار فقہی مسالک کے علاوہ حق پہ مبنی اور کوئی مذہب دنیا میں موجود نہیں ہے لہذا ان کی پیروی سواد اعظم کی پیروی کہلائے گی

اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے احکام کے علل بھی بیان کر دیے گئے ہوں کیوں کہ ان کے مبہم ہونے کی صورت میں ان پر اعتماد کرنا ممکن نہیں ہے۔

اب بعد کے ادوار میں رائج شدہ فقہی مسالک کے علاوہ کوئی ایسا فقہی مسلک نہیں ہے جس کی تقلید کی جا سکے۔ لے دے کر مسلک امامیہ اور مسلک زیدیہ رہ جاتے ہیں۔ مگر یہ فقہی مسالک اہل بدعت اور اہل تشیع کے ہیں، ان کے اقوال اور فتاویٰ پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: سواد اعظم (بڑی جماعت) کی پیروی کرو۔ ان چار فقہی مسالک (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے علاوہ حق پر مبنی کوئی اور فقہی مسلک عملاً دنیا میں موجود نہیں ہے۔ لہذا ان کی پیروی سواد اعظم کی پیروی کہلائے گی۔ اور ان چاروں مسالک کو چھوڑ دینا اور ان سے باہر ہو جانا، سواد اعظم سے نکل جانے کے مترادف ہو گا۔

تصنیف: امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

عقد الجید

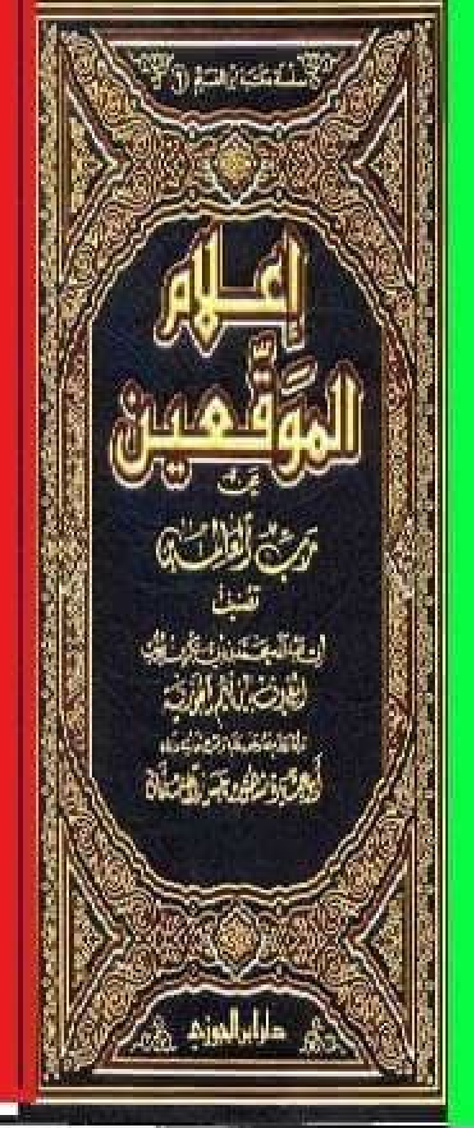
فی احکام الاجتہاد و التقلید

ترجمہ: ڈاکٹر محمد میاں صدیقی

شریعہ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

خادم احناف محمد شعیب الحنفی



علامہ ابن قیم الجوزی کے ہاں مفتی پر واجب ہے کہ وہ مسائل میں عرف کی طرف رجوع کریں..........مفتی الفاظ کو عرف پر محمول کرے گا اگرچہ وہ حقائق اصلیہ کے مخالف ہو، جب تک ایسا نہ کریں تو ضال ومضل ہونگے

[عليه][١] أو حال مدافعة الأخبثين، بل متى أحسَّ من نفسه شيئاً[٢] من ذلك يخرجه عن حال اعتداله وطمأنيته وتثبيته[٣] أمسك عن الفتوى، فإن أفتى في هذه الحالة[٤] بالصواب صحت فتياه ولو حكم في [مثل] هذه الحالة[٥] فهل ينفذ حكمه أو لا ينفذ؟ فيه ثلاثة أقوال[٦]:

النفوذ، وعدمه، والفرق بين أن يعرض له الغضب بعد فهم الحكومة فينفذ، وبين أن يكون سابقاً على فهم الحكومة فلا ينفذ، والثلاثة في مذهب الإمام أحمد [رحمه الله تعالى][٧].

[على المفتي أن يرجع إلى العرف في مسائل]

الفائدة الثالثة والأربعون: لا يجوز له أن يفتي في الأقارير[٨] والأيمان والوصايا، وغيرها مما يتعلّق باللفظ بما اعتاده هو من فهم تلك الألفاظ دون أن يعرف عُرفَ أهلها والمتكلمين بها فيحملها على ما اعتادوه وعرفوه[٩]، وإن كان مخالفاً لحقائقها الأصلية فمتى لم يفعل ذلك ضلَّ وأضل[١٠]؛ فلفظ الدينار عند طائفة اسم لثمانية[١١] دراهم وعند طائفة اسم لاثني[١٢] عشر درهماً والدرهم عند

---

(١) ما بين المعقوفتين سقط من (ك).
(٢) في (ق) و(ك): «بشيء».
(٣) في المطبوع و(ك): «وكمال تثبه وتبينه»، وفي (ق): «كماليته».

امام بغویؒ فرماتے ہیں: ”اور جو شخص ان شرائط کا جامع نہ ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ پیش آمدہ واقعات و حوادث میں سے کسی ایک امام مجتہد کی تقلید کرے“۔

ويجب على مَنْ لم يجمعْ هذه الشرائطَ تقليده فيما يعنُّ له من الحوادث). انتهى كلام البغوي.

وقد صرح الرافعي والنووي وغيرهما ممن لايحصى كثرةً أن المجتهدَ المطلق الذي مرّ تفسيره على قسمين: مستقلٌّ، ومنتسبٌ.

ويظهرُ من كلامهم أنّ المستقلَ يمتاز عن غيره بثلاثِ خصال:

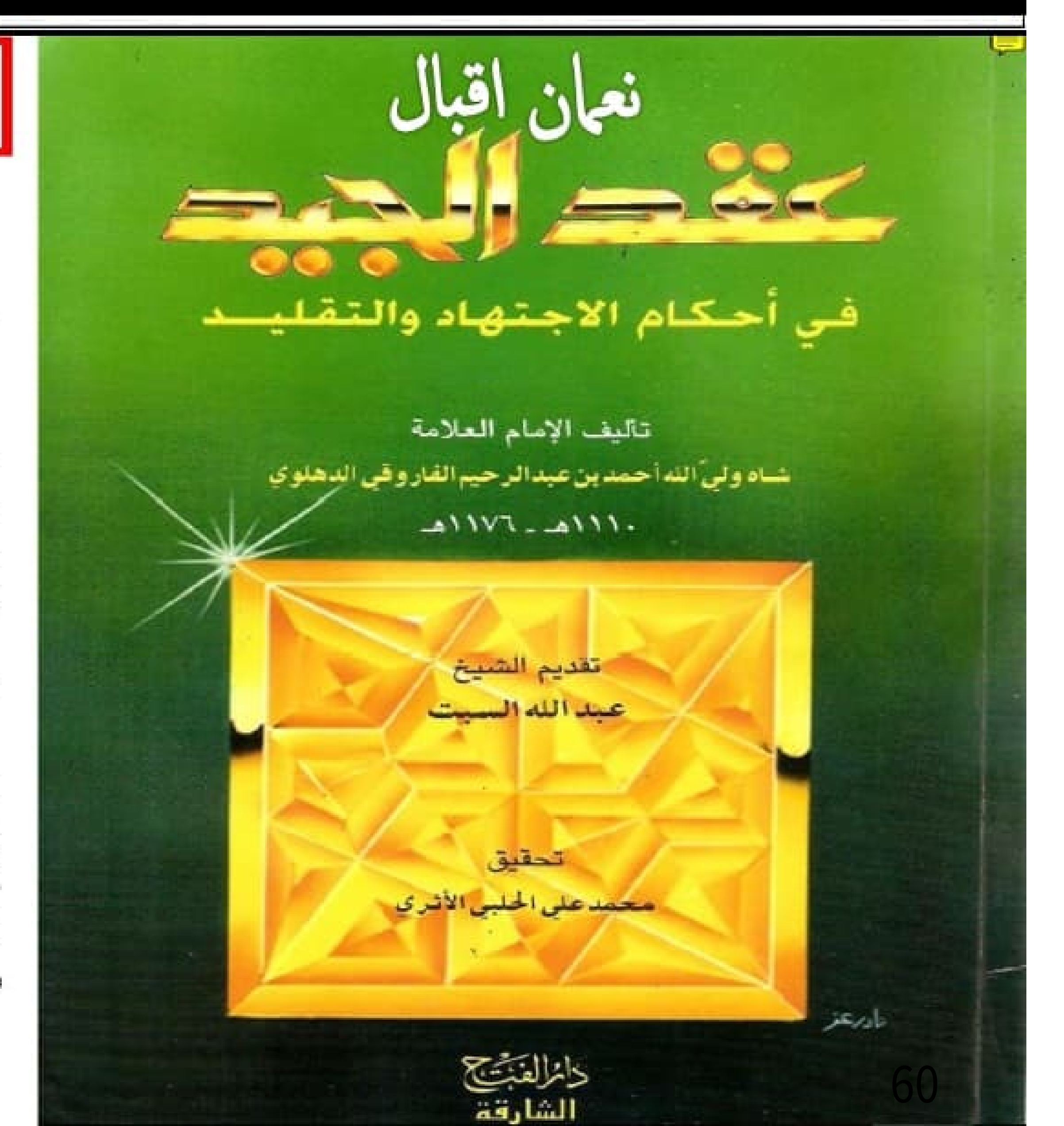
إحداها التصرّفُ في الأصول التي عليها بناء مجتهداته.

وثانيتها: تتبع الآيات والأحاديث والآثار لمعرفة الأحكام التي سبق الجواب فيها، واختيارٌ بعض الأدلة المتعارضةِ على بعض، وبيانُ الراجح من محتملاته، والتنبيهُ لمآخذ الأحكام من تلك الأدلة. والذي نرى والله أعلم، أنّ ذلك ثلثا علم الشافعي رحمه الله تعالى.

والثالثة: الكلامُ في المسائل التي لم يُسبق بالجواب فيها أخذاً من تلك الأدلة.

والمنتسبُ من سلم أصول شيخه واستعان بكلامه كثيراً في تتبع الأدلة والتنبيه للمآخذ، وهو مع ذلك مُستيقن بالأحكام من قبل أدلّتها، قادرٌ على استنباط المسائل منها قلّ ذلك منه أو كَثُر، وإنما تُشترط الأمورُ المذكورة في المجتهد المطلق، وأمّا الذي هو دونه في المرتبة فهو مُجتهدٌ في المذهب، وهو مُقلّدٌ لإمامه فيما ظهر فيه نصه، لكنه يعرف قواعدَ إمامه

٢٣



امام ناقد امام یحیی بن معین رحمہ اللہ اور فقہ حنفی

امام ناقد حافظ شمس الدین الذہبیؒ نے

امام ناقد امام یحیی بن معین رحمہ اللہ کو مذہباً غالی حنفی قرار دیا

الرُّوَاةُ الثِّقَاتُ

المُتَكَلَّمُ فِيهِم بِمَا لَا يُوجِبُ رَدَّهُم

للإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى: ٧٤٨ هـ

تحقيق وتعليق

محمد إبراهيم الموصلي

فإذا انفرد بتوثيق(١) من لينه الجمهور، أو بتضعيف من وثقه الجمهور وقبلوه، فالحكم لعموم أقوال الأئمة لا لمن شذ فإن أبا زكريا من أحد أئمة هذا الشأن وكلامه كثير إلى الغاية في الرجال، وغالبه صواب وجيد. وقد ينفرد بالكلام في الرجل بعد الرجل فيلوح خطأه في اجتهاده بما قلناه، فإنه بشر من البشر وليس بمعصوم، بل هو في نفسه يوثق الشيخ تارة يختلف اجتهاده في الرجل الواحد فيجيب السائل بحسب ما اجتهد من القول في ذلك الوقت.

قال المؤلف ـ رحمه الله تعالى ـ: وكلامه يعني ـ ابن معين ـ في الشافعي ليس من هذا اللفظ الذي كان عن اجتهاد، وإنما هذا من فلتات اللسان بالهوى والعصبية؛ فإن ابن معين كان من الحنفية الغلاة في مذهبه وإن كان محدثاً، وكذا قول الحافظ أبي حامد ابن الشرقي(٢): كان يحيى ابن

---

(١) قال الإمام الذهبي في «ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل»:
قسم منهم متعنت في الجرح متثبت في التعديل، يغمز الراوي بالغلطين والثلاث ويلين بذلك حديثه، فإذا وثق شخصاً فتمسك بتوثيقه، وإذا ضعف رجلاً فإذا وافقه غيره على تضعيفه ولم يوثق ذلك أحد من الحذاق فهو ضعيف، وإن وثقه أحد فهذا الذي قالوا فيه: لا يقبل تجريحه إلا مفسراً يعني لا يكفي أن يقول ابن معين في رجل: هو ضعيف ولم يوضح السبب، وغيره قد وثقه؛ فمثل هذا يتوقف في تصحيح حديثه وهو إلى الحسن أقرب.
ابن معين وأبو حاتم والجوزجاني متعنتون، وفي مقابلة هؤلاء الترمذي والبيهقي والحاكم متساهلون، وقسم منهم مثل أحمد والدارقطني وابن عدي معتدلون منصفون. الرواة الذين وثقهم الذهبي في الميزان (٢٣، ٢٤).

(٢) أحمد بن محمد الحافظ أبو حامد الشرقي إمام شهير حجة، قال السلمي: سألت الدارقطني عنه فقال: ثقة مأمون إمام، قلت: فلما تكلم ابن عقدة؟ فقال: سبحان الله ترى يؤثر فيه مثل كلامه ولو كان بدل ابن عقدة ابن معين. قال الخطيب: كان ثقة ثبتاً متقناً حافظاً قدم بغداد وحدث بها، مات سنة

امام جلال الدین سیوطیؒ اور تقلید مجتہد

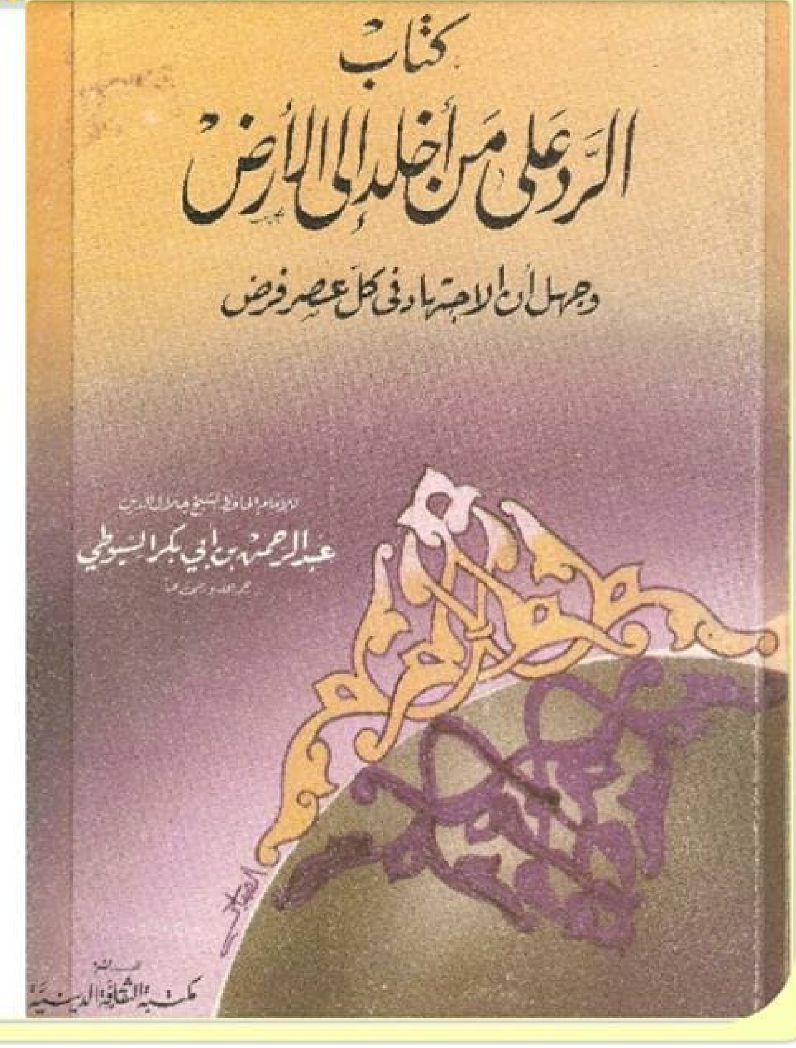
عوام کو تقلید سے روکنا ممکن نہیں اسلئے کہ عوام کیلئے تقلید کے جائز ہونے پر اجماع ہو چکا ہے

﴿ ٣ ﴾

• الباب الاول • في ذكر نصوص العلماء على ان الاجتهاد في كل عصر فرض من فروض الكفايات وانه لا يجوز شرعا اخلاء العصر منه اعلم ان نصوص العلماء من جميع المذاهب متفقة على ذلك فاول من نص على ذلك الامام الشافعي رضي الله عنه ثم صاحبه المزني قال المزني في مختصره اختصرت هذا من علم الشافعي ومن معنى قوله لاقربه على من اراده مع اعلامه نهيه عن تقليده وتقليد غيره لينظر فيه لدينه ويحتاط لنفسه هذه عبارة المزني فنقل عن الشافعي رضي الله عنه انه نهى عن تقليده وتقليد غيره ولا شك انه لا يمكن نهي الخلق باسرهم عن التقليد لان العوام يجوز لهم التقليد بالاجماع وانما نهى الشافعي رضي الله عنه ان يطبق اهل العصر كلهم على التقليد لان فيه تعطيل فرض من فروض الكفايات وهو الاجتهاد فحث على الاجتهاد ليكون في كل عصر من يقوم بهذا الفرض هكذا قرر معنى هذا النص الاصحاب رضي الله عنهم وسياق من عباراتهم ما يبين ذلك

فصل

ومن نص على ذلك الامام اقضى القضاة ابو الحسن الماوردي في اول كتابه الحاوي الكبير فقال عند سياق قول المزني السابق ما نصه فان قيل فلم نهى الشافعي عن تقليده وتقليد غيره وتقليده جائز لمن استفتاه من العامة قيل التقليد يختلف باختلاف احوال الناس بما فيهم من آلة الاجتهاد المؤدي اليه او عدمه لان طلب العلم من فروض الكفاية ولو منع جميع الناس من التقليد وكلفوا الاجتهاد لتعين فرض العلم على



عامی پہ مجتہد کی تقلید واجب ہے امام شہرستانیؒ

امام شہرستانیؒ فرماتے ہیں

وہ حکم جس کی جانب اس (مجتہد) کے اجتہاد نے رہنمائی کی شریعت میں جائز ہو گا عامی پر اس (مجتہد) کی تقلید واجب ہو گی اور اس کے فتوے پہ عمل کرنا ضروری ہو گا

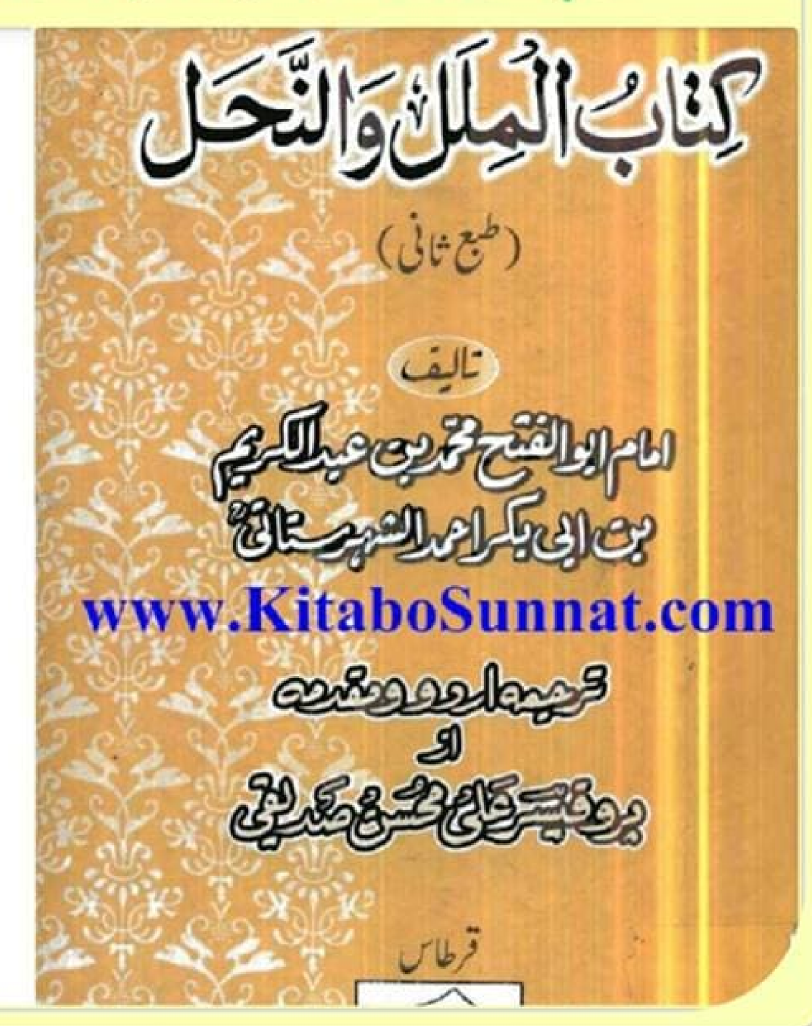
(۵) مواضع قیاس کا علم :

قیاس اور ان پر غور وفکر کرنے کے مواضع (مقامات) کی جانب رہنمائی اور ان کا علم ہونا یعنی پہلے "اصل" کی تلاش، پھر ایسے خیالی مفہوم کی جستجو جس سے استنباط کیا جائے اور جس سے وہ حکم وابستہ ومتعلق ہو یا شبہ (مشابہت) جو ظن (گمان) پر غالب ہو جائے کہ (جسے) حکم کو اس سے ملحق کیا جا سکے۔

یہ وہ پانچ شرائط ہیں جن کو مرعی رکھ کر مجتہد اس مرتبہ کو پہنچتا ہے جس سے وہ واجب الاتباع ہو جاتا ہے۔ عامی (عام آدمی کہ ان شرائط پر پورا نہ اترتا ہو) کے لئے (مجتہد) کی تقلید (واجب) ہے۔ کیونکہ وہ ہر حکم جو کسی قیاس واجتہاد کی سند نہیں رکھتا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، مرسل اور مہمل ہے۔

اہل فروع کہتے ہیں کہ جب مجتہد کو یہ علم ومعارف حاصل ہو جائیں تو اس کے لئے اجتہاد کرنا جائز ہے۔ اور وہ حکم جس کی جانب اس کے اجتہاد نے رہنمائی کی، شریعت میں جائز ہو گا، عامی پر اس کی تقلید واجب ہوگی اور اس کے فتویٰ پر عمل کرنا ضروری ہو گا۔ آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپ (ﷺ) نے جب حضرت معاذ (ابن جبل رضی اللہ عنہ) کو یمن (کا حاکم وقاضی بنا کر) بھیجا تو فرمایا: "اے معاذ تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا: "اللہ کی کتاب سے"۔ فرمایا: "اگر تم اس میں بھی (اس مسئلہ کا حل نہ پاؤ تو) کیا کرو گے؟" کہا: "تو اللہ کے رسول کی سنت سے (فیصلہ کروں گا)"۔ فرمایا: "اور جو اس میں بھی (اس مسئلہ کا حل نہ پایا تو)" بولے: "تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔" آپ نبی (کریم) ﷺ نے فرمایا: "ساری تعریفیں اسی خدا کی ہیں جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس میں اس کی رضا وخوشنودی ہے۔"

(اسی طرح) امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: "جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں لوگوں کے درمیان کیسے فیصلہ کروں گا اور میں کمسن (نوجوان) ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے



ہم صحابہ کرامؓ کو چھوڑ کر آئمہ اربعہؒ کی تقلید کیوں کرتے ہیں؟

امام نووی الشافعیؒ فرماتے ہیں

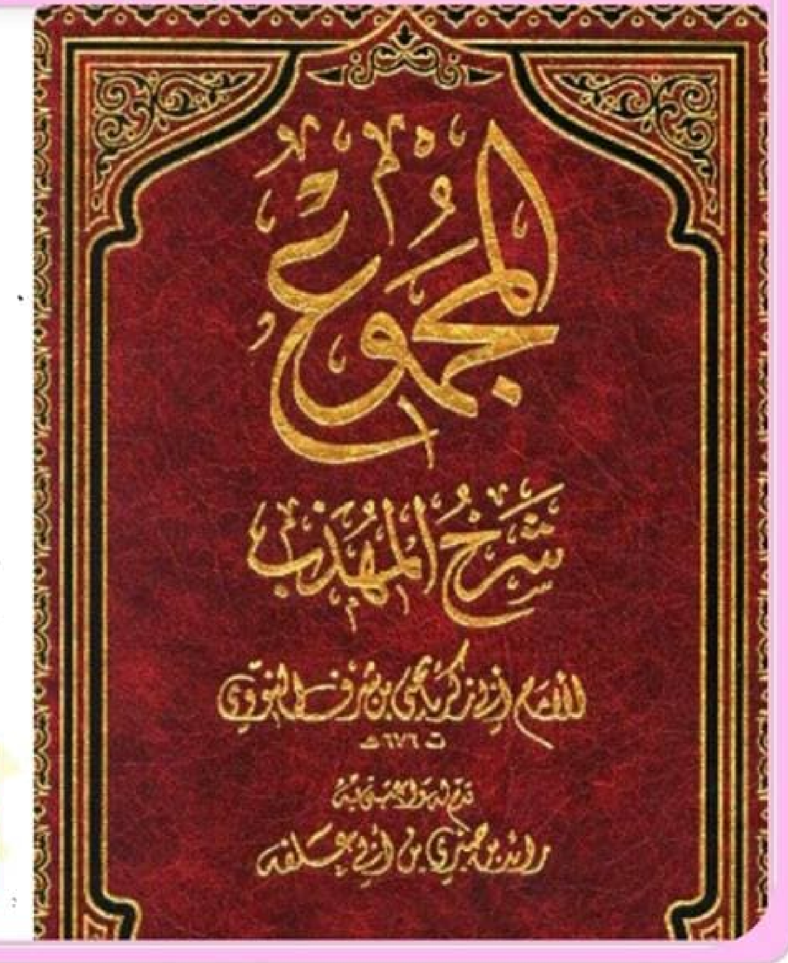
صحابہ کرامؓ اور قرون اولیٰ کے اکابرین اگرچہ درجے کے اعتبار سے بعد والے فقہاء محدثین سے بلند تر ہیں لیکن انھیں اتنا موقع نہ ملا کہ وہ علم کے اصول و فروع کی تدوین و منضبط کر سکتے اس لئے کسی کے لئے جائز نہیں کہ فقہ میں ان کی تقلید کرے کیونکہ ان میں سے کسی کا مذہب مدون نہ ہو سکا نہ لکھی ہوئی شکل میں موجود ہے اور نہ ہی متعین طور پر اس کی نشاندہی کی جا سکتی ہے تدوین فقہ کا کام دراصل بعد کے آئمہ کرامؒ نے کیا جو صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے مذاہب کے گوشہ چین تھے جنھوں نے واقعات پیش آنے سے پہلے ہی ان کے احکامات مدون کئے اور اپنے مذاہب کے اصول و فروع کو واضح کیا جیسے امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ وغیرہ

الشيخ (١) : ينظر ، ان كان منتسبا الى مذهب بنيناه على وجهين حكاهما القاضى حسين فى أن العامى هل له مذهب ام لا ؟

(احدهما) لا مذهب له ، لان المذهب لعارف الادلة فعلى هذا له ان يستفتى من شاء من حنفى وشافعى وغيرهما .

(والثانى) وهو الاصح عند القفال : له مذهب فلا يجوز له مخالفته . وقد ذكرنا فى المفتى المنتسب ما يجوز له ان يخالف امامه فيه ، وان لم يكن منتسبا بنى على وجهين حكاهما ابن برهان فى ان العامى : هل يلزمه ان يتمذهب بمذهب معين ؟ ياخذ برخصه وعزائمه ؟ « احدهما » لا يلزمه كما لم يلزمه فى العصر الأول ان يخص بتقليده عالما بعينه ، فعلى هذا هل له ان يستفتى من شاء ؟ ام يجب عليه البحث عن اشد المذاهب واصحها اصلا ليقلد اهله ؟ فيه وجهان مذكوران كالوجهين السابقين فى البحث عن الاعلم والأوثق من المفتين .

« والثانى » : يلزمه وبه قطع ابو الحسن الكيا (٢) ، وهو جار فى كل من لم يبلغ رتبة الاجتهاد من **الفقهاء واصحاب** سائر **العلوم** ، ووجهه انه لو جاز اتباع اى مذهب شاء لافضى الى ان يلتقط رخص المذاهب متبعا هواه، ويتخير بين التحليل والتحريم والوجوب والجواز . وذلك يؤدى الى انحلال ربقة التكليف بخلاف العصر الأول ، فانه لم تكن المذاهب الوافية باحكام الحوادث مهذبة وعرفت ، فعلى هذا يلزمه أن يجتهد فى اختيار مذهب يقلده على التعيين ، ونحن نمهد له طريقا يسلكه فى اجتهاده سهلا ، فنقول : اولا ليس له أن يتبع فى ذلك مجرد التشهى ، والميل الى ما وجد عليه آباءه ، وليس له التمذهب بمذهب احد من ائمة الصحابة رضى الله عنهم وغيرهم من الاولين ، وان كانوا اعلم واعلى درجة ممن بعدهم ، لانهم لم يتفرغوا لتدوين العلم وضبط اصوله وفروعه ، فليس لاحد منهم مذهب مهذب محرر مقرر ، وانما قام بذلك من جاء بعدهم من الائمة الناحلين لمذاهب الصحابة والتابعين ، القائمين بتمهيد احكام الوقائع قبل وقوعها ؛ الناهضين بايضاح اصولها وفروعها ؛ كمالك وابى حنيفة وغيرهما .



وکٹورین وسوسہ: امام کے قول کو چھوڑ دو صحیح حدیث پہ عمل کرو

امام کے قول کو چھوڑ دو اور حدیث پہ عمل کرو اس کے رد میں

امام ناقد **امام شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ** فرماتے ہیں

میں کہتا ہوں یہ عمدہ بات ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ حدیث پر عمل کا قائل ان دونوں اماموں امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے ہمسر کوئی امام بھی ہو جیسے امام مالکؒ امام سفیان ثوریؒ یا امام اوزاعیؒ اور اس شرط کے ساتھ کہ حدیث ثابت اور ہر علت سے پاک بھی ہو نیز یہ بھی شرط ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے پاس دلیل میں کوئی دوسری حدیث اس حدیث کے خلاف نہ ہو لیکن اگر کوئی صحیح حدیث پر اس طرح عمل کرتا ہے کہ اس حدیث کے خلاف تمام آئمہ اجتہاد جمع ہوں تو ایسی صورت میں ہر گز اس حدیث پہ عمل کرنا جائز نہ ہو گا

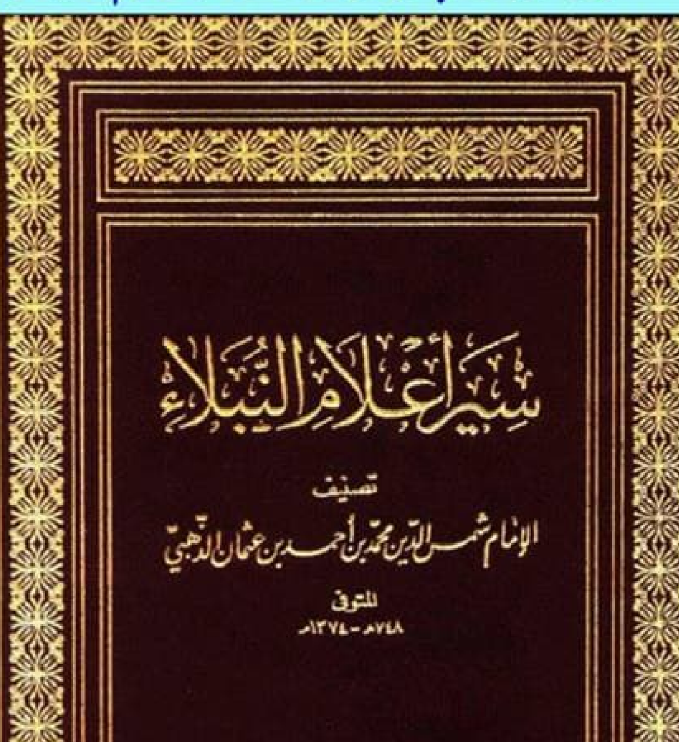
فتفقّه به الأستاذ أبو حامد الإسفراييني وجماعة . وانتهى إليه معرفة المذهب . وله وجوهٌ معروفة ، منها : أنه لا يجوز السَّلم في الدقيق(١) .
وكان أبو حامد يقول : ما رأيتُ أفقه منه .

قال ابنُ خلّكان : كان يُتّهم بالاعتزال ، وكان ربّما يختار في الفتوى(٢) ، فيُقال له في ذلك ، فيقول : وَيْحَكُم ! [حدّث] فلانٌ عن فلانٍ ، عن رسولِ الله صلى الله عليه وسلم بكذا وكذا ، والأخذُ بالحديثِ أولى من الأخذ بقولِ الشّافعي وأبي حَنيفة(٣) .

قلت : هذا جيِّد ، لكنْ بشرطِ أنْ يكونَ قد قال بذلك الحديثِ إمامٌ من نُظراء هذين الإمامَيْن مثل مالك ، أو سُفيان ، أو الأوزاعي ، وبأن يكونَ الحديثُ ثابتاً سالماً من علّة ، وبأن لا يكون حجّةُ أبي حنيفة والشّافعي حديثاً صحيحاً معارضاً للآخر . أمّا مَنْ أخذ بحديثٍ صحيح وقد تنكّبه سائرُ أئمة الاجتهاد ، فلا ، كخبر : «فإنْ شَرِبَ في الرّابِعَةِ فاقْتُلوه»(٤) ، وكحديث « لَعَنَ الله السارقَ ، يَسْرِقُ البَيْضَةَ ،

---

(١) قال النووي : « ومن غرائب الداركي أنه قال : لا يجوز السلم في الدقيق . حكاه الرافعي ، والمشهور الجواز » . انظر « تهذيب الأسماء واللغات » : ٢ / ٢٦٤ .
(٢) لفظ ابن خلكان : « وربما افتى على خلاف مذهب الامامين الشافعي وأبي حنيفة . . . » .
(٣) وفيات الأعيان : ٣ / ١٨٩ ، وما بين حاصرتين منه .
(٤) حديث صحيح ، وقد تقدم تخريجه ، والجمهور من أهل العلم على أنه منسوخ ، فقد قال الترمذي في سننه ٤ / ٤٩ بعد الحديث رقم (١٤٤٤) : وإنما كان هذا في أول الأمر ، ثم نسخ بعد ، هكذا روى محمد بن إسحاق ، عن محمد بن المنكدر ، عن جابر ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : « إن شرب الخمر ، فاجلدوه ، فإن عاد في الرابعة ، فاقتلوه » قال : ثم أتي النبي صلى الله عليه وسلم بعد ذلك برجل قد شرب في الرابعة ، فضربه ، ولم يقتله ، وكذلك روى الزهري ، عن قبيصة بن ذؤيب ، عن النبي صلى الله عليه وسلم نحو هذا ، قال : فرفع القتل ، وكانت رخصة ، والعمل على هذا الحديث عند عامة أهل العلم ، لا نعلم بينهم اختلافاً في ذلك في القديم والحديث ، ومما يقوي هذا ما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم من أوجه كثيرة أنه . . .



امام ابی حامد الغزالیؒ اور تقلید مجتہد

عامی کے لئے اہل علم کی تقلید کا مسئلہ

"عامی پر واجب ہے کہ پوچھے اور اتباع کرنا علماء کی اور بعض قدریہ (گمراہ فرقہ) لازم ٹھہراتے ہیں دلیل معلوم کرنے کو مگر یہ باطل ہے۔
دوم : مسلکوں سے پہلا مسلک اجماع صحابہ کیونکہ وہ عوام کو فتویٰ دیتے اور عوام کو یہ حکم نہیں دیتے تھے کہ تم خود اجتہاد کرو اور یہ بات انکے علماء اور عوام کے تواتر سے مثل ضرورت دین سے ثابت ہے"۔

الحمدللہ تقلید کا معنی بھی سورج کی روشنی کی طرح واضح ہو گیا یہ بھی واضح ہو گیا کہ غیر کے مقلدین دور جدید کے قدریہ ہیں جو دلیل کو لازم ٹھہراتے ہیں

ثم إنا نعارضهم بقوله تعالى: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ [الإسراء: ٣٦] ﴿وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [الأعراف: ٣٣] ﴿وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلِمْنَا﴾ [يوسف: ٨١] ﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ﴾ [البقرة: ١١١] هذا كلّه نهي عن التقليد، وأمرٌ بالعلم، ولذلك عظم شأن العلماء. فقال تعالى: ﴿يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ [المجادلة: ١١] وقال عليه السلام: «**يحمل هذا العلم من كلّ خلف عدوله، ينفون عنه تحريف الغالين، وتأويل الجاهلين، وانتحال المبطلين**»[١] ولا يحصل هذا بالتقليد، بل بالعلم. وقال ابن مسعود: «لا تكوننّ إمّعة. قيل: وما إمّعة؟ قال: أن يقول الرجل: أنا مع الناس إن ضلّوا ضللت، وإن اهتدوا اهتديت. ألا لا يوطننّ أحدكم نفسه أن يكفر إن كفر الناس»[٢].

مسألة: العامي يجب عليه الاستفتاء، واتباع العلماء:

وقال قوم من القدريّة: يلزمهم النظر في الدليل، أو اتباعُ الإمام المعصوم[٣].

وهذا باطل بمسلكين:

أحدهما: إجماع الصحابة، فإنهم كانوا يفتون العوام، ولا يأمرونهم بنيل درجة

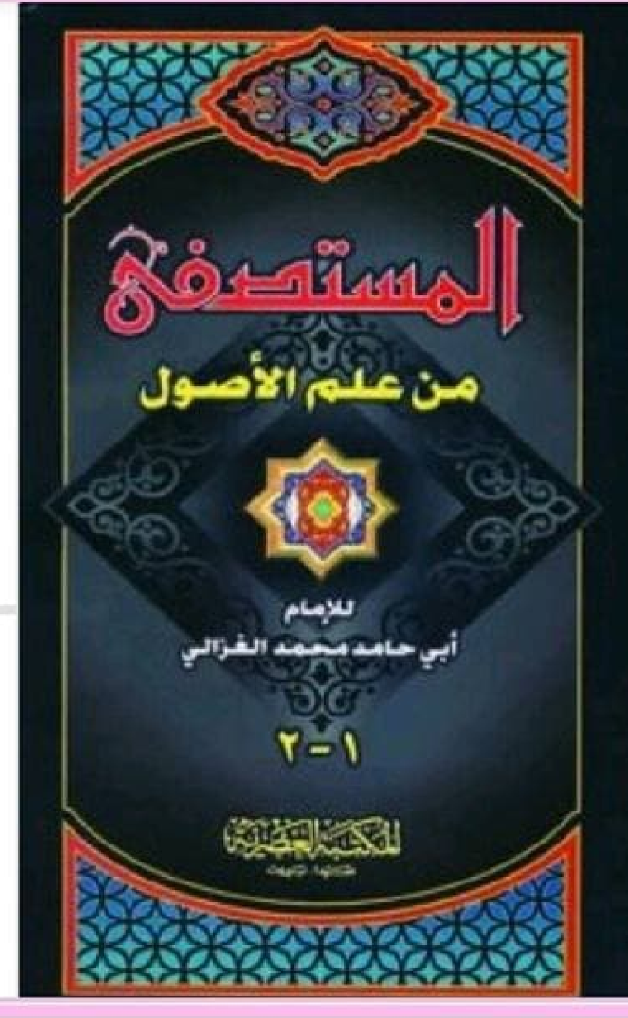
(١) أخرجه البيهقي في السنن (١٠/٢٠٩)، وانظر التمهيد لابن عبد البر (١/٢٨) و(١/٥٩).
(٢) أخرجه الطبراني في المعجم الكبير (٩/١٥٢) رقم (٨٧٦٥).
(٣) المعتمد (٢/٩٣٤).

الاجتهاد. وذلك معلوم على الضرورة والتواتر، من علمائهم وعوامهم.

فإن قال قائل من الإمامية: كان الواجب عليهم اتباع عليٍّ لعصمته، وكان عليٌّ لا ينكر عليهم تقيّة وخوفاً من الفتنة.

قلنا: هذا كلامُ جاهل يسدّ على نفسه باب الاعتماد على قول علي وغيره من الأئمة، في حال ولايته إلى آخر عمره، لأنه لم يزل في اضطرابٍ من أمره، فلعلّ جميع ما قاله خالف فيه الحق خوفاً وتقية.

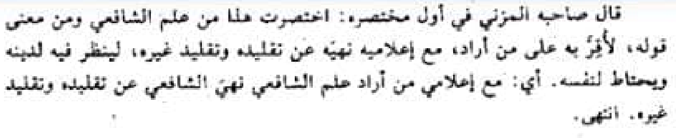
المسلك الثاني: أن الإجماع منعقد على أن العاميّ مكلّف بالأحكام، وتكليفه طلبَ رتبة الاجتهاد محالٌ، لأنه يؤدي إلى أن ينقطعَ الحرث والنسلُ، وتتعطّلَ



تقلید کیا ہے ہم تقلید کیوں کرتے ہیں؟؟

امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں

ہم اپنے امام کی اقتداء (تقلید) محض اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم سے زیادہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو جانتے ہیں



قال صاحبه المزني في أول مختصره: اختصرت هذا من علم الشافعي ومن معنى قوله، لأُقرِّبَه على من أراد، مع إعلاميه نهيَه عن تقليده وتقليد غيره، لينظر فيه لدينه ويحتاط لنفسه. أي: مع إعلامي من أراد علم الشافعي نهيَ الشافعي عن تقليده وتقليد غيره. انتهى.

وفيمن يكون عاميًا ويقلد رجلاً من الفقهاء بعينه ويرى أنه يمتنع من مثله الخطأ وأن ما قاله هو الصواب البتة وأضمر في قلبه ألا يترك تقليده وإن ظهر الدليل على خلافه، وذلك ما رواه الترمذي عن عدي بن حاتم أنه قال: سمعته - يعني رسول الله ﷺ - يقرأ: «﴿ٱتَّخَذُوٓا۟ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَٰنَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ﴾ [التوبة: الآية 31]»،

قال: «إنهم لم يكونوا يعبدونهم، ولكنهم كانوا إذا أحلوا لهم شيئاً استحلوه، وإذا حرّموا عليهم شيئاً حرّموه».

وفيمن لا يُجوِّزُ أن يستفتي الحنفيُّ مثلاً فقيهاً شافعيًا وبالعكس، ولا يُجوِّزُ أن يقتدي الحنفي بإمام شافعي مثلاً، فإن هذا قد خالف إجماع القرون الأولى، وناقض الصحابة والتابعين، وليس مَحِلُّه[1] فيمن لا يدين إلا بقول النبي ﷺ، ولا يعتقد حلالاً إلا ما أحلّه الله ورسولُه، ولا حراماً إلا ما حرمه الله ورسوله، لكن لما لم يكن له علم بما قاله النبي ﷺ ولا بطريق الجمع بين المختلفات من كلامه ولا بطريق الاستنباط من كلامه، اتبع عالماً راشداً على أنه مصيب فيما يقول، ويُفتي ظاهراً مُتَّبعاً سنَّة رسول الله ﷺ، فإن خالف ما يظنه أقلع من ساعته من غير جدال ولا إصرار، فهذا كيف ينكره أحد مع أن الاستفتاء والإفتاء لم يزل بين المسلمين من عهد النبي ﷺ؛ ولا فرق بين أن يُستفتى هذا دائماً أو يُستفتى هذا حيناً وذلك حيناً بعد أن يكون مُجمعاً على ما ذكرناه، كيف لا، ولم نؤمن بفقيه أيًا كان أنه أوحى الله إليه الفقه وفرض علينا طاعته، وأنه معصوم، **فإن اقتدينا بواحد منهم فذلك لعلمنا بأنه عالِمٌ بكتاب الله وسُنَّة رسوله،** فلا يخلو قوله: إما أن يكون من صريح الكتاب والسنَّة أو مستنبطاً عنهما بنحو من الاستنباط، أو عرف بالقرائن أن الحكم في صورة ما منوطة بعلَّة كذا، واطمأن قلبه بتلك المعرفة، فقاس غير المنصوص على المنصوص، فكأنه يقول: ظننت أن رسول الله ﷺ قال: كلَّما وجدت هذه العلَّة فالحكم ثمة هكذا، والمقيس مندرج في هذا العموم. فهذا أيضاً مَعْزِيٌّ[2] إلى النبي ﷺ، ولكن في طريقه ظنون، ولولا ذلك لما قلد مؤمن بمجتهد، فإن بلغنا حديث من الرسول المعصوم،

(1) أي: قول ابن حزم.
(2) أي: منسوب.

حجة الله البالغة

الإمام الدهلوي

تحقيق: السيد سابق

دار الجيل

تقلید شخصی کا ثبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں



حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک عورت کے متعلق مسئلہ پوچھا کہ عورت کو اگر طواف افاضہ کے بعد حیض آجائے تو وہ کیا کرے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ جا سکتی ھے لیکن اھل مدینہ نے کہا کہ ھم آپکے قول کو اختیار نہیں کریں گے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا قول ترک نہیں کریں گے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تم مدینہ جانا تو اس مسئلے کو پوچھ لینا پھر وہ لوگ مدینہ آئے اور مسئلہ دریافت کیا۔

بخاری شریف کی اس روایت میں یہ واضح ہو گیا کہ اہل مدینہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی کرتے تھے

نوٹ: یاد رہے غیر کے مقلدوں کے پیر داد زئی کے نزدیک کسی مجتہد کے اقوال لینا تقلید ہے

٣٢ - الحج | باب: ١٤٤ | حديث: ١٦٧٠ - ١٦٧٣ | ٦٢٥

ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ.

تَابَعَهُ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي خَالِدٌ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ: أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [١٦٧٥]

١٤٤ - باب: إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ.

١٦٧٠: حدثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ، حَاضَتْ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: (أَحَابِسَتُنَا هِيَ). قَالُوا: إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ، قَالَ: (فَلَا إِذًا). [ر: ٣٢٢]

١٦٧١/١٦٧٢: حدثنا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ: أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ سَأَلُوا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ امْرَأَةٍ طَافَتْ، ثُمَّ حَاضَتْ، قَالَ لَهُمْ: تَنْفِرُ، قَالُوا: لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ، قَالَ: إِذَا قَدِمْتُمُ الْمَدِينَةَ فَسَلُوا، فَقَدِمُوا الْمَدِينَةَ، فَسَأَلُوا، فَكَانَ فِيمَنْ سَأَلُوا أُمُّ سُلَيْمٍ، فَذَكَرَتْ حَدِيثَ صَفِيَّةَ.

رَوَاهُ خَالِدٌ وَقَتَادَةُ، عَنْ عِكْرِمَةَ.

(١٦٧٢): حدثنا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: رُخِّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا أَفَاضَتْ.

قَالَ: وَسَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعْدُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ لَهُنَّ. [ر: ٣٢٣]

١٦٧٣: حدثنا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ، فَقَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَحِلَّ، وَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَطَافَ مَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ

دین میں تقلید کا مسئلہ | 35

اول سے آخر تک تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور اول سے آخر تک تمام تابعین کا اجماع ثابت ہے کہ ان میں سے یا ان سے پہلے (نبی ﷺ کے علاوہ) کسی انسان کے تمام اقوال قبول کرنا منع اور ناجائز ہے۔ جو لوگ ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کے اگر سارے اقوال لے لیتے (یعنی تقلید) کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ وہ علم بھی رکھتے ہیں اور ان میں سے جس کو اختیار کرتے ہیں اس کے کسی قول کو ترک نہیں کرتے، وہ جان لیں کہ وہ پوری امت کے اجماع کے خلاف ہیں۔ انھوں نے مومنین کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ ہم اس مقام سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان تمام فضیلت والے علماء نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع کیا ہے پس جو شخص ان کی تقلید کرتا ہے وہ ان کا مخالف ہے۔

(النبذۃ الکافیۃ فی احکام اصول الدین ص ۷۱، والرد علی من اخلد الی الارض للسیوطی ص ۱۳۱، ۱۳۲)

تقلید کا رد آثارِ صحابہ سے، رضی اللہ عنہم اجمعین:

ا: امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أخبرنا أبو عبد الله الحافظ: ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب: ثنا محمد بن خالد: ثنا أحمد بن خالد الوهبي: ثنا إسرائيل عن أبي حصين عن يحيى بن وثاب عن مسروق عن عبد الله يعني ابن مسعود أنه قال: لا تقلدوا دينكم الرجال فإن أبيتم فبالأموات لا بالأحياء"

مفہوم: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دین میں لوگوں کی تقلید نہ کرو، پس اگر تم



امام نووی الشافعیؒ فرماتے ہیں

اگر یہ جائز ہو کہ انسان جس فقہ کی چاہے پیروی کرے تو بات یہاں تک پہنچ جائے گی کہ وہ اپنی نفسانی خواہش کے مطابق تمام مذاہب کی آسانیاں چنے گا اس لئے ہر شخص پر لازم ہے کہ کسی ایک معین مذہب چن لے اور اس کی تقلید کرے

من العلم والبصر ما يميّز به الملتبس من غيره، ولا يعتمد في ذلك على خبر آحاد العامّة، لكثرة ما يتطرّق إليهم من التّلبيس في ذلك).

وإذا اجتمع اثنان فأكثر ممّن يجوز استفتاؤهم فهل يجب عليه الاجتهاد في أعلمهم؟ والبحث عن الأعلم والأورع والأوثق ليقلّده دون غيره فيه وجهان.

(أحدهما): لا يجب، بل له استفتاء من شاء منهم؛ لأنّ الجميع أهل، وقد أسقطنا الاجتهاد عن العاميّ، وهذا الوجه هو الصّحيح عند أصحابنا العراقيّين، قالوا: (وهو قول أكثر أصحابنا).

(والثّاني): يجب ذلك؛ لأنّه يمكنه هذا القدر من الاجتهاد بالبحث والسّؤال، وشواهد الأحوال، وهذا الوجه قول أبي العبّاس بن سريج، واختيار القفّال المروزيّ، وهو الصّحيح عند القاضي حسين، والأوّل أظهر وهو الظّاهر من حال الأوّلين.

قال أبو عمرو - رحمه الله -: (لكن متى اطّلع على الأوثق، فالأظهر أنّه يلزمه تقليده، كما يجب تقديم أرجح الدّليلين وأوثق الرّوايتين، فعلى هذا يلزمه تقليد الأورع من العالمين، والأعلم من الورعين، فإن كان أحدهما أعلم والآخر أورع، قلّد الأعلم على الأصحّ، وفي جواز تقليد الميّت وجهان الصّحيح جوازه؛ لأنّ المذاهب لا تموت بموت أصحابها، ولهذا يعتدّ بها بعدهم في الإجماع والخلاف، ولأنّ موت الشّاهد قبل الحكم لا يمنع الحكم بشهادته بخلاف فسقه.

والثّاني: لا يجوز لفوات أهليّته كالفاسق، وهذا ضعيف لا سيّما في هذه الأعصار).

(الثّالثة): هل يجوز للعاميّ أن يتخيّر ويقلّد أيّ مذهب شاء؟ قال الشّيخ: ينظر، إن كان منتسبًا إلى مذهب بنيناه على وجهين حكاهما القاضي حسين في أنّ العاميّ هل له مذهب أم لا؟

(أحدهما): لا مذهب له؛ لأنّ المذهب لعارف الأدلّة فعلى هذا له أن يستفتي من شاء من حنفيّ وشافعيّ وغيرهما.

(والثّاني): وهو الأصحّ عند القفّال له مذهب فلا يجوز له مخالفته.

وقد ذكرنا في المفتي المنتسب ما يجوز له أن يخالف إمامه فيه، وإن لم يكن منتسبًا بني على وجهين حكاهما ابن برهان في أنّه

يجب عليه البحث عن أشدّ المذاهب وأصحّها أصلًا ليقلّد أهله؟ فيه وجهان مذكوران كالوجهين السّابقين في البحث عن الأعلم والأوثق من المفتين.

(والثّاني): يلزمه وبه قطع أبو الحسن إلكيا، وهو جار في كلّ من لم يبلغ رتبة الاجتهاد من الفقهاء وأصحاب سائر العلوم، ووجهه أنّه لو جاز اتّباع أيّ مذهب شاء، لأفضى إلى أن يلتقط رخص المذاهب متّبعًا هواه، ويتخيّر بين التّحليل والتّحريم والوجوب والجواز. وذلك يؤدّي إلى انحلال ربقة التّكليف بخلاف العصر الأوّل، فإنّه لم تكن المذاهب الوافية بأحكام الحوادث مهذّبة وعرفت، فعلى هذا يلزمه أن يجتهد في اختيار مذهب يقلّده على التّعيين.

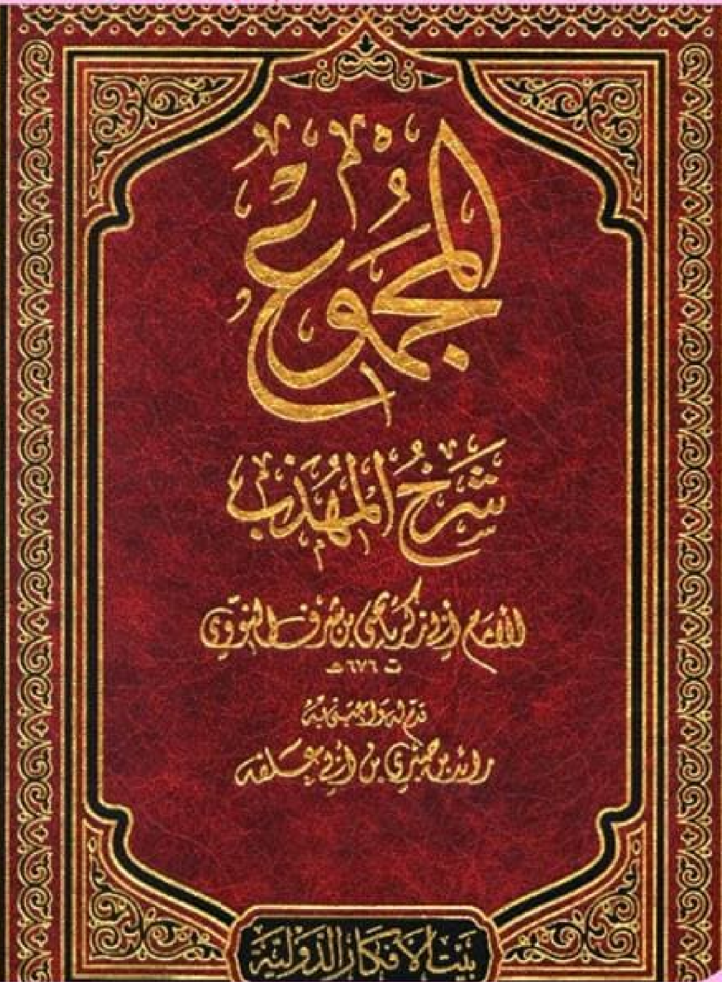
ونحن نمهّد له طريقًا يسلكه في اجتهاده سهلًا، فنقول: أوّلًا ليس له أن يتّبع في ذلك مجرّد التّشهّي، والميل إلى ما وجد عليه آباءه، وليس له التّمذهب بمذهب أحد من أئمّة الصّحابة رضي الله عنهم وغيرهم من الأوّلين، وإن كانوا أعلم وأعلى درجة ممّن بعدهم؛ لأنّهم لم يتفرّغوا لتدوين العلم وضبط أصوله وفروعه، فليس لأحد منهم مذهب مهذّب محرّر مقرّر، وإنّما قام بذلك من جاء بعدهم من الأئمّة النّاحلين لمذاهب الصّحابة والتّابعين، القائمين بتمهيد أحكام الوقائع قبل وقوعها، النّاهضين بإيضاح أصولها وفروعها، كمالك وأبي حنيفة وغيرهما.

ولمّا كان الشّافعيّ قد تأخّر عن هؤلاء الأئمّة في العصر، ونظر في مذاهبهم نحو نظرهم في مذاهب من قبلهم، فسبرها وخبرها وانتقدها، واختار أرجحها، ووجد من قبله قد كفاه مؤنة التّصوير والتّأصيل، فتفرّغ للاختيار والتّرجيح والتّكميل والتّنقيح، مع معرفته وبراعته في العلوم، وترجّحه في ذلك على من سبقه، ثمّ لم يوجد بعده من بلغ محلّه في ذلك، كان مذهبه أولى المذاهب بالاتّباع والتّقليد، وهذا مع ما فيه من الإنصاف، والسّلامة من القدح في أحد الأئمّة جليّ واضح، إذا تأمّله العاميّ قاده إلى اختيار مذهب الشّافعيّ والتّمذهب به.

(الرّابعة): إذا اختلف عليه فتوى مفتيين ففيه خمسة أوجه للأصحاب.

أحدها: يأخذ بأغلظهما.

والثّاني: بأخفّهما.



حافظ ابن رجب الحنبلیؒ اور تقلید شخصی

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ہم یہ بات تو تسلیم کرتے ہیں کہ عوام الناس کو اجتہاد کے راستے پر چلنے سے منع کرنا ضروری ہے (کیونکہ عوام کو اجتہاد کی راہ پہ لگا دیا جائے) تو اس میں بہت بڑا فساد وقوع پذیر ہو گا، لیکن ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ عوام کو صرف ائمہ اربعہ کی تقلید کرنی ہے کسی اور امام مجتہد کی نہیں؟

جواب = عوام کو ائمہ اربعہ کی تقلید کے علاوہ کسی دوسرے امام مجتہد کی تقلید سے منع کرنے کی وجہ اور علت پر ہم نے تنبیہ کر دی اور وہ یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی اور امام مجتہد کا مذہب مشہور و منضبط نہیں ہوا، پس بہت دفعہ ان کی طرف وہ بات منسوب کی جائے گی جو انھوں نے نہیں کہی، یا ان سے کسی بات کو سمجھا جائے جو ان کی مراد نہ ہو گی، اور ان کی مذاہب کا دفاع کرنے والا بھی کوئی نہ رہا جو ان کے مذاہب میں واقع ہونے والے خلل و نقص پر تنبیہ کرے، بخلاف ان مذاہب اربعہ مذاہب مشہورہ کے (کہ ان کے تمام مسائل بسند صحیح جمع و منضبط ہیں اور ان کے علماء بھی برابر چلے آرہے ہیں)

مجموع رسائل
الحافظ ابن رجب الحنبلي

زين الدين أبي الفرج عبد الرحمن بن أحمد بن رجب الحنبلي
٧٣٦ - ٧٩٥ هـ

٣٠ رسالة جمعت على ما تشتمل في التوحيد والعقيدة والتفسير والحديث والزهد والأدب والمواعظ والرقائق والسير والتاريخ

جميع الرسائل محققة على نسخ خطية أصلية

دراسة وتحقيق
أبي مصعب طلعت بن فؤاد الحلواني

الناشر

وعلى تقدير تسليمه ؛ فهذا إنما يقع نادراً ، ولا يطلع عليه إلا مجتهد وصل إلى أكثر مما وصلوا إليه ، وهذا أيضاً مفقود أو نادر .

وذلك فالمجتهدُ على تقدير وجوده : فرضُه اتباع ما ظهر له من الحق ، وأما غيره ففرضُه التقليد .

وتقليد هؤلاء الأئمة سائغٌ بلا ريب ، ولا إثم عليهم ، ولا من قلّدهم ولا بعضهم .

[فإن قيل:](١) فهذا يُفضي إلى اتباع الأئمة على الخطأ . [قيل:](١) لا يقول القول الحق [جميع الخلق] (١) لابُد أن يكون مذموماً به أحد من [المخالفين](١) .

فلم يتفق للأمة الخطأ ، وأكثر ما يقع هذا إن كان واقعاً فيما قل وقوعه .

فأما المسائلُ التي يحتاج المسلمون إليها عموماً ، فلا يجوز أن يعتقد أنَّ الأئمة المُقتدى بهم في الإسلام في هذه الأعصار المتطاولة اجتمعوا فيها على الخطأ ؛ فإنَّ هذا قدحٌ في هذه الأمة قد أعاذها الله منه .

فإن قيل: نحن نُسلم منعَ عُموم الناس من سلوك طريق الاجتهاد ؛ لما يُفضي ذلك إلى أعظم الفساد .

لكن لا نسلم منعَ تقليد إمامٍ مُتبع من أئمة المجتهدين غير هؤلاء الأئمة المشهورين .

قيل : قد نبّهنا على علة المنع من ذلك ، وهو أنَّ مذاهب غير هؤلاء لم تشتهر ولم تنضبط ، فربما نُسب إليهم ما لم يقولوه ، أو فُهم عنهم ما لم يريدوه ، وليس لمذاهبهم من يذبّ عنها ، ويُنبّهُ على ما يقع من الخلل فيها بخلاف هذه المذاهب المشهورة.

فإن قيل : فما تقولون في مذهب إمامٍ غيرهم قد دُوِّن مذهبه وضُبط وحفظ كما حُفظ مذاهب هؤلاء ؟

غیر مقلدوں کو آخر تقلید کرنی ہی پڑتی ہے

غیر مقلدوں کے محدث گوندھلوی لکھتے ہیں

جب مکلف خود مسئلے کی تحقیق نہ کر سکے اور اس کی تفصیلات معلوم نہ ہوں تو اس صورت میں بعض دفعہ تقلید جائز اور بعض دفعہ واجب ہو جاتی ہے

159 الاصلاح (حصہ اول)

تقلید کے جواز یا وجوب کی صورت:

جب مکلف خود مسئلہ کی تحقیق نہ کر سکے اور اس کو تفصیل معلوم نہ ہو تو اس صورت میں بعض دفعہ تقلید جائز اور بعض دفعہ واجب ہوتی ہے، مگر جو تقلید کی مطلق مذمت کرتے ہیں وہ اس صورت کو تقلید نہیں کہتے اور جو جائز یا واجب کہتے ہیں وہ اس کو تقلید کی قسم قرار دیتے ہیں۔

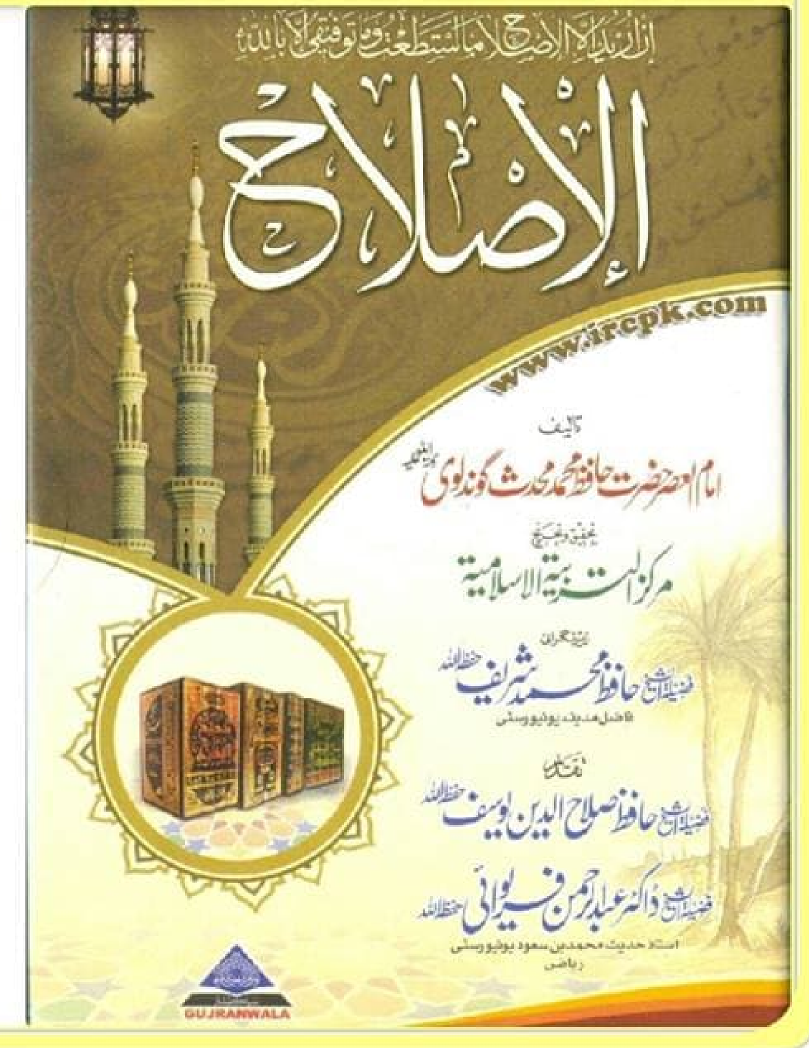
"قال أبو عبد الله بن خواز منداد البصري المالكي: التقليد: معناه في الشرع: الرجوع إلى قول لا حجة لقائله عليه، وذلك ممنوع منه في الشريعة، والاتباع: ما ثبت عليه حجة" (إعلام: ۲۸، هندی)

یعنی تقلید کا شرعی معنی ایسے قول کی طرف رجوع کرنا ہے جس کے قائل کی کوئی دلیل نہ ہو اور یہ شریعت میں منع ہے اور اتباع وہ ہے جس پر دلیل و حجت قائم ہو۔

اب تقلید کی حرمت و مذمت کی تمام ادلہ کو پہلی تین قسموں پر محمول کرنا چاہیے اور جواز اور وجوب کی ادلہ کو پچھلی دو قسموں پر۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تحریف ادیان کا چھٹا سبب غیر معصوم کی تقلید ہے، علماءِ امت میں سے کوئی عالم کسی مسئلہ میں اجتہاد کرلے تو اس کے متبعین یہ خیال کریں کہ یہ قطعاً یا غالباً ٹھیک ہے، اس وجہ سے وہ صحیح حدیث کو رد کردیں، اس تقلید سے مراد وہ تقلید نہیں جس میں مقلد کا یہ عقیدہ ہو کہ مجتہد سے خطا بھی ہو جاتی ہے اور صواب کو بھی پہنچتا ہے اور جب مجھے اس کے خلاف حدیث ملے گی تو اس کی بات کو چھوڑ دوں گا اور حدیث کی پیروی کروں گا۔ آیت: ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ [التوبہ: ۹/۳۱] (یہود و نصاریٰ نے اپنے فقیروں اور علماء کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ رب بنا لیا) کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ جب یہ لوگ ان کے لیے کوئی چیز حلال کرتے تو یہ حلال سمجھتے اور اگر حرام



امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور تقلید مذاہب اربعہؒ

امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

ان چاروں فقہی مذاہب (حنفی مالکی شافعی حنبلی) کے علاوہ حق پہ مبنی کوئی فقہی مسلک عملاً دنیا میں موجود نہیں ہے لہذا ان کی پیروی سواد اعظم کی پیروی کہلائے گی اور چاروں مذاہب کو چھوڑ دینا اور ان سے باہر ہو جانا سواد اعظم سے نکل جانے کے مترادف ہو گا

ناممکن نہیں ہے لیکن دشوار تر ضرور ہے۔ اور عموماً ایسا ہوتا ہے۔

جب یہ بات طے ہو گئی کہ سلف کے اقوال پر اعتماد کرنا ضروری ہے تو پھر لازم ہوا کہ ان کے اقوال، فتاوٰی اور آراء صحیح اور معتبر سند کے ساتھ کتابوں میں مدون موجود ہوں۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہوا کہ ان کے ان اقوال اور آراء کو زیرِ بحث بھی لایا گیا ہو۔ بایں طور کہ اس کے محتملات میں سے راجح قول کو واضح کر دیا گیا ہو۔ جہاں ضروری ہو وہاں عام کو خاص اور مطلق کو مقید کیا گیا ہو (۱)۔ اور جہاں اقوال و آراء میں اختلاف ہے وہاں ان کے درمیان تطبیق کی کوئی صورت نکال لی گئی ہو۔

اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے احکام کے علل بھی بیان کر دیے گئے ہوں کیوں کہ ان کے مبہم ہونے کی صورت میں ان پہ اعتماد کرنا ممکن نہیں ہے۔

اب بعد کے ادوار میں رائج شدہ فقہی مسالک کے علاوہ کوئی ایسا فقہی مسلک نہیں ہے جس کی تقلید کی جا سکے۔ لے دے کر مسلک امامیہ اور مسلک زیدیہ رہ جاتے ہیں۔ مگر یہ فقہی مسالک اہل بدعت اور اہل تشیع کے ہیں۔ ان کے اقوال اور فتاوی پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

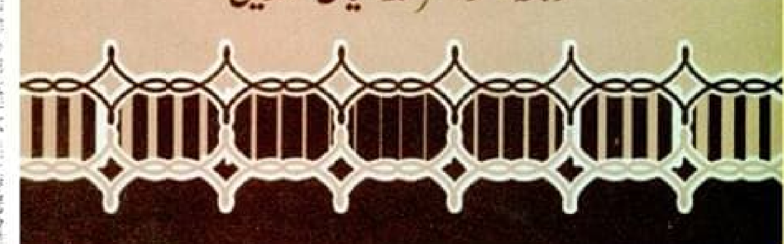
۲ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: سواد اعظم (بڑی جماعت) کی پیروی کرو۔ ان چار فقہی مسالک (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے علاوہ حق پر مبنی کوئی اور فقہی مسلک عملاً دنیا میں موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ان کی پیروی سواد اعظم کی پیروی کہلائے گی۔ اور ان چاروں مسالک کو چھوڑ دینا اور ان سے باہر ہو جانا، سواد اعظم سے نکل جانے کے مترادف ہو گا۔

تصنیف: امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

عقد الجید

فی احکام الاجتہاد و التقلید

ترجمہ: ڈاکٹر محمد میاں صدیقی



امام ناقد حافظ شمس الدین الذہبیؒ اور تقلید مجتہد

امام ناقد امام ذہبیؒ ابن حزم الظاہریؒ کے تذکرے میں فرماتے ہیں

جو شخص اجتہاد کے مرتبہ پر فائز ہو بلکہ اس کی شہادت متعدد آئمہ دیں اس کیلیے تقلید کی گنجائش نہیں ہے مگر مبتدی قسم کا فقیہ کا عامی درجے کا آدمی جو قرآن کا یا اسکے اکثر حصے کا حافظ ہو اس کیلیے اجتہاد جائز نہیں، وہ کیسے اجتہاد کرے گا؟ کیا کہے گا کس چیز پر اپنے اجتہاد کی امارت قائم کرے گا؟ کیسے اڑھے گا ابھی اسکے پر بھی نہیں نکلے؟"

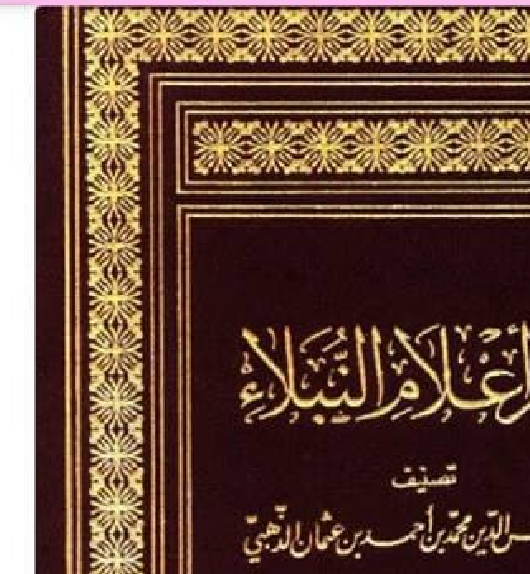
أحدُ الأطواد . وحدثني عنه(١) عمرُ بنُ واجب قال : بينما نحن عند أبي بِبَلَنْسِيَةَ وهو يُدَرِّسُ المذهب ، إذا بأبي محمد بن حزم يَسمعُنا ، ويتعجبُ ، ثم سأل الحاضرينَ مسألةً من الفقه ، جُووِبَ فيها ، فاعترَض في ذلك ، فقال له بعضُ الحُضَّار : هذا العلم ليس من مُنْتَحلاتِك ، فقام وقعد ، ودخل منزله فعكف ، وَوَكَفَ(٢) منه وَابِلٌ فما كَفَّ ، وما كان بَعدَ أشهر قريبة حتى قَصَدْنا إلى ذلك الموضع ، فناظر أحسنَ مناظرة ، وقال فيها : أنا أتبع الحقَّ ، وأجتهد ، ولا أتقيَّدُ بمذهب(٣) .

قلتُ : نعم ، من بلغ رُتبة الاجتهاد ، وشهد له بذلك عِدة(٤) من الأئمة ، لم يَسُغ له أن يُقلِّدَ ، كما أن الفقيه المُبتدىء والعامي الذي يحفظ القرآن أو كثيراً منه لا يَسوغُ له الاجتهاد أبداً ، فكيف يَجتهدُ ، وما الذي يقول ؟ وعلامَ يَبني ؟ وكيف يَطيرُ ولمَّا يُريِّش ؟ والقسم الثالث : الفقيه المنتهي اليَقظ الفَهِم المُحدِّث ، الذي قد حفظ مختصراً في الفروع ، وكتاباً في قواعد الأصول ، وقرأ النحو ، وشارك في الفضائل مع حفظه لكتاب الله وتشاغله بتفسيره وقوة مُناظرته ، فهذه رُتبة من بلغ الاجتهاد المُقيَّد ، وتأهَّلَ للنظر في دلائل الأئمة ، فمتى وَضح له الحقُّ في مسألة ، وثبت فيها النص ، وعَمِلَ بها أحدُ الأئمة الأعلام كأبي حنيفة مثلاً ، أو كمالك ، أو الثوريِّ ، أو الأوزاعي ، أو الشافعي ، وأبي عبيد ، وأحمدَ ، وإسحاق ، فليَتَّبع فيها الحق ولا يَسْلُكِ الرُّخصَ ، وليَتورَّع ، ولا يَسَعُه فيها بعدَ قيام الحجة عليه تقليدٌ ، فإن خاف ممن

---

(١) لفظ « عنه » ليس في طبعة المجمع .
(٢) وكف : قطر .
(٣) انظر « تذكرة الحفاظ » ١١٤٨/٣ ، و« لسان الميزان » ١٩٩/٤ .
(٤) طبعة المجمع : عند .

١٩١



تقلید شخصی کا ثبوت عہد صحابہ رض میں

اہل مدینہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی کرتے تھے

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک عورت کے متعلق مسئلہ پوچھا
کہ عورت کو اگر طواف افاضہ کے بعد حیض آجائے تو وہ کیا کرے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ
جاسکتی ہے لیکن اہل مدینہ نے کہا کہ ہم آپکے قول کو اختیار نہیں کریں گے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا قول ترک نہیں کریں گے
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تم مدینہ جانا تو اس مسئلے کو پوچھ لینا پھر وہ لوگ مدینہ آئے اور مسئلہ دریافت کیا۔

٣٢ - الحج  باب : ١٤٤ حديث : ١٦٧٠ - ١٦٧٣ ٦٢٥

ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ ، ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ .

تَابَعَهُ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي خَالِدٌ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنْ قَتَادَةَ : أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ : عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [١٦٧٥]

١٤٤ - باب : إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ .

١٦٧٠ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ ، حَاضَتْ ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالَ : (أَحَابِسَتُنَا هِيَ) . قَالُوا : إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ ، قَالَ : (فَلَا إِذًا) .
[ر : ٣٢٢]

١٦٧٢/١٦٧١ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ عِكْرِمَةَ : أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ سَأَلُوا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، عَنِ امْرَأَةٍ طَافَتْ ، ثُمَّ حَاضَتْ ، قَالَ لَهُمْ : تَنْفِرُ ، قَالُوا : لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ ، قَالَ : إِذَا قَدِمْتُمُ الْمَدِينَةَ فَسَلُوا ، فَقَدِمُوا الْمَدِينَةَ ، فَسَأَلُوا ، فَكَانَ فِيمَنْ سَأَلُوا أُمُّ سُلَيْمٍ ، فَذَكَرَتْ حَدِيثَ صَفِيَّةَ .

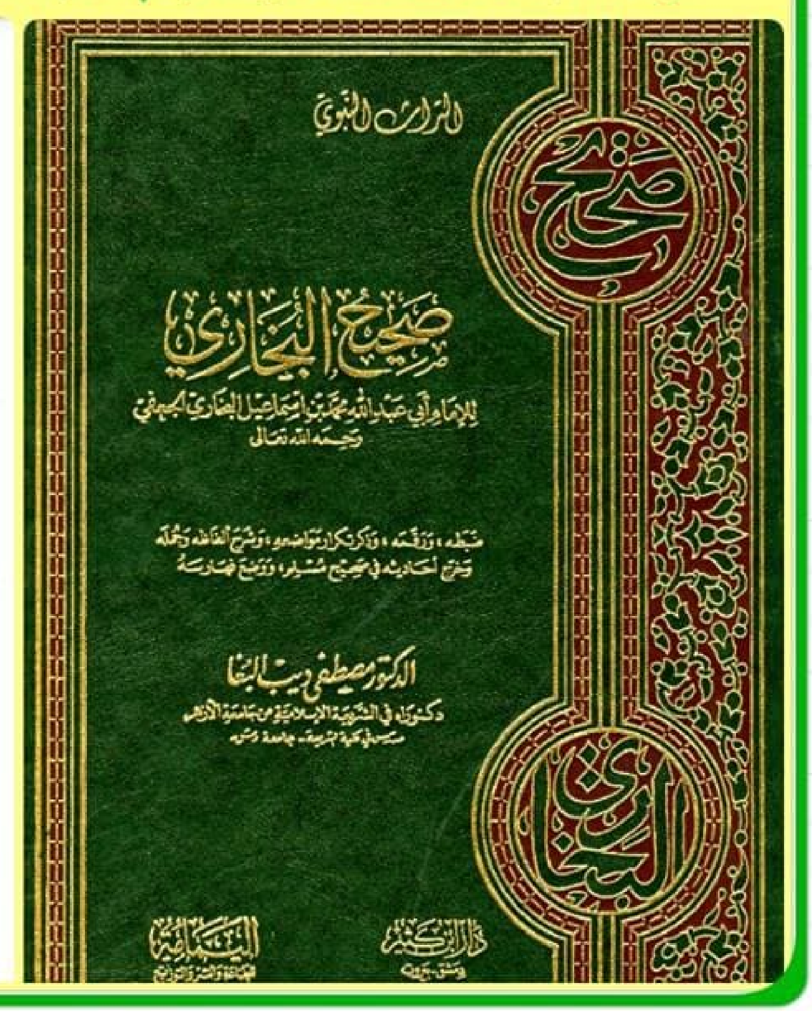
رَوَاهُ خَالِدٌ وَقَتَادَةُ ، عَنْ عِكْرِمَةَ .

(١٦٧٢) : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ : حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : رُخِّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا أَفَاضَتْ .

قَالَ : وَسَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ : إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعْدُ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ لَهُنَّ . [ر : ٣٢٣]

١٦٧٣ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، وَلَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ ، فَقَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَحِلَّ ، وَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ ، فَطَافَ مَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ نِسَائِهِ وَأَصْحَابِهِ ، وَحَلَّ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الْهَدْيُ ، فَحَاضَتْ هِيَ ، فَنَسَكْنَا مَنَاسِكَنَا مِنْ

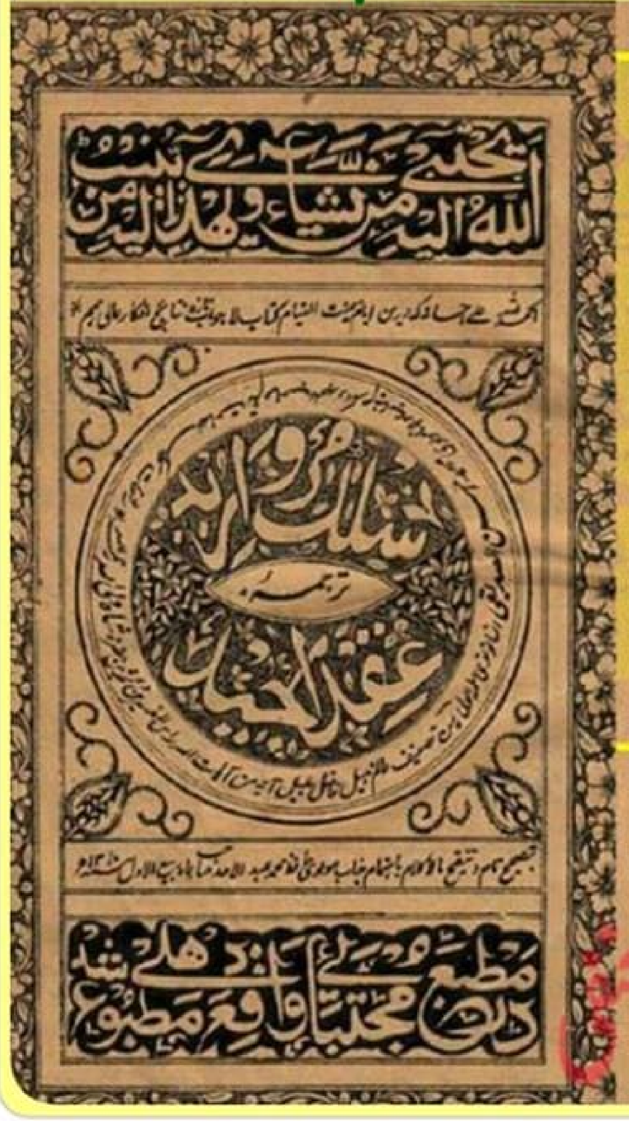
١٦٦٩ : (رقدة) نام . (بالمحصب) مكان متسع بين مكة ومنى ، بين الجبلين إلى المقابر .



امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ اور تقلید مذاہب ائمہ اربعہ ؒ

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ فرماتے ہیں

امام الہند ؒ فرماتے ہیں کہ ان چاروں مذاہب پہ عمل کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان سب کے سب سے روگردانی کرنے میں بڑا فساد ہے



باب سوم ان چارون مذہبون کے اختیار کرنے کی تاکید اور ان کو چھوڑنے اور ان سے باہر نکلنے کی ممانعت شدید جاننا چاہیے کہ ان چارون مذہبون کے اختیار کرنے مین ایک بڑی مصلحت ہے اور ان سب کے سب سے روگردانی کرنے مین بڑا فساد ہے اور ہم اس بات کو کئی وجہون سے بیان کرتے ہین۔ وجہ اول یہ ہے کہ امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ شریعت کے معلوم کرنے مین سلف پر اعتماد کرین مثلاً تابعین نے اس بارہ مین صحابہ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا اور اسی طرح ہر طبقہ مین علمائے اپنے پہلے علما پر اعتماد کیا اور اس امر کی خوبی پر عقل بھی

باب ۳ تاكيد الأخذ بهذه المذاهب الأربعة والتشديد في تركها والخروج عنها

اعلم أن في الأخذ بهذه المذاهب الأربعة مصلحة عظيمة وفي الإعراض عنها كلها مفسدة كبيرة ونحن نبين ذلك بوجوه أحدها أن الأمة اجمعت على أن يعتمدوا على السلف في معرفة الشريعة فالتابعون اعتمدوا في ذلك على الصحابة وتبع التابعين اعتمدوا على التابعين وهكذا في كل طبقة اعتمد العلماء على من قبلهم والعقل يدل على حسن ذلك

"توجواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت کی ہے جو اس کی نازل کردہ سے اعراض رکھے اور اپنے آباواجداد کی تقلید کرے ایسی تقلید کی حرمت اور مذمت پر ائمہ اربعہ اور سلف صالحین کا اتفاق ہے۔ اور ایسے شخص کی تقلید جو کوشش کرکے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کی اتباع کرے اور جو بظاہر چیزیں اس پر مخفی (چھپی) رہ جاتی ہیں ان میں وہ اپنے سے زیادہ علم والے کی تقلید کرتا ہے تو یہ "محمود" ہے "مذموم" نہیں اس میں وہ ماجور ہے (یعنی اگر مسئلہ غلط ہو تو خطا پر بھی اجر ملے گا) اس پر کوئی وبال نہیں اور اس کا بیان تقلید واجب اور جائز میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ"۔ (إعلام الموقعين: ج۳، ص۴۴۸)

عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِم مُّقْتَدُونَ ﴿٢٣﴾ قَٰلَ أَوَلَوْ جِئْتُكُم بِأَهْدَىٰ مِمَّا وَجَدتُّمْ عَلَيْهِ ءَابَآءَكُمْ﴾ [الزخرف: ٢٣] [وقال تعالى][(١)]: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ ءَابَآءَنَآ﴾ [المائدة: ١٠٤] وهذا في القرآن كثير يَذمُّ فيه من أعرض عما أنزله وقنع بتقليد الآباء.

فإن قيل: إنما ذم من قلّد الكفّار وآباءه الذين لا يعقلون شيئاً ولا يهتدون، ولم يَذم من قلّد العُلماءَ المهتدين، بل قد أمر بسؤال أهل الذكر، وهم أهل العلم، وذلك تقليدٌ لهم، فقال تعالى: ﴿فَسْـَٔلُوٓا أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل: ٤٣] وهذا أمرٌ لمن لا يعلم بتقليدِ من يَعْلم.

فالجواب أنه سبحانه ذمّ من أعرض عمّا أنزله إلى تقليد الآباء، وهذا القدر من التقليد هو مما اتفق السلف والأئمة الأربعة على ذمّه وتحريمه، وأما تقليد من بذل جُهده في اتباع ما أنزل الله وخفي عليه بعضُه فقلّد فيه من هو أعلم منه فهذا محمود غير مذموم، ومأجور غير مأزور، كما سيأتي بيانه عند ذكر التقليد الواجب والسائغ إن شاء الله تعالى.

وقال تعالى: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ﴾ [الإسراء: ٣٦] والتقليد ليس بعلم باتفاق أهل العلم كما سيأتي، وقال تعالى: ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّىَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْىَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَٰنًا وَأَن تَقُولُوا عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [الأعراف: ٣٣] وقال تعالى: ﴿ٱتَّبِعُوا مَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ﴾ [الأعراف: ٣] فأمر باتباع المُنزَّل خاصة، والمُقلّد ليس له علم أن هذا هو المنّزل وإن كان[(٢)] قد تبيّنت[(٣)] له الدلالة في خلاف قول من قلّده فقد علم أن تقليده في خلافه اتباع لغير المنزل، وقال تعالى: ﴿فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ [النساء: ٥٩] فمنَعَنا سبحانه من الرد إلى غيره وغير رسوله، وهذا يبطل التقليد. وقال تعالى: ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تُتْرَكُوا[(٤)] وَلَمَّا يَعْلَمِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ جَٰهَدُوا مِنكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلَا رَسُولِهِۦ وَلَا ٱلْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً﴾ [التوبة: ١٦] ولا وليجة[(٥)] أعظم ممن جعل رجلاً

(١) ما بين المعقوفتين سقط من (ن) وبدلها في (ك) و(ق): «قال».
(٢) في (ق): «كانت»، وأشار في الهامش إلى أنه في نسخة ما أثبتناه.
(٣) في (ك) و(ق): «تبيّن».
(٤) تحرفت في المطبوع إلى: «أم حسبتم أن تدخلوا الجنة...»!.

سلسلة مكتبة ابن القيم

(٦)

إعلام الموقعين عن رب العالمين

تصنيف

أبي عبد الله محمد بن أبي بكر بن أيوب

المعروف بابن قيم الجوزية

المتوفى سنة ٧٥١ هـ

قرأه وقدم له وعلق عليه وخرج أحاديثه وآثاره

أبو عبيدة مشهور بن حسن آل سلمان

شارك في التخريج

أبو عمر أحمد عبد الله أحمد

المجلد الثالث

دار ابن الجوزي

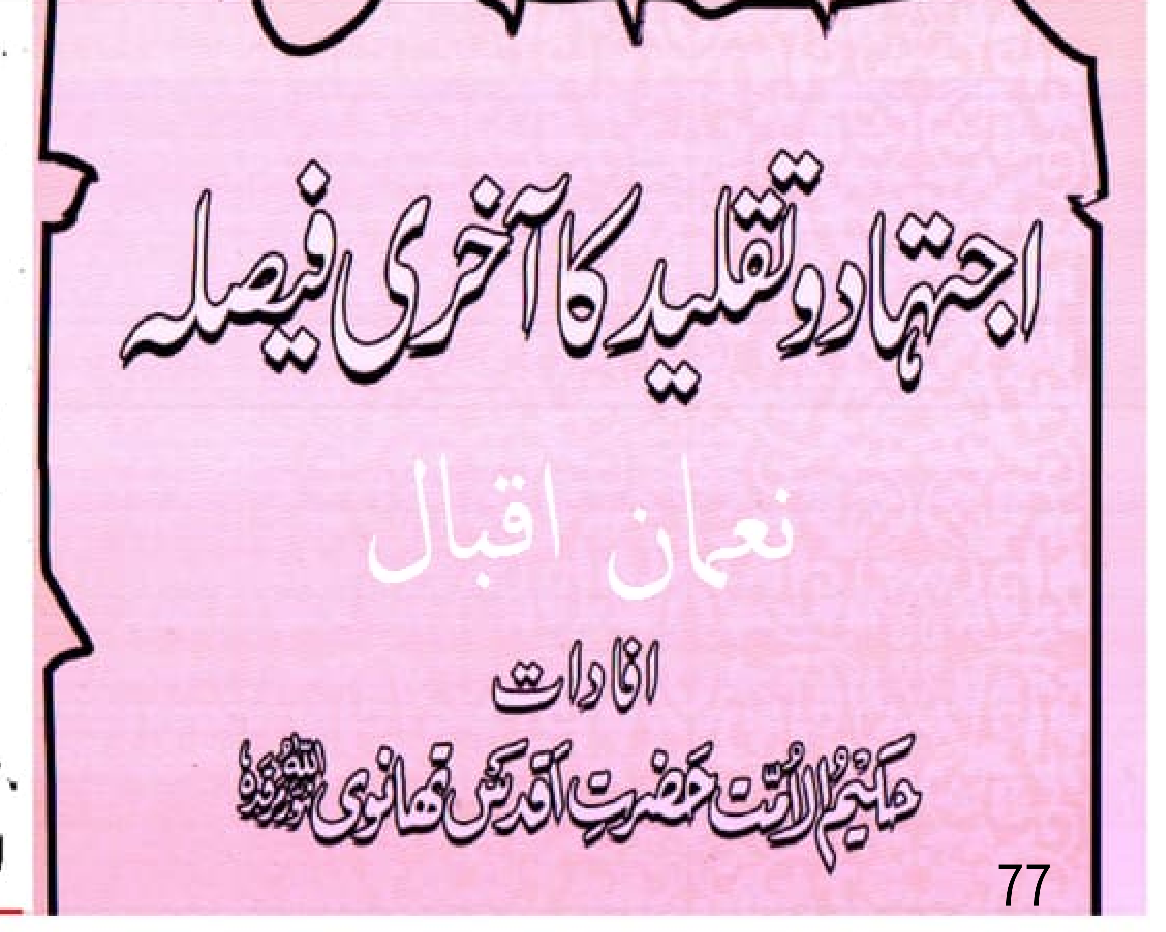
غیر مقلدین حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سے تقلید اور اتباع کے متعلق ایک قول نقل کر کے اتباع اور تقلید کے فرق کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ مولانا تھانویؒ خود فرماتے ہیں کہ: ”پس ایک زمانہ خاص تک ایک شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کرلینا اور یہی تقلید شخصی ہے“۔

(اجتہاد و تقلید کا آخری فیصلہ: ص ۵۴)

بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِي وَأَشَارَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ الحديث﴾ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلامت میں تو ان کا اتباع کیا کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ان کا اتباع کیا کرنا پس ایک زمانہ خاص تک ایک شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کرلینا اور یہی تقلید شخصی ہے۔ (الاقتصاد صفحہ ۴۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعلیم احکام کے لئے یمن بھیجا تو یقیناً اہل یمن کو اجازت دی کہ ہر مسئلہ میں ان سے رجوع کرسکتے ہیں اور یہی تقلید شخصی ہے۔ (الاقتصاد صفحہ ۴۲)



غیر مقلدین حضرات ”اتباع اور تقلید“ کے فرق کو صرف ایک جملے سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اتباع کسی غیر نبی کی بات کو دلیل کے ساتھ قبول کرنے کو کہتے ہیں اور تقلید کسی غیر نبی کی بات کو بلا دلیل قبول کرنے کا نام ہے۔

میں تمام غیر مقلدین حضرات سے سوال کرتا ہوں کہ اگر اتباع کسی غیر نبی کی بات کو دلیل کے ساتھ قبول کرنے کو کہتے ہیں تو پھر قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر ”اتباع“ کا لفظ یہود و نصاریٰ، من گھڑت پرستوں، خواہشِ نفس، بے سند خیال اور شیطان کی پیروی کے لئے بھی استعمال ہوا ہے تو یہ کیا دلیل دیا کرتے ہیں؟ جن کی پیروی کے لئے بھی قرآن میں ”اتباع“ کا لفظ استعمال ہوا ہے؟

الٓمّٓ ۱ — ۴۸ — البقرۃ ۲

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۞

آپ سے یہود و نصاریٰ ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں،[۳] آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے[۴] اور اگر آپ نے باوجود اپنے پاس علم آ جانے کے، پھر ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپ کا نہ تو کوئی ولی ہوگا اور نہ مددگار۔[۵] (۱۲۰)

اِلَیْهِ یُرَدُّ ۲۵ — ۱۴۰۹ — الجاثیۃ ۴۵

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞

پھر ہم نے آپ کو دین کی (ظاہر) راہ پر قائم کر دیا،[۵] سو آپ اسی پر لگے رہیں اور نادانوں کی خواہشوں کی پیروی میں نہ پڑیں۔[۶] (۱۸)

یَعْتَذِرُوْنَ ۱۱ — ۵۸۳ — یُوْنُس ۱۰

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۞

یاد رکھو کہ جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں یہ سب اللہ ہی کے ہیں اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے شرکا کی عبادت کر رہے ہیں کس چیز کی اتباع کر رہے ہیں۔ محض بے سند خیال کی اتباع کر رہے ہیں اور محض اٹکلیں لگا رہے ہیں۔[۱] (۶۶)

سَیَقُوْلُ ۲ — ۶۶ — البقرۃ ۲

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۞

لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ پیو اور شیطانی راہ پر نہ چلو،[۲] وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ (۱۶۸)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۞

اور ان سے جب کبھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا، گو ان کے باپ دادے بے عقل اور گم کردہ راہ ہوں۔[۱] (۱۷۰)

وَلَوْ اَنَّنَا ۸ — ۴۰۷ — الاعراف ۷

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۞

والوں کے لئے۔ (۲)

تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے[۱] اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر من گھڑت سرپرستوں کی اتباع مت کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔ (۳)

قرآن مجید کی اس دلیل سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اتباع اور تقلید دونوں میں معنوی لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔



للعلامة عبد العلي محمد بن نظام الدين محمد السهالوي الأنصاري اللكنوي
المتوفى سنة ١٢٢٥هـ

بشرح

مسلم الثبوت

للإمام القاضي محب الله بن عبد الشكور البهاري
المتوفى سنة ١١١٩هـ

ضبطه وصححه
عبد الله محمود محمد عمر

الجزء الثاني

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

وجدت هذه العلاوة مغايرة لما تقدم، وإذا لم يتم الجواب المذكور **(فالوجه)** في الجواب **(أن اللازم)** من دليلكم **(دوام اعتقاد الحق لا دوام)** وقوع **(الاجتهاد)** والمطلوب هذا دون ذلك **(و)** قالوا **(ثانياً: الاجتهاد فرض كفاية)** في كل عصر **(لأن الحوادث غير متناهية، فلا يكفي تقليد الميت)** لأنه ما بين حكم الحادثة التي حدثت بعده **(فلو خلا)** عصر عنه **(اجتمعوا على الباطل)** وهو باطل بالشرع، والجواب الملازمة ممنوعة فإن الخلو عن المجتهد المطلق لا يلزم منه الإجماع على الباطل لجواز أن يوجد في كل عصر مجتهد في المذهب أو مجتهد في البعض، و**(الجواب)** ثانياً **(إذا فرض موت العلماء فالبطلان)** للتالي **(ممنوع لأن المبادىء شرط)** ومن جملتها العلماء، واجتماع العلماء لا يكون على باطل لا مطلقاً **(فتدبر)** وفيه شيء، فإنه يلزم منه أن يعمل كل الأمة بالباطل، فلم يكونوا على الحق، فالأولى أن يقال إنه لا يلزم الاجتماع على الباطل، وإنما لو ابتلى كل أحد بالحادثة الجديدة التي لم يستخرج حكمها المجتهدون السابقون وهو ممنوع فافهم.

فصل

(التقليد: العمل بقول الغير من غير حجة) متعلق بالعمل، والمراد بالحجة حجة من الحجج الأربع، وإلا فقول المجتهد دليله وحجته **(كأخذ العامي)** من المجتهد **(و)** أخذ **(المجتهد من مثله، فالرجوع إلى النبي عليه)** وآله وأصحابه **(الصلاة والسلام أو إلى الإجماع ليس منه)** فإنه رجوع إلى الدليل **(وكذا)** رجوع **(العامي إلى المفتي والقاضي إلى العدول)** ليس هذا الرجوع نفسه تقليداً وإن كان العمل بما أخذوا بعده تقليداً **(لإيجاب النص ذلك عليهما)** فهو عمل بحجة لا بقول الغير فقط **(لكن العرف)** دل **(على أن العامي مقلد للمجتهد)** بالرجوع إليه **(قال الإمام)** إمام الحرمين **(وعليه معظم الأصوليين)** وهو المشتهر المعتمد عليه **(والمفتي المجتهد من حيث يجيب السائل)** فهو أخص منه **(والمستفتي يقابله)** أي السائل من المجتهد من حيث هو سائل **(وقد يجتمعان)** في شخص واحد بناء **(على التجزي)** في الاجتهاد، فيكون في بعض المسائل مجتهداً مفتياً. وفي بعضها مستفتياً **(لتعدد الجهات، والمستفتى فيه)** الذي وقع السؤال عنه المسائل **(الشرعية والعقلية على)** المذهب **(الصحيح لصحة إيمان المقلد عند الأئمة الأربعة)** الإمام أبي حنيفة، والإمام الشافعي، والإمام مالك، والإمام أحمد بن حنبل رضوان الله تعالى عليهم **(وكثير من المتكلمين خلافاً للأشعري. وإن كان آثماً في ترك النظر)** والاستدلال، أما قبول إيمان المقلد فثابت بالدلائل القطعية، فإنه تواتر أن رسول الله ﷺ كان يقبل إيمان كل أحد وإن حصل من دون نظر، حتى من الصبيان الذين لم يقدروا على النظر أصلاً، وكذا تواتر من الصحابة والتابعين من غير نكير، والخلاف إنما نشأ بعدهم، وأما التأثيم بترك النظر فلم ينص عليه الأئمة، إنما حكم المتأخرون به من جهة ترك النظر الذي كان واجباً. وهذا ليس بشيء، فإن النظر ما كان واجباً إلا لتحصيل الإيمان، وإذا حصل الإيمان ارتفع سبب وجوبه، فلا إثم في الترك كما إذا أسلم الكفار قاطبة سقط الجهاد الذي كان وجب من غير إثم فافهم.

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ
کہیے: پس حجت پوری اللہ کی رہی

جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشن

رحمۃ اللہ الواسعۃ
شرح
حجۃ اللہ البالغۃ

جلد دوم

تصنیف
امام اکبر، مجدد ملت، حکیم الاسلام
حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ
(۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ — ۱۷۰۳ء-۱۷۶۲ء)

شارح
حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ
استاذ دار العلوم دیوبند

ناشر
زمزم پبلشرز
نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی

ان کے شاگرد مزنی رحمہ اللہ نے اپنی "مختصر" کے شروع میں فرمایا ہے:

"میں نے یہ کتاب ملخص کی ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے علوم سے اور ان کے کلام کے معانی سے، تاکہ میں ان باتوں کو قریب کروں اس شخص سے جو ان کا قصد کرتا ہے، میرے اُس کو بتلانے کے ساتھ امام شافعی کی ممانعت کو اپنی تقلید سے اور اپنے علاوہ کی تقلید سے (ابوشامہؒ کی بات پوری ہوئی)

۳-: اور اس شخص کے حق میں جو عام آدمی ہے، اور وہ فقہاء میں سے کسی معین شخص کی تقلید کرتا ہے، سمجھتا ہے کہ اُس جیسے سے خطا ناممکن ہے اور یہ کہ جو کچھ اس نے کہا ہے وہی قطعی طور پر صحیح ہے۔ اور اس نے اپنے دل میں پوشیدہ رکھا ہے کہ وہ اس کی تقلید نہیں چھوڑے گا، اگرچہ اس کے خلاف دلیل ظاہر ہو۔ اور یہ وہی بات ہے جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے کہ انھوں نے فرمایا: میں نے ان کو سنا —— مراد لے رہے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کو —— پڑھ رہے ہیں: ﴿اِتَّخَذُوْا﴾ الآیۃ فرمایا: "بیشک وہ لوگ ان کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ جس چیز کو وہ حلال کہتے تھے، اس کو وہ حلال سمجھ لیتے تھے۔ اور جس کو وہ حرام ٹھہراتے تھے، اس کو وہ حرام سمجھ لیتے تھے"

۴-: اور اس شخص کے حق میں جو جائز قرار نہیں دیتا کہ حنفی —— مثلاً —— مسئلہ پوچھے کسی شافعی فقیہ سے، اور اس کے برعکس۔ اور جائز قرار نہیں دیتا کہ حنفی اقتداء کرے کسی شافعی امام کی مثال کے طور پر۔ پس بیشک یہ شخص قرون اولیٰ کے اجماع کے خلاف ورزی کرتا ہے اور صحابہ وتابعین کی مخالفت کرتا ہے۔

☆ ☆ ☆

اماموں کی معروف تقلید ابن حزم کے قول کا مصداق نہیں ہے

علامہ ابن حزم ظاہری کے مطلقاً حرمت تقلید والے قول کا مصداق وہ شخص نہیں ہے جو صرف رسول اللہ ﷺ کے قول کو دین مانتا ہے۔ اور صرف اس چیز کو حلال وحرام سمجھتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے حلال وحرام کی ہے۔ مگر چونکہ وہ نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا ہے۔ اور نہ وہ مختلف احادیث کے درمیان جمع کرنے کا طریقہ جانتا ہے۔ اور وہ کلام نبوی سے استنباط احکام کی راہوں سے واقف نہیں ہے۔ اس لئے وہ کسی راہ یاب عالم کی پیروی کرتا ہے۔ اور یہ سمجھ کر تقلید کرتا ہے کہ وہ عالم جو کچھ کہتا ہے یا وہ جو فتوی دیتا ہے اس میں وہ مصیب ہے۔ اور بہ ظاہر وہ عالم رسول اللہ ﷺ کی سنت کا متبع بھی ہے۔ پھر اگر اس مقلد کے سامنے اس عالم کے گمان کے برخلاف بات آتی ہے تو وہ بغیر کسی جدال یا اصرار کے فوراً باز آجاتا ہے۔ تو اس قسم کی تقلید کا کون شخص انکار کرسکتا ہے؟ علماء سے مسائل دریافت کرنے کا اور مسئلہ بتانے کا سلسلہ تو رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے برابر چلا آرہا ہے۔ اور یہی تو تقلید ہے۔ اور اس میں کیا فرق ہے کہ ہمیشہ ایک ہی عالم سے مسئلہ پوچھے یا کبھی ایک سے پوچھے، کبھی دوسرے سے؟ جبکہ اس کا پختہ ارادہ

اہلحدیث عالم شیخ الکل محدث جلیل جناب سید نذیر حسین دہلوی اپنی کتاب معیار الحق کے صفحہ نمبر ۸۰ پر لکھتے ہیں:
"(تقلید کی اقسام) قسم اول: واجب ہے اور وہ تقلیدِ مُطلق ہے"۔ "یہ تقلید واجب اور صحیح ہے"۔

جس طرح ایک بُت کو سجدہ کرنا یا ایک سے زائد بتوں کو سجدہ کرنا دونوں ہی شرک و حرام ہیں، بالکل اسی طرح تقلید کسی ایک مجتہد کی کی جائے (یعنی تقلید شخصی) یا پھر ایک سے زائد مجتہدین کی (یعنی تقلید مُطلق) دونوں ہی شرک و حرام ہوئے۔ اگر ایک سے زائد مجتہدین کی تقلید (یعنی تقلید مطلق) شرک و حرام نہیں تو پھر ایک مجتہد کی تقلید (یعنی تقلید شخصی) کیسے شرک و حرام ہو سکتی ہے؟

موجود ہے چنانچہ عنقریب کلام میں عبدالرحمان بن اسماعیل ابوشامہ کے آئے گا اور وجہ ثانی یہ کہ اگر کوئی شخص اہل علم حسب وسعت اپنی کے ایک حدیث کو تحقیق کر کے اس پر عمل کرے تو نہایت یہی ہوگا کہ وہ حدیث منسوخ ہوگی تو ہم کہتے ہیں کہ وہ شخص عمل کرنے میں ساتھ اس حدیث کے گنہگار نہ ہوگا اور وہ عمل اس کا باطل اور قابل اعادہ کے نہ ہوگا جیسا کہ مروی ہے کہ بعد نسخ قبلہ ٹھہرانے بیت المقدس کے بعض لوگ بدستور قدیم طرف بیت المقدس کی نماز پڑھتے رہے اور جب آنحضرت سے ان کو خبر پہنچی تو متوجہ مکہ کی طرف ہوئے اور آنحضرت ﷺ نے ان کو یہ امر نہ کیا کہ جو نماز طرف بیت المقدس کی باوجود منسوخ ہونے استقبال بیت المقدس کے پڑھ چکے تھے ان کو اعادہ کریں چنانچہ:

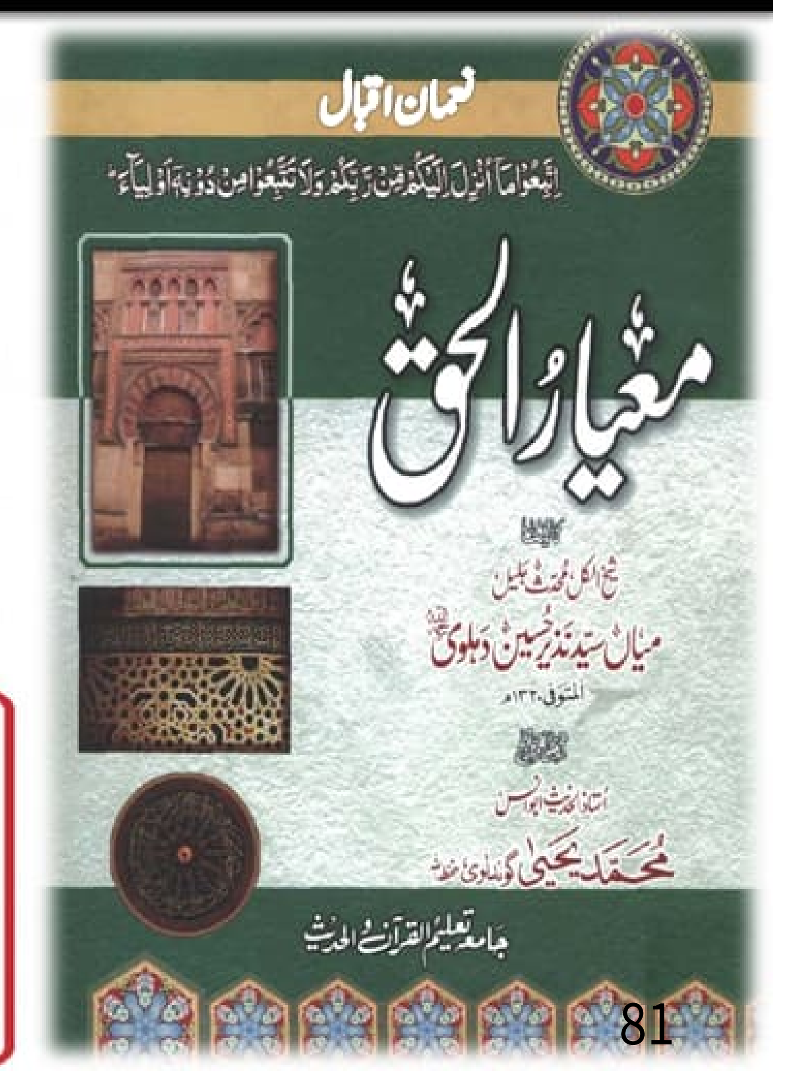
فاضل قندھاری نے مختتم میں کہا ہے:

انه عليه الصلوٰة والسلام لم يامر الذين صلوا الى بيت المقدس بعد التحويل جاهلين به ان تعيدوا صلواتهم انتهىٰ

"آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو جنہوں نے بعد تبدیل جہت قبلہ کی انجانی میں بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی نماز کے پھیرنے کا حکم نہیں دیا۔"

(اقسام تقلید)

تو عذر لوگوں کا جو کہ حدیث پر عمل کرنے سے بالکل منع کرتے ہیں بجمیع وجوہ باطل ہوا اور ثابت ہوا کہ عالم بالحدیث کو وقت جاننے ایک مسئلہ کے حدیث سے تقلید کسی مجتہد کی نہ چاہیے اس مسئلہ خاص میں باقی رہی تقلید وقت لاعلمی سو یہ چار قسم ہے۔
قسم اول: واجب ہے اور وہ مطلق تقلید ہے کسی مجتہد کی مجتہد اہل سنت کی سے لاعلی التعیین جس کو مولانا شاہ ولی اللہؒ نے عقد الجید میں کہا ہے کہ یہ تقلید واجب ہے اور صحیح ہے باتفاق امت اور اس کی یہ علامت لکھی ہے کہ عمل مقلد کا ساتھ قول مجتہد کے اسی طرح پر ہو جیسے شرط کی ہوتی ہے کہ اگر وہ قول موافق سنت کے ہو تو عمل کئے جاؤں گا تو جب کہ معلوم ہو کہ مخالف ہے سنت کے تو اس کو پھینک دوں گا چنانچہ فرماتے ہیں:



غیر مقلدین کے ایک اور جلیل القدر عالم جناب ثناء اللہ امر تسریؒ اپنی کتاب فتویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ نمبر ۲۵۶ پر خود اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ: ”تقلید مُطلق یہ ہے کہ بغیر تعیین کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کیا جائے۔ جو اہل حدیث کا مذہب ہے“۔

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہم نے فریق مخالف کے گھر سے دلیل پیش کر کے یہ ثابت کر دکھایا کہ غیر مقلدین حضرات بھی در حقیقت مقلد ہی ہیں۔

غیر مقلد سید توصیف الرحمٰن راشدی لکھتے ہیں: ”کسی گروہ کے عقائد اس گروہ کے علماء اور اکابرین طے کرتے ہیں“۔ (کیا علماءِ دیوبند اہلسنت ہیں!!!: ص۸) لہٰذا غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ اور جناب ثناء اللہ امر تسریؒ جیسے جید علماء اور اکابرین جنہوں نے فرقہ اہلحدیث کی بنیاد رکھی، خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ مطلق تقلید واجب ہے، جو اہل حدیث کا مذہب ہے۔ اب اگر موجودہ دور کے غیر مقلدین حضرات تقلید کا انکار کرتے ہوئے اسے سرے سے شرک اور حرام قرار دیتے ہیں تو ان کی اس بات کا کوئی اعتبار نہیں۔

فتاویٰ ثنائیہ جلد اوّل — ۲۵۶ — باب اوّل عقائد و مہمات دین

تقلید کی جامع مانع تعریف یہ ہے کہ۔ التقلید اخذ قول من غیر معرفة دلیله (من جمع الجوامع للسبکی) یعنی کسی غیر نبی کا قول بغیر اس کی دلیل پہچاننے کے قبول کرنا تقلید ہے۔ اس کا نتیجہ شارح الفاظ بیں یوں ہے۔ واخذ قول الغیر مع معرفة دلیله اجتهاد وافق اجتهاد القائل۔ (شرح جمع الجوامع جلد ۲ صفحہ ۲۵۱) یعنی کسی غیر نبی کی بات کو اس کی دلیل کے ساتھ قبول کرنا تقلید نہیں بلکہ اجتہاد ہے۔“

فاضل مضمون نگار حیدر آباد میں رہتے ہیں۔ اس لئے تعریف تقلید میں حیدر آباد کے ایک بزرگ کا قول ہم نقل کرتے ہیں۔

”تقلید کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کو معتبر سمجھ کر اس کے فعل و قول کی پیروی بغیر طلب دلیل کی جائے۔“ (حقیقة الفقہ مصنفہ مولانا انوار اللہ مرحوم حیدر آباد حصہ دوم)

اس تعریف کے بعد تقلید کی تقسیم۔ تقلید مطلق یہ ہے کہ بغیر تعیین کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کیا جائے۔ جو اہل حدیث کا مذہب ہے۔ تقلید شخصی یہ ہے کہ خاص ایک امام کی بات مانی جائے۔ جو مقلدین کا مذہب ہے۔ یہ ہے تعریف

اسی آیت کے بارے میں غیر مقلد عالم سید نذیر حسین دہلوی ؒ لکھتے ہیں: ”جس آیت کے حکم سے تقلید ثابت ہے تو وہ اسی صورت میں ہے جب کہ لا علمی ہو: قال اللہ تعالیٰ: {فاسالوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون} "یعنی پس سوال کرو اہل ذکر سے اگر نہ جانتے ہو تم"۔ اور یہی آیت دلیل ہے وجوب تقلید پر“۔ (معیار الحق: ص ۷۴)



کہ قرآن مجید سے یا حدیث سے اس مسئلہ معلومہ میں نہ چاہیے مثلاً جب کہ عالم بالحدیث و بالقرآن کو معلوم ہو کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے ہر مکلف پر تو پھر اس کو اس مسئلہ میں تقلید کسی مجتہد کی نہ چاہیے بلکہ اس وقت تقلید رسول مقبول ﷺ کی پر ضرور چاہیے اس لئے کہ جس آیت کے حکم سے کہ تقلید ثابت ہے تو وہ اسی صورت میں ہے جب کہ لا علمی ہو: قال اللہ تعالیٰ:

﴿فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون﴾ ”یعنی پس سوال کرو اہل ذکر سے اگر نہ جانتے ہو تم۔“

اور یہی آیت دلیل ہے وجوب تقلید پر ”کما اشار الیہ المحقق ابن الہمام فی التحریر وغیرہ“

اور ظاہر ہے کہ امر بالسوال اس آیت میں مقید بالشرط ہے اور اصول فقہ میں محقق ہے کہ حکم مقید بالشرط متعدی نہیں ہوتا ہے اس فرد میں جو کہ مجرد ہو اس شرط سے چنانچہ مسلم الثبوت میں لکھا ہے:

الظاهر ان التخصيص بمعنى القصر بالاتفاق وانما الاختلاف في اثبات النقيض انتهى

”یہ ظاہر ہے کہ تخصیص قصر کے معنوں میں بالاتفاق ہے بہ اس کے نہیں کہ اختلاف نقیض کے ثابت کرنے میں ہے۔“

اور توضیح میں کہا ہے:

وعندنا لايثبت به اى بالتعليق بل يبقى الحكم على العدم الاصلى حتى لايكون هذا العدم حكما شرعيا بل عدما اصليا انتهى.

”اور ہمارے نزدیک تعلیق سے حکم ثابت نہیں ہوتا، بلکہ حکم اپنی ناپیدی اصلی پر باقی رہتا ہے یہاں تک کہ یہ ناپیدی حکم شرعی نہیں ہوتی بلکہ ناپیدی اصلی رہتی ہے۔“

اور ایسی کوئی دلیل قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا قیاس سے جو کہ باوجود علم کے تقلید کو واجب یا جائز کر دے اور اس کو عدم اصلی سے نکالے نہیں ہے بلکہ کئی آیات صریح دلالت کرتی ہیں اس پر کہ بجز دعلم کسی مسئلہ کے قرآن یا حدیث سے بدوں کسی کی تقلید کے پیروی قرآن اور حدیث کی لازم ہے: قال اللہ تعالیٰ:

﴿ولئن اتبعت اهواءهم بعد الذى جاءك من العلم مالك من الله من ولى ولا نصير﴾

فرمایا اللہ تعالیٰ نے ”اور البتہ اگر پیروی کرے گا تو ان کی خواہشوں کی بعد اس کے کہ تیرے پاس آیا علم نہیں تیرے لئے اللہ سے کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔“

اور وجہ استدلال کی اس آیت سے عنقریب شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے کلام سے معلوم ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿فبشر عباد ○ الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه اولئك الذين هداهم الله واولئك هم اولوا الالباب﴾

”پس خوشخبری دے میرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات کو پھر پیروی کرتے ہیں بہتر اس کی کہ یہ لوگ ہیں جن کو ہدایت کی اللہ تعالیٰ نے اور یہی لوگ ہیں صاحب بڑی عقل کے۔“

النحل ۴۳ — التقرير والتحبير ص ۳۵۱ ج ۳ و مسلم الثبوت ۳۵۲ ج ۲

مسلم الثبوت ص ۷ الرابع الصفة الخامس بدل البعض ص ۲۲۷ ج ۱

التوضيح (مفهوم المخالف) ص ۱۳۷ — البقرة ۱۲۰ — الزمر ۱۸

اتبعوا ما انزل اليكم من ربكم ولا تتبعوا من دونه اولياء

معیار الحق

شیخ الکل محدث جلیل

میاں سید نذیر حسین دہلوی

المتوفی ۱۳۲۰ھ

استاذ المحدثین ابو انس

محمد یحیٰی گوندلوی حفظہ اللہ

نعمان اقبال

جامعہ تعلیم القرآن والحدیث

اُولی الامر کی اطاعت کا بیان

ارشاد باری ہے (یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ. اے ایمان لانے والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں)

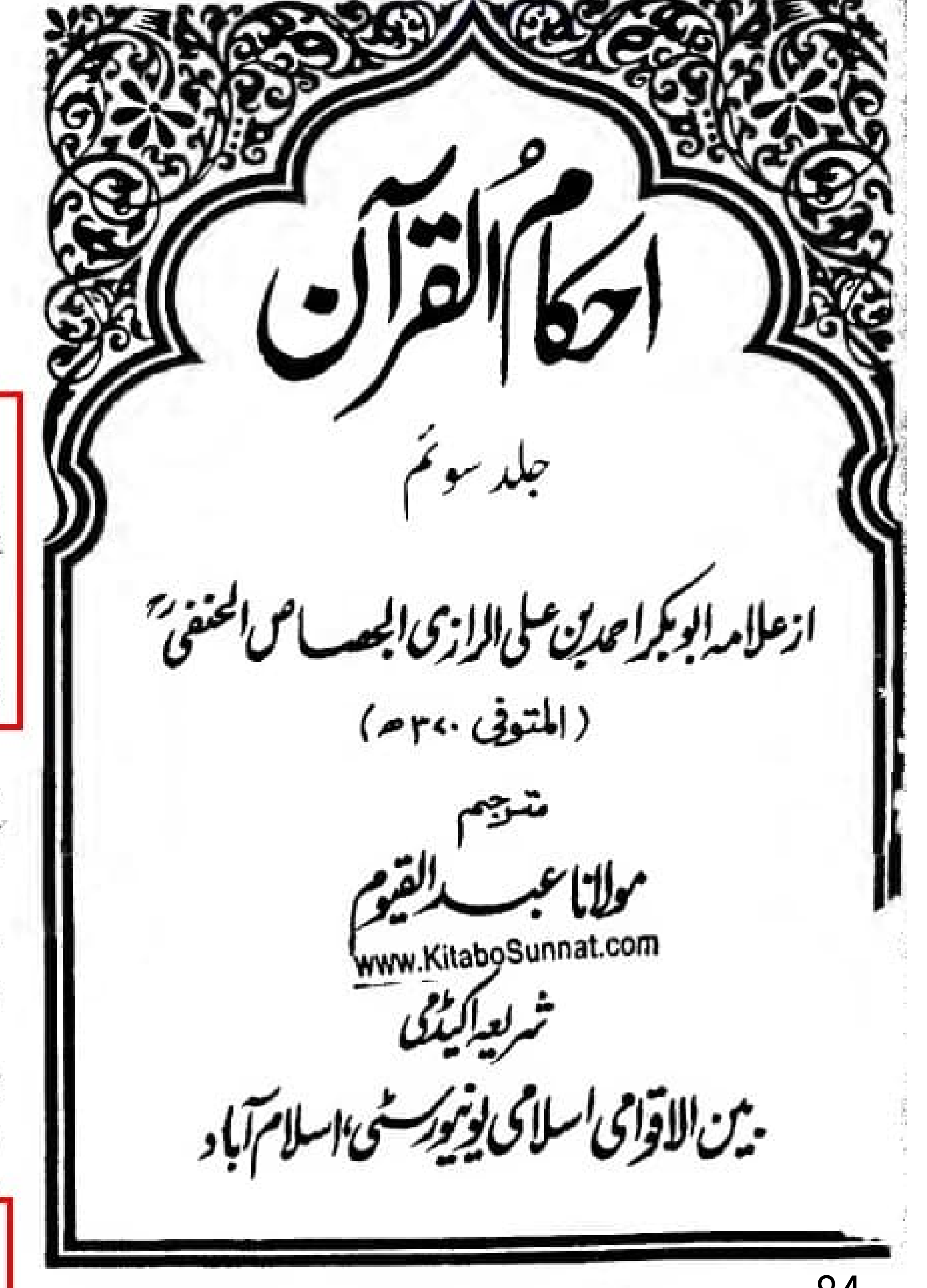
ابو بکر جصاص کہتے ہیں کہ اولی الامر کی تاویل میں اختلاف رائے ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ حضرت ابن عباس (ایک روایت کے مطابق) حسن، عطا اور مجاہد سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو تفقہ یعنی دین کی سمجھ اور علم رکھنے والے ہوں۔

حضرت ابن عباس (ایک اور روایت کے مطابق) اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد جہاد پر جانے والے فوجی دستوں کے سالار ہیں، یہ بھی درست ہے کہ آیت میں یہ تمام لوگ مراد ہوں کیونکہ اولی الامر کا اسم ان سب کو شامل ہے۔

امرائے جیوش لشکروں اور فوجی دستوں اور دشمن سے حرب و ضرب کی تدابیر سے تعلق رکھنے والے معاملات کے نگران اور ذمہ دار ہوتے ہیں جبکہ علمائے شریعت کی حفاظت اور معاملات و امور کے جواز اور عدم جواز کی پاسبانی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

اس لیے لوگوں کو امراء اور حکام کی اس وقت تک اطاعت کا حکم دیا گیا اور ان کی بات ماننے کے لیے کہا گیا جب تک وہ عدل و انصاف سے کام لیتے رہیں۔ رہ گئے علماء تو وہ عادل ہوتے ہیں ان کی شخصیتیں پسندیدہ ہوتی ہیں۔ اور جو کچھ وہ لوگوں کو بتاتے اور جو کچھ کرتے ہیں اس میں ان کی دینداری اور دیانت داری پر لوگوں کو پورا بھروسا ہوتا ہے۔

یہ بات اس قول باری کی نظیر ہے (فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھو) ایک قول یہ بھی ہے کہ اس جگہ اولی الامر سے امراء یعنی ارباب بست و کشاد مراد



احکام القرآن

جلد سوئم

از علامہ ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی رحمہ اللہ

(المتوفی ۳۷۰ھ)

مترجم

مولانا عبد القیوم

www.KitaboSunnat.com

شریعہ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

القســم الأدبي

الجامع لأحكام القرآن

لأبي عبد الله محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي

الجزء الخامس

فيــه ثلاث مسائل :

الأولى — لما تقدّم إلى الولاة في الآية المتقدّمة وبدأ بهم فأمرهم بأداء الأمانات وأن يحكموا بين الناس بالعدل ، تقدّم في هذه الآية إلى الرعيّة فأمر بطاعته جل وعز أوّلا ، وهي امتثال أوامره واجتناب نواهيــه ، ثم بطاعة رسوله ثانيــا فيما أمر به ونهى عنه ، ثم بطاعة الأمراء ثالثــا ؛ على قول الجمهور وأبي هريرة وابن عباس وغيرهم . قال سهل بن عبــد الله التُّسْتَرِيّ : أطيعوا السلطان في سبعة : ضرب الدراهم والدنانير ، والمكاييــل والأوزان ، والأحكام والحج والجمعة والعيدين والجهاد . قال سهل : إذا نهى السلطان العالِمَ أن يُفتِيَ فليس له أن يفتِيَ ؛ فإن أفتى فهو عاصٍ وإن كان أميرا جائرا . وقال ابن خُوَيْزِمَنْدَاد : وأما طاعة السلطان فتجب فيما كان لله فيــه طاعة ، ولا تجب فيما لله فيه معصية ؛ ولذلك قلنا إن ولاة زماننــا لا تجوز طاعتهم ولا معاونتهم ولا تعظيمهم ، ويجب الغزو معهم متى غَزَوْا ، والحُكْم من قِبَلهم ، وتولية الإمامة والحِسبة ؛ وإقامة ذلك على وجه الشريعة . وإن صَلَّوا بنا وكانوا فَسَقة من جهة المعاصي جازت الصــلاة معهم ، وإن كانوا مُبْتَدِعة لم تجز الصلاة معهم إلا أن يُخافوا فيصلَّى معهم تَقِيَّة وتعاد الصلاة .

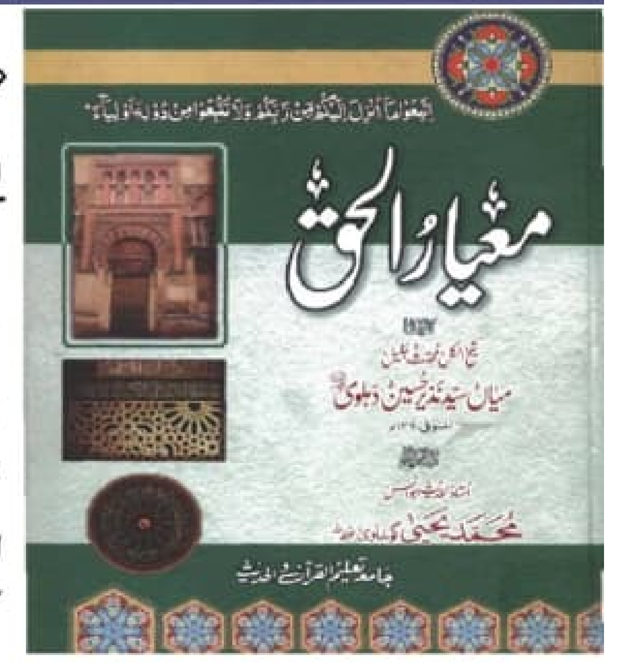
قلت : روى عن عليّ بن أبي طالب رضي الله عنــه أنه قال : حقٌّ على الإمام أن يحكم بالعــدل ، ويؤدّي الأمانة ؛ فإذا فعل ذلك وجب على المسلمين أن يطيعوه ؛ لأن الله تعــالى أمر بأداء الأمانة والعدل ثم أمر بطاعته . وقال جابر بن عبد الله ومجاهد : « أُولُو الْأَمْرِ » أهل القرآن والعلم ؛ وهو اختيار مالك ، ونحوُه قولُ الضحاك قال : يعني الفقهاء والعلمــاء في الدين . وحكى عن مُجاهد أنهم أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم خاصّة . وحكى عن عِكرمة أنها إشارة إلى أبي بكر وعمر رضي الله عنهما خاصّة . وروى سفيان بن عُيينة عن الحكم بن أبان أنه سأل عِكرمة عن أمّهــات الأولاد فقال : هن حرائر . فقلت بأي شيء ؟ قال بالقرآن . قلت : بأي شيء في القرآن ؟ قال قال الله تعــالى : « أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ » وكان عمر من أولي الأمر ؛ قال : عَتَقت ولو بسقط . وسيأتي هذا المعنى مُبَيَّنًا .

غیر مقلدین کے شیخ الکل جناب مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: "اس معنٰی عرفی سے مجتہدوں کے اتباع کو تقلید بولا جاتا ہے"۔ (معیار الحق: ص ۷۲)



(معنی تقلید)

اقول : یہ چوٹ ہے مولوی اسماعیل صاحب پر تو ثابت ہوا جو کہ ہم نے خطبہ میں کہا تھا کہ رسالہ مولف کا مقابلہ مولوی اسماعیل کی تالیف سے ہوا ہے سو بیان اس کا پھر ہوگا پہلے ایک مقدمہ سن لینا چاہیے۔ وہ مقدمہ یہ ہے کہ معنی تقلید کے اصطلاح میں اہل اصول کی یہ ہے کہ مان لینا اور عمل کر لینا ساتھ قول بلا دلیل اس شخص کے جس کا قول حجت شرعی نہ ہو تو بنا بر ہوگی اس اصطلاح کی رجوع کرنا عامی کا طرف مجتہدوں کی اور تقلید کرنی ان کی کسی مسئلہ میں تقلید نہ ہوگی بلکہ اس کو اتباع اور سوال کہیں گے اور معنی تقلید کے عرف میں یہ ہیں کہ وقت لاعلمی کے کسی اہل علم کا قول مان لینا اور اس پر عمل کرنا اور اسی معنی عرفی سے مجتہدوں کے اتباع کو تقلید بولا جاتا ہے۔



غیر مقلد عالم کی زبانی اس مفصل عبارت سے چند اہم نکات واضح ہوتے ہیں جن سے درج ذیل فوائد ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ لاعلمی کے وقت کسی مسئلہ میں مجتہدین کی طرف رجوع کرنا درحقیقت تقلید نہیں بلکہ اتباع اور سوال ہے۔

۲۔ مجتہدین کی اتباع کو تقلید بھی کہا جاتا ہے، یعنی بالمآل اتباع اور تقلید ایک ہی چیز ہے، ان میں کوئی فرق نہیں۔

۳۔ لاعلم اور انجان آدمی کا مفتی کے قول کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں بلکہ یہ بحکم شرعی واجب ہے۔ لیکن بڑے بڑے اصولیوں کے قول کے مطابق اس کو تقلید کہنے میں بھی کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے۔

۴۔ جس طرح مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا جائز ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کی اتباع کو بھی تقلید کہنا جائز ہے اس تفصیل کو ملحوظ رکھنے کے بعد اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں مجتہدین کی اتباع اور تقلید کرتا ہوں یا یہ کہے کہ میں آنحضرت ﷺ کا مقلد ہوں تو درست اور صحیح ہے اور اس پر کوئی ملامت اور لعن طعن نہیں ہو سکتی۔ نیز جو حضرات تقلید اور اتباع کو ایک ہی مفہوم میں لیتے ہیں ان پر بھی کوئی گرفت نہیں ہو سکتی۔

بقول المفتی وعمل القاضی بقول العدول لان کلامنها وان لم یکن احدی الحجج فلیس العمل به بلا حجة شرعیة لایجاب النظر اخذالعامی بقول المفتی واخذ القاضی بقول العدول انتہیٰ مافی العقد الفرید لبیان الراجح من الاختلاف فی جواز التقلید.[۶۸]

''اصل تقلید کی ایسے شخص کے قول پر عمل کرنا جس کا قول چاروں حجتوں شرعیہ میں سے نہ ہو اور نہ اس کے قول پر عمل کرنے کی کوئی حجت شرعی ہو سو رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع کی طرف تقلید نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں حجتوں شرعیہ میں سے ہیں اور اسی پر بس کیا ہے کمال نے اپنی کتاب تحریر میں اور ابن امیر الحاج نے کہا ہے کہ اسی نہج پر ہے عمل کرنا انجان کا مفتی کے قول پر اور عمل کرنا قاضی کا ثقہ کے قول پر کیونکہ یہ دونوں اگر چہ خود حجت شرعی نہیں ولیکن عمل ان پر بے حجت شرعی نہیں اس لئے کہ حکم کھلا ہوا۔ انجان کے لئے مفتی کے قول پر عمل کرنے کو اور قاضی کے لئے ثقہ کے مقولہ پر عمل در آمد کرنے کو شرع میں وارد ہوا ہے ہو چکی عبارت جو عقد الفرید میں ہے۔'' وہ عقد الفرید جس میں اختلاف جواز تقلید کے امر غالب کا بیان ہے۔''

اور فضل قندھاری مختتم الحصول میں فرماتے ہیں:

التقلید العمل بقول من لیس قوله من الحجج الشرعیة بلاحجة فرجوع الی النبی ﷺ او الی الاجماع لیس منه هکذا رجوع العامی الی المفتی والقاضی الی العدول لوجوبه بالنص رجوع المجتهد اوالعامی الی مثله لکن العرف علی ان العامی مقلد للمجتهد قال امام الحرمین وعلیه معظم الاصولیین وقال الغزالی والامدی وابن الحاجب ان سمی الرجوع الی الرسول ﷺ والی الاجماع والی المفتی والی الشهود تقلید فلا مشاحة انتہیٰ.[۶۹]

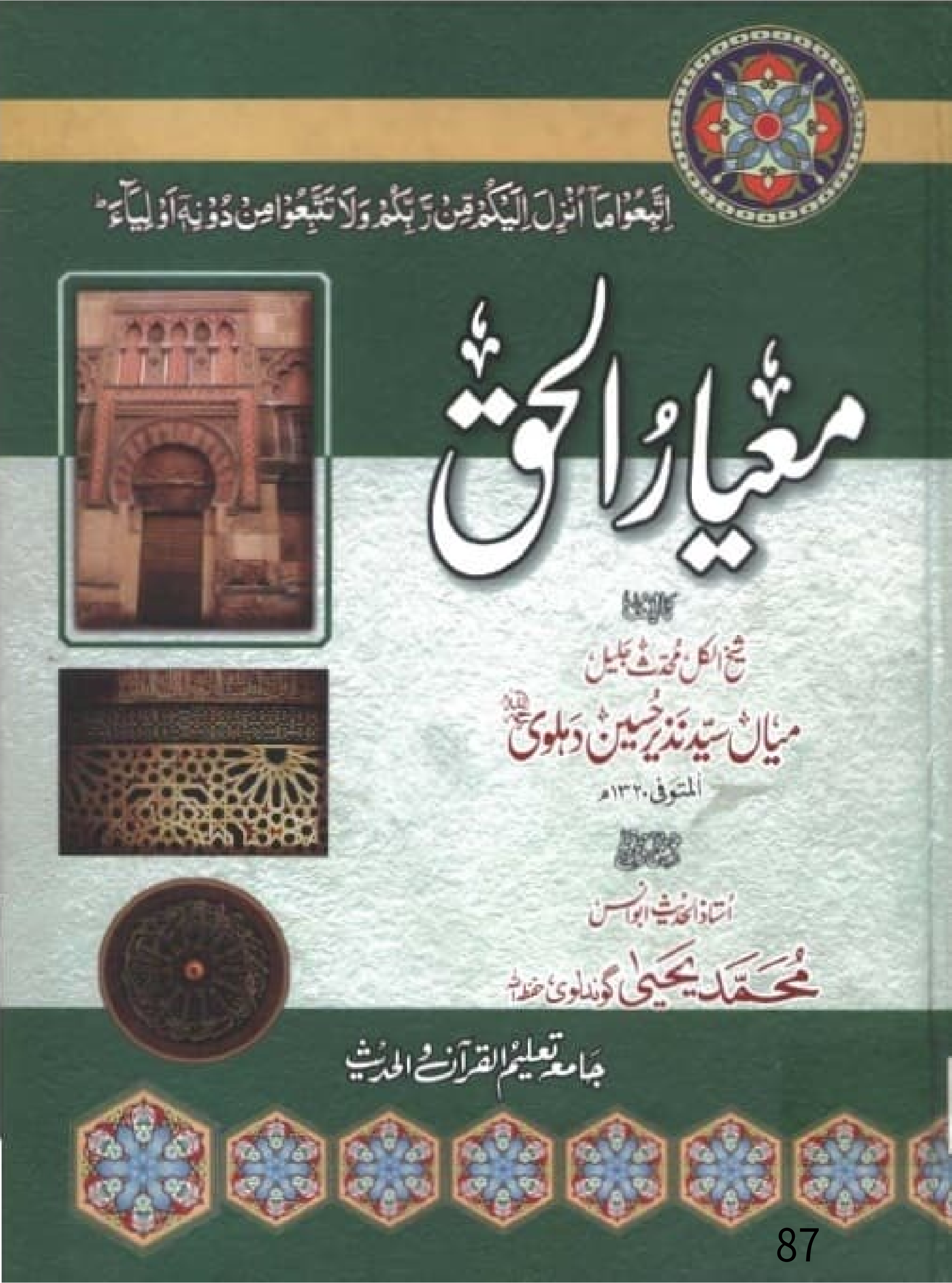
'' تقلید اس شخص کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا ہے جسکا قول حجتوں شرعیہ میں سے نہ ہو سو رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع کی طرف تقلید نہ ٹھہری اور اسی طرح رجوع کرنا انجان کا مفتی کے قول کی طرف اور رجوع کرنا قاضی کا ثقہ کے قول کی طرف تقلید نہیں ٹھہرے گی کیونکہ یہ رجوع بحکم شرع واجب ہے۔ بلکہ رجوع کرنا مجتہد یا انجان کا اپنے جیسے آدمی کی طرف تقلید نہیں لیکن مشہور یوں ہو گیا ہے کہ انجان مجتہد کا مقلد ہے۔ امام الحرمین نے کہا ہے کہ اسی قول مشہور پر بڑے بڑے اصولی ہیں اور غزالی اور آمدی اور ابن حاجب نے کہا ہے کہ رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع اور مفتی اور گواہوں کی طرف اگر تقلید قرار دیا جائے تو کچھ ہرج نہیں۔''

(عالم کے لئے تقلید جائز نہیں)

پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا جائز ہے تمت المقدمہ اور جب کہ مقدمہ ممہد (مکمل) ہوا تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ تقلید مجتہدوں کی عالم بالحدیث وبالقرآن کو وقت جاننے ایک مسئلہ

[۶۸] تخریج (قول الکمال وابن امیر الحاج) التقریر والتحبیر ص ۳۴۰ ج ۳

[۶۹] راجع للتفصیل التقریر والتحبیر ص ۳۴۰ ج ۳ و فواتح الرحموت ص ۴۰۰ ج ۲ و تیسر التحریر ص ۲۴۱ ج ۳ والمختصر المنتهی الاصولی ابن الحاجب المالکی ص ۳۰۵ ج ۱.



ترک تقلید اور عذاب قبر

غیر مقلد جو کہ مجتہد نہ ہو اسکے لئے عذاب قبر کی وعید

صحیح بخاری کی حدیث میں ہیکہ جب کافر یا منافق قبر میں رکھا جاتا ہے تو منکر نکیر اسکو کہتے ہیں کہ "لادریت ولاتلیت"
اسکی شرح میں علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں کہ لادریت یعنی تم نے خود استدلال کے ذریعہ حق نہیں پہچانا اور ولا تلیت " اور نہ تم نے علماء کی تقلید کی ،

بعینہ یہ حال آجکل کے جہلاء غیر مقلدین کا ہے یہ نہ تو مجتہد ہیں کہ استدلال کے ذریعہ مسائل کی تلاش اور تتبع کر سکیں اور نہ کسی کی تقلید کرتے ہیں بلکہ اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے چلے جارہے ہیں

ارشاد الساری للعلامہ قسطلانی ۴۳۴/۲

من ارشاد الساري لشرح صحيح البخاري للعلامة القسطلاني

وبهامشه متن صحيح الامام مسلم وشرح الامام النووي عليه

قال العبد» المؤمن المخلص «اذا وضع في قبره وتولى» بضم الواو وكسر الضاد من وضع وفتح المثناة الفوقية والواو واللام من تولى مبنيا للفاعل أي أدبر «وذهب أصحابه» من باب تنازع العاملين وقول ابن التين انه كرر اللفظ والمعنى واحد تعقب بأن التولي هو الاعراض ولا يلزم منه الذهاب وفي اليونينية وتولى بضم الفوقية (٢) وكسر الواو واللام مصحح عليهما وفي غيرها بضم الواو ومبنيا للمفعول قال الحافظ ابن حجر انه رآه كذلك مضبوطا بخط معتمد أي تولى أمره أي الميت وسيأتي في رواية عياش بلفظ وتولى عنه أصحابه وهو الموجود في جميع الروايات عند مسلم وغيره «حتى انه» أي الميت وهمزة ان مكسورة لوقوعها بعد حتى الابتدائية كقولهم مرض زيد حتى انهم لا يرجونه قال الزركشي والبرماوي وغيرهما وزاد الدماميني أيضا وجود لام الابتداء المانع من الفتح في قوله «ليسمع قرع نعالهم» بفتح القاف وسكون الراء وهذا وضع الترجمة لان الخفق والقرع بمعنى واحد وانما ترجم بلفظ الخفق اشارة الى وروده بلفظه عند أحمد وأبي داود من حديث البراء في حديث طويل فيه وانه ليسمع خفق نعالهم زاد في رواية اسمعيل بن عبد الرحمن السدي عن أبيه عن أبي هريرة عند ابن حبان في صحيحه اذا ولوا مدبرين «أتاه ملكان» بفتح اللام وهما المنكر والنكير وسميا بذلك لانهما لا يشبه خلقهما خلق الآدميين ولا الملائكة ولا غيرهم بل لهما خلق منفرد بديع لا أنس فيهما للناظر اليهما أسودان أزرقان جعلهما الله تعالى تكرمة للمؤمن ليثبته ويبصره وهتكا لستر المنافق في البرزخ من قبل أن يبعث حتى يحل عليه العذاب الاليم أعاذنا الله من ذلك بوجهه الكريم ونبيه الرؤف الرحيم «فأقعداه» أي أجلساه غير فزع «فيقولان له ما كنت تقول في هذا الرجل محمد» بالجر عطف بيان أو بدل من سابقه «صلى الله عليه وسلم» ولم يقولا ما تقول في هذا النبي أو غيره من ألفاظ التعظيم لقصد الامتحان للمسؤول اذ ربما تلقن تعظيمه من ذلك ولكن يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت «فيقول أشهد أنه عبد الله ورسوله فيقال» أي فيقول له الملكان المذكوران أو غيرهما «انظر الى مقعدك من النار أبدلك الله به مقعدا من الجنة قال النبي صلى الله عليه وسلم فيراهما جميعا» أي المقعدين اللذين أحدهما من الجنة والآخر من النار أعاذنا الله منها «وأما الكافر أو المنافق» شك الراوي لكن الكافر لا يقول المقالة المذكورة فتعين المنافق «فيقول لا أدري كنت أقول ما يقول الناس فيقال» أي فيقول المنكر والنكير أو غيرهما «لا دريت» بفتح الراء «ولا تليت» بالمثناة التحتية الساكنة بعد اللام المفتوحة وأصله تلوت بالواو يقال تلا يتلو القرآن لكنه قال تليت بالياء للازدواج مع دريت أي لا كنت داريا ولا تاليا وقال في الفائق أي لا علمت بنفسك بالاستدلال ولا اتبعت العلماء بالتقليد فيما يقولون أو لا تلوت القرآن أي لم تدر ولم تتل أي لم تنتفع بدرايتك ولا تلاوتك ولابن ذر ولا أتليت بهمزة مفتوحة وسكون التاء قال ابن الانباري وهو الصواب دعا عليه بأن لا تتلى ابله أي لا يكون لها أولاد تتلوها أي تتبعها وتعقبه ابن السراج بانه بعيد في دعاء الملكين قال وأي مال للميت وأجاب عياض باحتمال أن ابن الانباري رأى أن هذا أصل الدعاء استعمل في غيره كما استعمل غيره من أدعية العرب وقال الخطابي وابن السكيت الصواب ائتليت بوزن افتعلت من قولك ما ألوته ما استطعته ولا آلو كذا أعني لا أستطيعه قال صاحب الاقليد لكن بقاء التاء

تقلید بعض حالتوں میں واجب اور بعض حالتوں میں جائز ہے۔ غیر مقلد عالم داؤد غزنوی کا تقلید کے بارے میں عقیدہ

موجودہ غیر مقلدین تقلید کو شرک اور ناجائز کہتے ہیں اور احناف پہ اعتراض کرتے ہیں لیکن غیر مقلدین کے اکابرین میں سے چند علماء تقلید کو جائز اور واجب تک کہتے ہیں۔ مشہور غیر مقلد عالم داؤد غزنوی صاحب کی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ "داؤد غزنوی تقلید کو بعض حالتوں میں واجب اور بعض حالتوں میں جائز سمجھتے تھے۔ ائمہ اہلسنت میں سے کسی ایک امام کی تقلید جو بغیر کسی تعین کے ہو واجب قرار دیتے تھے، ایک معین امام کی تقلید بشرطیکہ اس کو تعین کو امر شرعی نہ سمجھا جائے مباح قرار دیتے تھے۔ (سوانح داؤد غزنوی صفحہ 375) اگر تقلید کی کسی قسم کو واجب یا جائز قرار دینا گمراہی ہے تو امید ہے کہ موجودہ غیر مقلد اپنے اکابر داؤد غزنوی پہ بھی گمراہی کا فتوی لگائیں گے۔

وہ تقلید کو بعض حالتوں میں واجب قرار دیتے تھے اور بعض حالتوں میں اسے جائز سمجھتے تھے۔

۱۔ ائمہ اہل سنت میں سے کسی ایک امام کی تقلید کو جو بغیر کسی تعین کے ہو واجب قرار دیتے تھے۔

۲۔ اور ایک امام معین کی تقلید بشرطیکہ اس تعین کو امر شرعی نہ سمجھا جائے مباح قرار دیتے تھے۔

۳۔ اور کسی ایک امام معین کی تقلید کو امر شرعی سمجھنا اور اس کی تقلید ترک کرنے کو شریعت سے خارج ہونے کے مترادف سمجھنا ناجائز قرار دیتے تھے۔[۱]

اس بات پر حضرت بہت زور دیتے تھے کہ جب تفسیر، حدیث اور فقہ پر دسترس رکھنے والے کسی عالم کو حدیث صحیح غیر منسوخ اپنے امام کے مذہب کے خلاف مل جائے تو اسے اپنے امام کا قول اس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ترک کر دینا چاہیے۔ فرماتے تھے کہ کوئی فقیہ صحیح معنوں میں حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ حدیث صحیح غیر منسوخ کو امام کے قول پر ترجیح نہ دے۔ امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ اگر آپ کوئی ایسا مسئلہ بیان کریں کہ قرآن مجید میں اس کے خلاف آیت مل جائے تو کیا کریں۔ فرمایا:

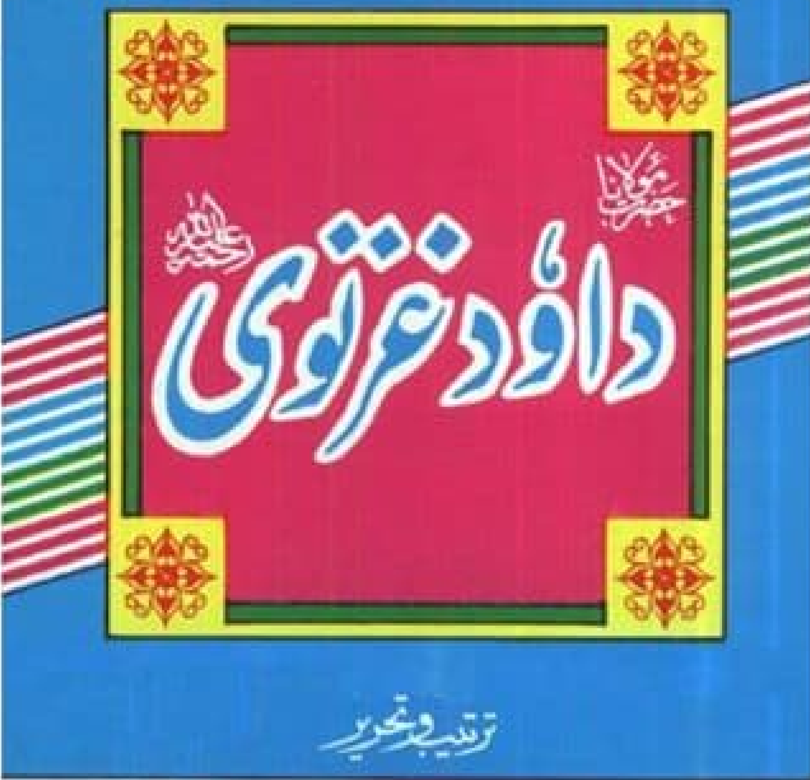
اُترُکُوا قَوْلِی بِکِتَابِ اللّٰہِ (میری بات کتاب اللہ کی خاطر چھوڑ دو)

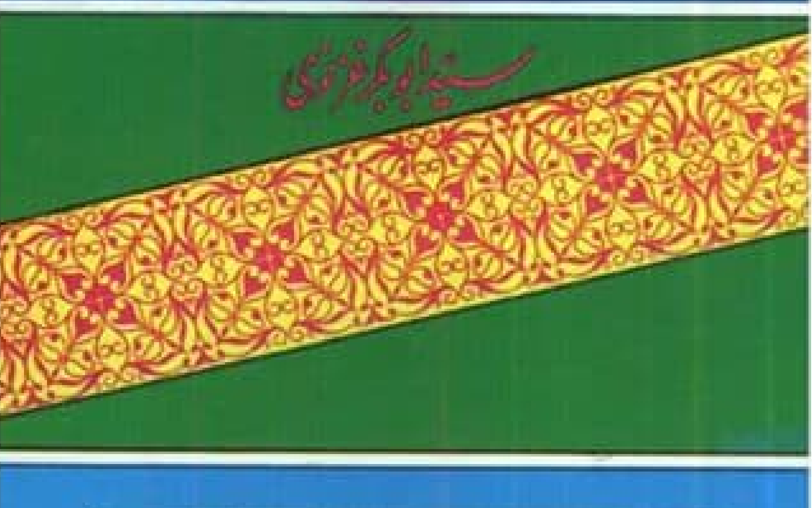
پھر پوچھا گیا کہ آپ کے قول کے خلاف اگر حدیث مل جائے تو فرمایا:

اُترُکُوا قَوْلِی بِخَبَرِ رَسُولِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کے لیے بھی میرا قول چھوڑ دو) پھر پوچھا کہ اگر صحابہؓ کا

---

[۱] دیکھیے ان کا مضمون "استدراک"، الاعتصام۔ شمارہ ۱۵ اگست ۱۹۵۸ء

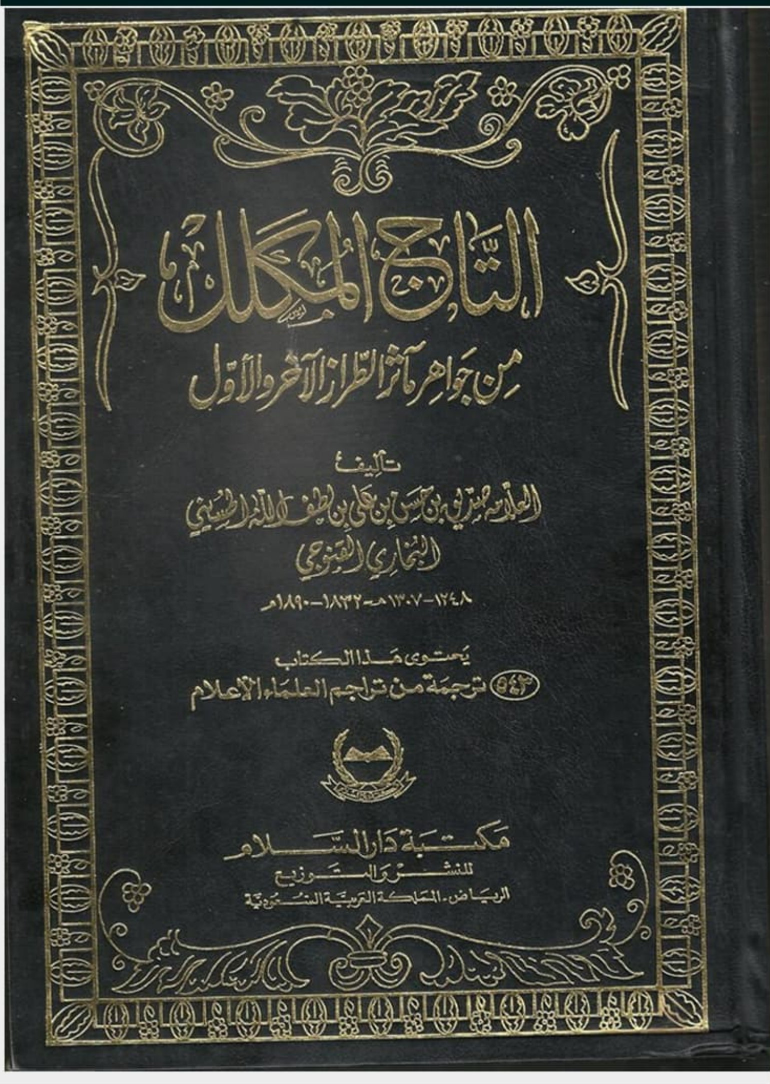




فرقہ اہل حدیث کے مجدد العصر نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں

تقلید جائز نہیں مگر اس شخص کے لئے جو اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو۔ (التاج المکلل صفحہ 457)

ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ جو اہل اجتہاد نہیں ہیں انہیں تقلید کرنی چاہیے مجتہدین کے لئے تقلید ضروری نہیں ہے۔ نواب صدیق صاحب بھی مجتہدین کے علاوہ کے لئے تقلید کا اثبات کرتے ہیں۔ بہر حال نفس تقلید کی دعوت غیر مقلدین کے بڑوں کے یہاں بھی ہے۔ اب جو لوگ مطلق تقلید کو شرک کہتے ہیں اپنے ان نواب صاحب کے بارے میں فتویٰ صادر فرمائیں!



المذاهب الإسلامية، فإن كتبهم الفروعية ممزوجة بذلك على أن كلامه مع الجميع من أهل المذاهب، لأن المأخذ واحد والرد واحد، وإن كان في الحقيقة أن الخطب يسير والخلاف في المسائل العلمية الظنية سهل، لأنها مطارح الأنظار والاجتهاد يدخلها، والمصيب من المجتهدين في ذلك له أجران، والمخطىء له أجر، وأن تنبيه العالم بالخطأ على ذلك الخطأ للمقلد لا بأس به لئلا يقلد في الخطأ، فإنه مؤاخذ به مع أن من قلده معفو عنه في ذلك.

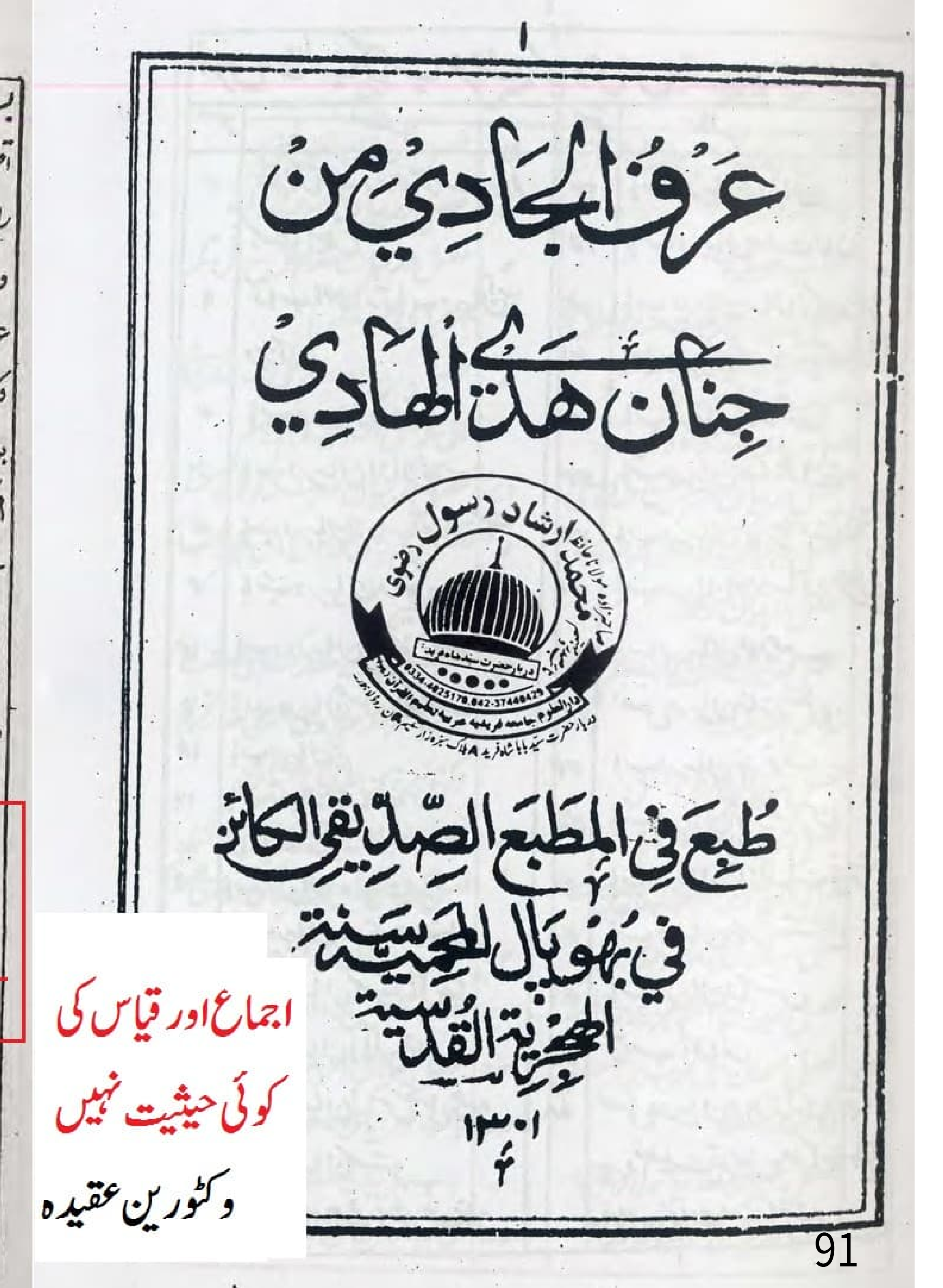
وهذه الطريقة ربما يحمد عليها من قصد ذلك، ولا يخرج المجتهد ما اجتهد ونبه على مافيه من الخطأ بحسب ما ظهر له عن توليه لأهل بيت النبوة، صلوات الله عليهم أجمعين، لأن التولية في جانب وبيان الخطأ في جانب، وربما يحمده ذلك المجتهد الذي قد أضًل ما هو خطأ في كتبه لئلا يتبعه في ذلك الخطأ من يتبع، وهذا شأن أهل العلم في كل زمان ومكان ما بين راد ومردود عليه، وكل مأخوذ من قوله ومتروك إلا صاحب العصمة ـ عليه أفضل الصلاة والتحية.

وقد ذكر السيوطي في كتابه «الخصائص»، أن من خصائص هذه الأمة أن لا يقر بعضهم بعضا على الخطأ، ولو كان أحب حبيب إليه، ومن طالع الكتب الإسلامية في الفروع والأصول على اختلاف أنواعها، عرف ذلك وهان عليه سلوك هذه المسالك، ومن وزن الأمور بالإنصاف لا تخفى عليه الحقيقة، ومن جمد على التقليد وضاق عطنه عن مدارك الاستدلال، فما له وللاعتراض على المجتهدين، ولا ينبغي له أن يضايق المجتهد في اجتهاده لأجل توقفه في موقفه الذي هو التقليد، وقد تفضل الله عليه بالاجتهاد والتجديد، ولكل منهم عرفت مقاما شرحه في الكتاب مما يطول.

والتقليد لا يجوز إلا لغير المجتهد، والاجتهاد عند أئمة أهل البيت ـ رضي الله عنهم ـ غير متعذر، كما يقول غيرهم من مقلدة المذاهب، ومن اعترض على المجتهد فيما أدى إليه اجتهاده فقد تحجر الواسع، وما جرى على نهج السلف له فيه من أهل العلم، نعم أنا قد حبرت مقاصد «السيل الجرار» في مؤلف سميته «نزهة الأبصار من السيل الجرار» وهو واف بالمقصود من إيراد تلك الأدلة من غير تعرض لما يقع به بسط الألسنة من الناس، والمترجم له تاريخ حافل سماه

-٤٥٧-

بست وکشاد مسائل بی کاوش خاطر بسوی ایثار حق برخلق آئل گردد ولہذا در تحریر این تقریر
اختصار بر اخصر عبارت واوجز اشارت رفت وتطویل بذیول کلام واستیفا خلاف واقع
راه رهر مسئلہ از مسائل اسلام مؤلفات ایمۂ اعلام ومطولات فحول اسلام محل حل وابرام باشد
ولم اصنع فی ذلک ما یصنعه المناکرون یثبتون الاحکام الشرعیة من دون کشف
عن الدلیل ولا رد للفرع الی الاصل الاصیل ثم یذکرون ما یشعر بعدم الجزم
ولا یذکرون ما یقضی لهم بالجزم ثم یاتی من بعدهم فیدون تلک الاحکام للمقصرین
بما لیس علیه اثارة من علم ولا هو فی قبیل ولا دبیر من الشرع المبین وقد نبهنا فی هذا
الکتاب علی جملة من ذلک الباب اذا وقف علیها من بقی فیه بقیة من انصاف و
حیاء من الله ورسوله الموصوف باحسن الاوصاف انقاد لها احسن الانقیاد واذعن
لها اذعان المرید للمراد واما من حیل بینه وبین معرفة الحق والحقیقة وطبع
علی قلبه وعلی بصره بصیرته غشاوة من حجاب الرسم وخشیة الخلیقة فلا یزیده
ذلک الا بعدا عن الصواب وتهافتا علی ما یفضی به الی التباب واز انجا که درین
رسالہ مسائلہ ومقالہ حالہ قطع نظر ست از احتجاج بمسائل اجماعیہ مصطلحہ اہل خلاف پس
ضرورت شد که پرده از روی اجماع که ہیبت وخشیت آن در دلہای خاصه وعامه بسیار نشستہ
براندازیم وانچه در مکمن بطون ست بر منصۂ شهود جلوه گر سازیم وبعد از انکه اجماع چیزی نیست
قیاس مصطلح که آنرا دلیل رابع قرار داده اند خود بکفی المؤنة شد وبماند مگر آنکه ادلہ دین اسلام
وملت حنفه خیر الانام منحصر در دو چیز ست یکی کتاب عزیز ودیگر سنت مطهره وماورای این
هر دو کدام حجت نیره وبرهان قاطع نیست وبرین گذشته اند خیر القرون مشهود لهم بالخیر از صحابه
وتابعین وتبع ایشان باحسان هو خیر کها وصحبت ثابت شده وروایتش مقبول ومعمول بہاست
ورسول خدا صلعم تعدیلش کرده بلکه عصابۂ اهل حدیث نیز معدل بتعدیل نبویست الی یوم القیام
وحدیث یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله الخ نص صریح ست درین مقام تا بصحابه



عرف الجادي من
جنان هدي الهادي

طبع في المطبع الصديقي الكائن
في بهوبال المحمية سنة
الهجرية القدسية
١٣٠١

اجماع اور قیاس کی
کوئی حیثیت نہیں
وکٹورین عقیدہ

صحابہ کرامؓ میں دو طبقے تھے ایک مجتہدین کا اور دوسرا طبقہ مقلدین کا

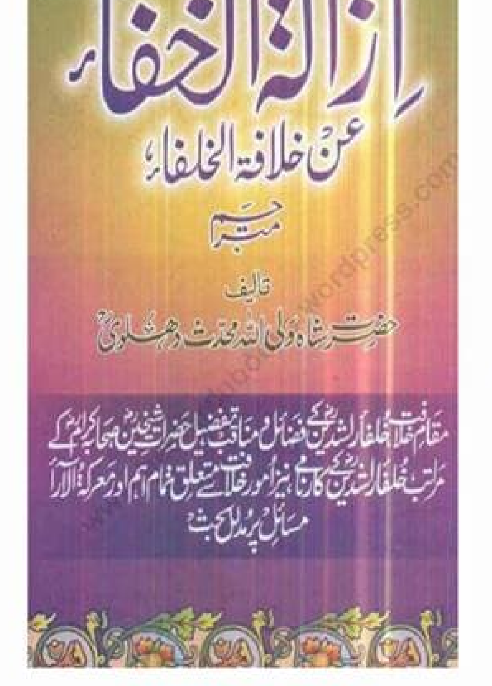
شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

مشغوف ساختہ ناگہاں مدبر السموات والارض داعیۂ ہدایت در قلب شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرو ریخت و علومے کہ اہتدا بآں تواند بود بر قلب مبارک وے صلے اللہ علیہ وسلم نازل فرمود ہر کرا فطرت سلیمہ بود آں داعیہ در دل او منطبع شد و آں علم در عقل او منعکس گشت و آں جماعہ سلیم الفطرۃ بر منازل شتٰے بودہ اند طائفۃ مخلوق بر استعدادے کہ شبیہ باستعداد انبیاء بود و نمونۂ از نبوت در جوہر طبیعت ایشاں مُودَع ایشاں سر دفتر امت آمدند و بشہادت دل آں داعیہ و آں علوم را تلقی نمودہ اند و پارہ از تحقیق نصیب ایشاں شد و طائفہ استعداد تقلید تمام داشتند و قبول انعکاس آں داعیہ و آں علوم نمودہ

یکایک آسمان و زمین کے تدبیر کرنے والے (یعنے حق جل و علا) نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب شریف کے اندر داعیہ ہدایت پیدا فرمایا اور جن علوم کے ذریعہ سے ہدایت پانا ممکن تھا وہ علوم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل فرمائے (پھر بدولت صحبت نبوی کے آپ کے صحابہ میں سے) جس کسی کی فطرت سلیمہ تھی وہی داعیہ (جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں پیدا ہوا تھا) اس شخص کے دل میں اُتر گیا اور اسی علم کا عکس (جو آنحضرت کو عطا ہوا تھا) اس کی عقل میں حاصل ہوگیا۔ پھر یہ فطرت سلیمہ والے بھی مختلف مراتب پر تھے بعضے تو ایسی استعداد کے ساتھ مخلوق ہوئے تھے کہ وہ (استعداد) انبیاء کی استعداد سے مشابہ تھی اور اُن کی جوہر طبیعت کے اندر نبوت کا نمونہ امانت رکھا گیا تھا (جیسے حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ) یہ لوگ امت (محمدیہ) کے سر دفتر ہوئے۔ ان لوگوں نے اپنے دل کی شہادت سے اُس داعیہ کو اور اُن علوم کو (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے) لیا اور تحقیق کا ایک حصہ اُن کو نصیب ہوا۔ اور بعضے (تحقیق کی استعداد تو نہ رکھتے تھے مگر) تقلید کی استعداد کامل رکھتے تھے اور انھوں نے (اس تقلید کے ذریعہ سے) اُس داعیہ اور اُن علوم کے عکس کو قبول کیا

وحصہ از سعادت یافتند و کلاً وعد اللہ الحسنٰی ہر کہ از اتباع دور تر ازیں رحمت کاملہ محروم تر و آنجا اعمال و اخلاق مقصود بالتبع بود ... بالعرض ... ثانیہ ...

اور سعادت کا ایک (معتد بہ) حصہ پایا۔ اور سب کے لئے اللہ نے نیکی (اور ثواب) کا وعدہ کیا ہے۔ اور جو شخص (اس داعیہ و علوم کا) عکس قبول کرنے سے زیادہ دور ہے وہی اس رحمت کاملہ سے زیادہ محروم ہے (خلاصہ یہ ہے کہ) اس طبقہ میں اعمال واخلاق، مقصود بالتبع اور مقصود بالعرض تھے (مقصد اصلی



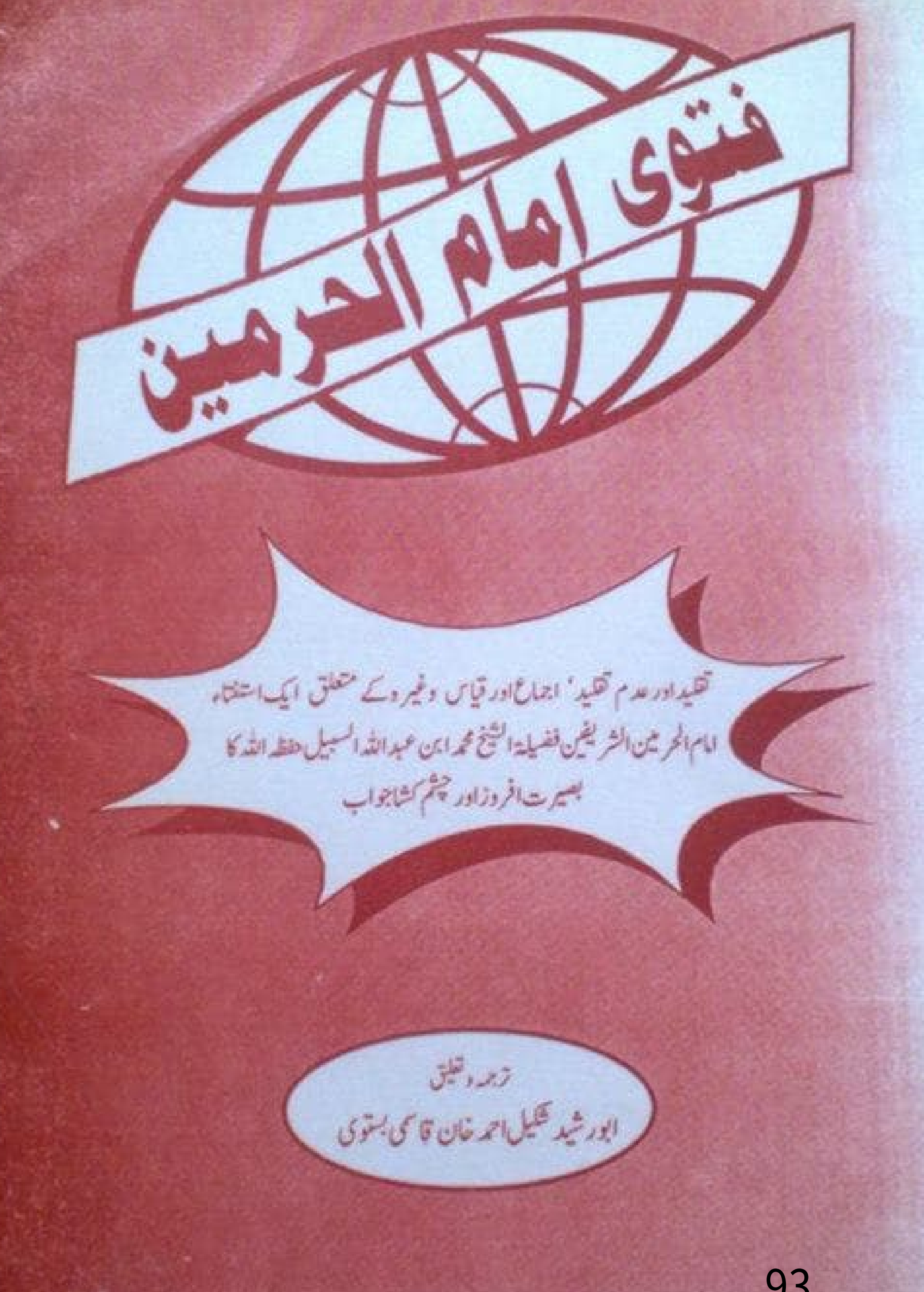




سوال نمبر (۹) کیا یہ آیت کریمہ ﴿ اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله ﴾ (انھوں (یہود و نصاریٰ) نے اپنے علماء و دینی رہبروں کو رب بنالیا ہے اللہ کی جگہ پر) ائمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، اور امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ پر صادق آتی ہے؟

جواب نمبر : (۹) آیت کا مقصود یہ کہ انھوں (یہود و نصاریٰ) نے احبار کو رب کی طرح بنالیا تھا کیونکہ وہ لوگ ہر معاملہ میں انکی اطاعت کرتے تھے چنانچہ امام ترمذی علیہ الرحمہ نے حضرت عدی ابن حاتمؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس حال میں کہ میری گردن میں سونے کی ایک صلیب تھی آپؐ نے فرمایا کہ اے عدی! اپنی گردن سے تم اس بت کو نکال پھینکو! اس موقع پر میں (عدی) نے سنا کہ آپ سورۃ براۃ کی آیت ﴿ واتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله والمسيح ابن مريم ﴾ (التوبۃ ۳۱) کی تلاوت فرمارہے ہیں، پھر فرمایا کہ وہ ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے بلکہ وہ لوگ (احبار) جب کوئی حرام چیز حلال کردیتے تھے تو یہ لوگ اسے حلال سمجھتے، اور جب کوئی حلال چیز حرام کردیتے تو یہ لوگ اسے حرام سمجھتے تھے۔ کہاں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ! اور کہاں وہ احبار! جنھوں نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کردیا تھا اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کردیا تھا۔

معاذاللہ : یہ بڑی جرأت کی بات ہے کہ ائمہ اربعہؒ کو احبار کے درجہ میں اتارا جائے۔ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تو وہ ہیں جنہوں نے شریعت اسلامیہ کی خدمت میں اپنی پوری کوشش صرف اور پوری عمر فنا کردیں۔ ان حضرات کے درمیان اگر کوئی اختلاف ہوا تو محض ان کے اجتہادات کی وجہ سے ہوا جس پر انشاء اللہ وہ ماجور ہونگے، لہذا یہ کہنا کہ آیت مذکورہ کا حکم معاذاللہ! ائمہ کو بھی شامل ہے محض افتراء اور بہتان ہے جو عظیم جہالت کی پیداوار ہے۔





Baat nuboowat ke ho aur alfaz imam mujtahid ke hon us ko maan lene ka naam taqleed hai(gairmuqallidke nazdeek shah waliullah mujtahid hain)

http://www.shamela.ws | الإصدار : 1 | عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد | [من كتب الموقع الرسمي]

الْغَزالِيّ وشرذمة وَالأولَى على قَول الْجُمْهُور فَافْهَم فَإِن حل هَذَا الإختلاف قد صَعب على بعض المصنفين

مَسْأَلَة اعْلَم أَن تَقْلِيد الْمُجْتَهد على وَجْهَيْن وَاجِب وَحرَام

فأحدهما أَن يكون من اتِّبَاع الرِّوَايَة دلَالَة تَفْصِيله أَن الْجَاهِل بِالْكتاب وَالسّنة لَا يَسْتَطِيع بِنَفسِهِ التتبع وَلَا الإستنباط فَكَانَ وظيفته أَن يسْأَل فَقِيها مَا حكم رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي مَسْأَلَة كَذَا وَكَذَا فَإِذا أخبر تبعه سَوَاء كَانَ مأخوذا من صَرِيح نَص أَو مستنبطا مِنْهُ أَوْ مقيسا على الْمَنْصُوص فَكل ذَلِك رَاجع إِلَى الرِّوَايَة عَنهُ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَلَو دلَالَة وَهَذَا قد اتّفقت الْأمة على صِحَّته قرنا بعد قرن بل الْأُمَم كلهَا أنفقت على مثله فِي شرائعهم وأمارة هَذَا التَّقْلِيد أَن يكون عمله بقول الْمُجْتَهد كالمشروط بِكَوْنِهِ مُوَافقا للسّنة فَلَا يزَال متفحصا عَن السّنة بِقدر الْإِمْكَان فَمَتَى ظهر حَدِيث يُخَالف قَوْله هَذَا أَخذ بِالْحَدِيثِ وَإِلَيْهِ أَشَارَ الْأَئِمَّة قَالَ الشَّافِعِي رَحمَه الله إِذا صَحَّ الحَدِيث فَهُوَ مذهبي وَإِذا رَأَيْتُمْ كَلَامي يُخَالف الحَدِيث فاعملوا بِالْحَدِيثِ واضربوا بكلامي الْحَائِط وَقَالَ مَالك رَحمَه الله مَا من أحد إِلَّا ومأخوذ من كَلَامه ومردود عَلَيْهِ



GAIRMUQALLIDON ASHRAF ALI THANVI RA KE NAZDEEK TAQLEED AUR ITTEBA MUTARADIF HAI

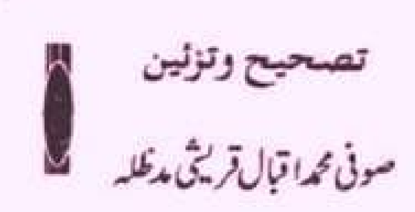
بسلسلہ خطباتِ حکیم الامتؒ جلد۔ ۲۶



اصلاحِ اعمال

(جدید ایڈیشن)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ



تصحیح وتزئین — صوفی محمد اقبال قریشی مدظلہ

تخریج احادیث — مولانا زاہد محمود قاسمی

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

(061-4540513-4519240

واقعیہ اس کو کہتے ہیں جس میں کھینچ تان کی ضرورت نہ ہو سید ہے معنوں کو دیکھا جاوے تو اس کو مطابقت ہو نصوص سے سلف صالحین کا یہی طریقہ تھا کہ اقوال وافعال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور اقوال وافعال صحابہ کے سامنے سر جھکا دیا جائے وہ اپنی رائے کے موافق ہوں یا مخالف یہی تعمیل ہے حدیث مذکورہ بالا ما انا علیہ و اصحابی کی۔ (تفسیر ابن کثیر ۳:۲۳۰)

قول صحابیؓ بھی حجت ہے

اور اس پر سب سے زیادہ عمل کیا ہے ابو حنیفہؒ نے کیونکہ ان کا قول ہے کہ حدیث موقوف بھی حجت ہے اور مقدم ہے قیاس پر حدیث موقوف اس کو کہتے ہیں جس میں صحابی اپنی طرف سے ایک حکم بیان کرے جو مدرک بالرائے ہو سکے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت نہ کرے۔ اس کو کہا جائے گا کہ یہ صحابی کی رائے ہے سو امام صاحب اس کے سامنے بھی قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں اور بعض فقہائے مجتہدین کہتے ہیں ھم رجال و نحن رجال یعنی جب قرآن وحدیث میں اس حکم کے بارہ میں کوئی تصریح نہیں ہے تو یہ صحابی کا قیاس ہے تو جیسے وہ قیاس کر سکتے ہیں ایسے ہم بھی قیاس کر سکتے ہیں لہذا اگر وہ قول ہمارے قیاس کے مطابق ہو تو خیر ورنہ ہم کو اپنے قیاس پر عمل کرنا چاہئے۔ ان کا قیاس ہمارے اوپر حجت نہیں جیسے کہ عام قاعدہ ہے کہ ایک مجتہد کا قیاس دوسرے پر حجت نہیں ہوتا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو سب کے لئے حجت ہے ہی جیسا کہ مسلم ہے لیکن جس امر میں حضورؐ کا ارشاد منقول نہ ہو اور اس میں ضرورت ہو اجتہاد کی تو اس اجتہاد میں صحابی اور ہم برابر ہیں وہ بھی مجتہد ہیں اور ہم بھی اور ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی تقلید ضروری نہیں مگر امام صاحب کا مسلک یہ ہے کہ صحابی کی بھی تقلید مجتہد پر واجب ہے یعنی اس کا اتباع بلا دلیل (تقلید کی حقیقت یہ ہے) بلفظ دیگر صحابی کا قول بھی دلیل ہے اور قیاس اس وقت کیا جاتا ہے جب کوئی دلیل نہ ہو اور قول صحابی دلیل ہے تو اس صورت میں امام صاحب اپنے قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

مجتہد پر صحابیؓ کی تقلید واجب ہے

اور امام صاحب کے اس مسلک کا ماخذ ما انا علیہ و اصحابی (تفسیر ابن کثیر ۳:۲۳۰) کے ظاہر الفاظ ہو سکتے ہیں یعنی وہ میرے اور میرے صحابہ کے مسلک کے متبع ہیں تو صحابی کا اتباع بھی ضروری ہوا اتباع مرادف ہے ترجمہ تقلید کا تو ثابت ہوا کہ تقلید صحابی کی بھی واجب ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کے رہنے والے تھے۔ مزاج داں تھے حضور

شاہ اسماعیل شہیدؒ جنہیں وکٹورین فرقہ اہل حدیث اپنی طرف کھینچتا ہے بلکہ پہلے کھینچتا تھا اس وقت یہ لوگوں کو جھوٹ بولا کرتے تھے کہ شاہ صاحبؒ ہماری طرح لامذہب وکٹورین تھے اور لوگوں کے پاس بھی کوئی خاص ذریعہ موجود نہیں ہوتا تھا چیک کرنے کا اس لئے یہ بے فکر ہو کر جھوٹ بول دیا کرتے آج دیکھئے کیسے ان کا جھوٹ پکڑنے ہو رہا ہے یہ تقلید کو جہالت شرک اور حرام قرار دیتے ہیں جبکہ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں علم احکام

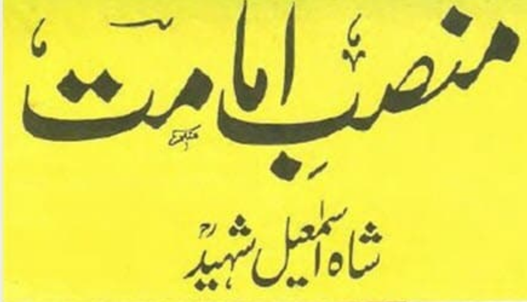
شرعیہ حاصل ہوتا ہی تقلید سے ہے اور تحقیق سے ہے پھر اگے بتاتے ہیں تحقیق مجتہدین کرتے ہیں۔

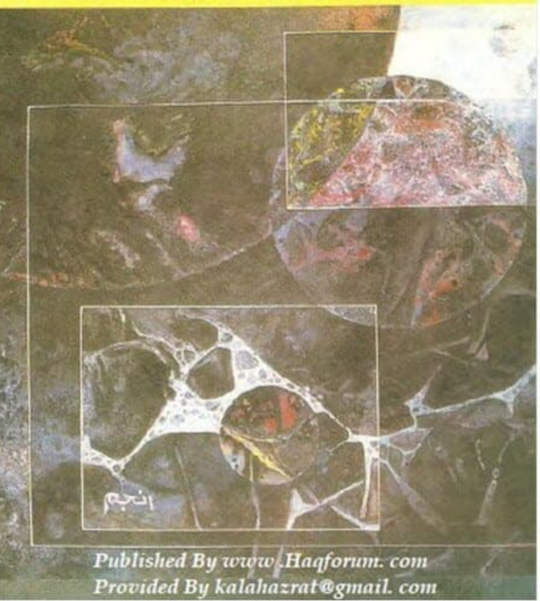
معلوم ہوا کہ شاہ صاحبؒ ہمارے ہیں اور انہیں اپنا کہنے والے وکٹورین اہل حدیث مولوی کذاب تھے

امامت کی حقیقت اس بیان کے بعد میں کہتا ہوں کہ امامت سے مُراد یہ ہے کہ انبیاء کرام کے کمالات میں مشابہت تامّہ حاصل ہو۔ مثلاً علم احکام شرعیہ جو دو طریقوں سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک تقلید سے دوسرے تحقیق سے پھر تحقیق کے دو طریقے ہیں۔ پہلا اجتہاد بشرطیکہ معقول طور سے ذوی العقول کو

84

ہو۔ دُوسرا الہام بشرطیکہ مداخلتِ نفسانی سے محفوظ ہو۔ پس علمِ احکام میں انبیاء کے مشابہ مجتہدین مقبولین ہوں گے یا ملہمین محفوظین۔ چونکہ احکام کی نسبت اوائل اُمّت میں کشف والہام کی طرف عُرف نہ تھا۔ پس اِس فن میں انبیاء کے مشابہ مجتہدین مقبولین ہیں۔ سو اُن کو ائمہ فن سے جاننا چاہیے جیسا کہ ائمہ اربعہ اگرچہ مُجتہد بہت سے گزرے ہیں۔ لیکن جمہور اُمّت کے درمیان یہی چند بزرگ مقبول ہیں۔ پس گویا کہ مشابہت تامّہ اِس فن میں ان کے نصیب ہوئی۔ اِس





اقوال لینا یعنی تقلید کرنا

زبیر علی زئی وکٹورین

اول سے آخر تک تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور اول سے آخر تک تمام تابعین کا اجماع ثابت ہے کہ ان میں سے یا ان سے پہلے (نبی ﷺ کے علاوہ) کسی انسان کے تمام اقوال قبول کرنا منع اور ناجائز ہے۔ جو لوگ ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کے اگر سارے اقوال لے لیتے (یعنی تقلید) کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ وہ علم بھی رکھتے ہیں اور ان میں سے جس کو اختیار کرتے ہیں اس کے کسی قول کو ترک نہیں کرتے، وہ جان لیں کہ وہ پوری امت کے اجماع کے خلاف ہیں۔ انھوں نے مومنین کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ ہم اس مقام سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان تمام فضیلت والے علماء نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع کیا ہے پس جو شخص ان کی تقلید کرتا ہے وہ ان کا مخالف ہے۔

(النبذۃ الکافیۃ فی احکام اصول الدین ص ۷۱ والرد علی من اخلد الی الارض للسیوطی ص ۱۳۱، ۱۳۲)

تفسیر صاوی سورہ کہف واذ کر ربك اذا نسیت (پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۲۴) کی تفسیر میں ہے۔

ولا يجوز تقليد ما عدا المذاهب الاربعة ولو وافق قول الصحابة والحديث الصحيح والاية فالخارج عن المذاهب الاربعة ضال مضل و ربما اداه ذلك للكفر لان الاخذ بظواهر الكتاب والسنة من اصول الكفر۔

ترجمہ: یعنی چار مذہبوں کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں اگر چہ وہ صحابہ کے قول اور صحیح حدیث اور آیت کے موافق ہی ہو۔ جو ان چار مذہبوں سے خارج ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ کیوں کہ حدیث و قرآن کے محض ظاہری معنی لینا کفر کی جڑ ہے۔



﴿ ماشاء الله كان ﴾

الجزء الثالث

من

حاشية العالم العلامة العارف بالله
تعالى الشيخ احمد الصاوى
المالكى على تفسير
الجلالين نفعنا الله
بهم أجمعين
آمين

CHECKED - 1963

طبع بالمطبعة الازهرية بمصر

﴿ بشارع رقعة القمح بجوار الازهر الشريف ﴾

﴿ على نفقة ﴾

(مصطفى البابى الحلبى واولاده)

قد قوبلت هذه الطبعة على نسخة أميرية
مطبوعة سنة ١٢٩٥ هـ ونسخ أخرى موثوق بها

(الطبعة الاولى سنة ١٣٤٥ هـ - ١٩٢٦ م)

(قوله وذكرم سبعة) أى وهم مكسلمينا وتمليخا ومرطونس ونينوس وساريونس وذو نوانس وفليستطيونس وهو الراعى واسم كلبهم قطمير وقيل حمران وقيل ريان قال بعضهم علموا أولادكم أسماء أهل الكهف فانها لو كتبت على باب دار لم تحرق وعلى متاع لم يسرق وعلى مركب لم تغرق وقال ابن عباس رضي الله عنهما خواص أسماء أهل الكهف تنفع لتسعة أشياء للطلب والهرب ولطفء الحريق تكتب على خرقة وترمى فى وسط النار تطفأ باذن الله ولبكاء الاطفال والحمى المثلثة وللصداع تشد على العضد الايمن ولام الصبيان وللركوب فى البر والبحر ولحفظ المال ولنماء العقل ولنجاة الآثمين اهـ (قوله الامراء ظاهرا) أى غير متعمق فيه بل تقص عليهم ما فى القرآن من غير تجهيل لهم وتفتيش على عقائدهم (قوله بما انزل اليك) اى وهو القرآن (قوله ولا تستفت فيهم منهم احدا) اى لا تسأل احدا عن قصتهم فان فيما اوحى اليك الكفاية (قوله اليهود) المناسب عدم التقييد بذلك بل يقيد بالنصارى لما روى انه عليه الصلاة والسلام سأل نصارى نجران عنهم فنهى عن ذلك (قوله وسأله اهل مكة) اى بتعليم اليهود لهم حيث قالوا لهم سلوه عن الروح واصحاب الكهف وعن ذى القرنين فسألوه عنها فقال ائتونى غدا اخبركم ولم يقل ان شاء الله فابطأ عليه الوحى بضعة عشر يوما او اربعين حتى شق عليه وتمارت قريش فى ذلك (قوله فنزل) اى بعد انقضاء تلك المدة تعليما لامته الادب وتفويض الامور الى الله تعالى فان الانسان لا يدرى ما يفعل به فاذا كان هذا الخطاب لرسول الله وهو سيد الخلق فما بالك بغيره (قوله اى لاجل شىء) اى تهتم به وتريد القدوم عليه (قوله انى فاعل ذلك) المراد بالفعل ما يشمل القول (قوله اى فيما يستقبل من الزمان) اشار بذلك الى ان المراد بالغد ما يستقبل كان فى يومك او بعده بقليل او كثير لا خصوص اليوم الذى بعد يومك (قوله الا ان يشاء الله) استثناء من عموم الاحوال كأنه قال لا تقولن لشىء فى حال من الاحوال الا فى حال تلبسك بالتعليق على مشيئة الله (قوله ويكون ذكرها بعد النسيان الخ) اى لما روى أنه صلى الله عليه وسلم لما نزلت الآية قال ان شاء الله (قوله قال الحسن وغيره ما دام فى المجلس) اى ولو انفصل عن الكلام السابق وقال ابن عباس يجوز انفصاله الى شهر وقيل الى سنة وقيل ابدا وقيل الى أربعة أشهر وقيل الى سنتين وقيل ما لم يأخذ فى كلام آخر وقيل يجوز بشرط ان ينوى فى الكلام . قيل يجوز انفصاله فى كلام الله تعالى لانه اعلم بمراده لا فى كلام غيره وعامة المذاهب الاربعة على خلاف ذلك كله فان شرط حل الايمان بالمشيئة أن تتصل وان يقصد بها حل اليمين ولا يضر الفصل بتنفس او سعال او عطاس ولا يجوز تقليد ما عدا المذاهب الاربعة ولو وافق قول الصحابة والحديث الصحيح والآية فالخارج عن المذاهب الاربعة ضال مضل وربما اداه ذلك للكفر لان الاخذ بظواهر الكتاب والسنة من اصول الكفر (قوله وقل) أى لاهل مكة (قوله ان يهدين) أى يدلنى (قوله فى الدلالة) متعلق باقرب (قوله رشدا) اما مفعول مطلق ليهدينى لموافقته له فى المعنى واليه يشير المفسر بقوله هداية ويصح أن يكون تمييز الاقرب أى لاقرب هداية من هذا (قوله وقد فعل الله تعالى ذلك) أى هداه لما هو أعجب وأطلعه على ما هو أغرب حيث شاهده شاهده فى ليلة الاسراء وأعطاه علوم الاولين والآخرين وفاق عليهم بعلوم لم يطلع عليها أحد سواه وأشار المفسر بذلك الى أن الترجى فى كلام الله بمنزلة التحقق (قوله ولبثوا فى كهفهم) هذا رد على أهل الكتاب حيث اختلفوا فى مدة لبثهم (قوله عطف بيان) أى لان تمييز الثلاثة فى الكثير مفرد مجرور وفى قراءة بالاضافة وعليها فتكون من القليل قال ابن مالك

ومائة والالف للفرد أضف * ومائة بالجمع نزرا قد ردف

وذكرم سبعة (فلا تمار) تجادل (فيهم الامراء ظاهرا) بما أنزل عليك (ولا تستفت فيهم) تطلب الفتيا (منهم) من أهل الكتاب اليهود (أحدا) وسأله اهل مكة عن خبر أهل الكهف فقال أخبركم به غدا ولم يقل ان شاء الله فنزل (ولا تقولن لشىء) أى لاجل شىء (انى فاعل ذلك غدا) أى فيما يستقبل من الزمان (الا أن يشاء الله) أى الا ملتبسا بمشيئة الله تعالى بان تقول ان شاء الله (واذكر ربك) اى مشيئته معلقا بها (اذا نسيت) التعليق بها ويكون ذكرها بعد النسيان كذكرها مع القول قال الحسن وغيره ما دام فى المجلس (وقل عسى ان يهدين ربى لاقرب من هذا) من خبر اهل الكهف فى الدلالة على نبوتى (رشدا) هداية وقد فعل الله تعالى ذلك (ولبثوا فى كهفهم ثلاثة) بالتنوين (سنين) عطف بيان لثلاثة وهذه السنون الثلاثمائة عند اهل الكتاب شمسية وتزيد القمرية عليها عند العرب

بلا کسی خاص انتظام و اوقات متعینہ کے قرآن شریف پڑھا جاوے تو جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو اپنے دوست واحباب کو شمولیت کے لئے کہنا کیسا ہے ؟

الجواب مع تداعی سے غیر مقصود کے لئے جو بدعت اور مکروہ ہے۔

۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ (ربیع الثانی ص ۳۸ھ)

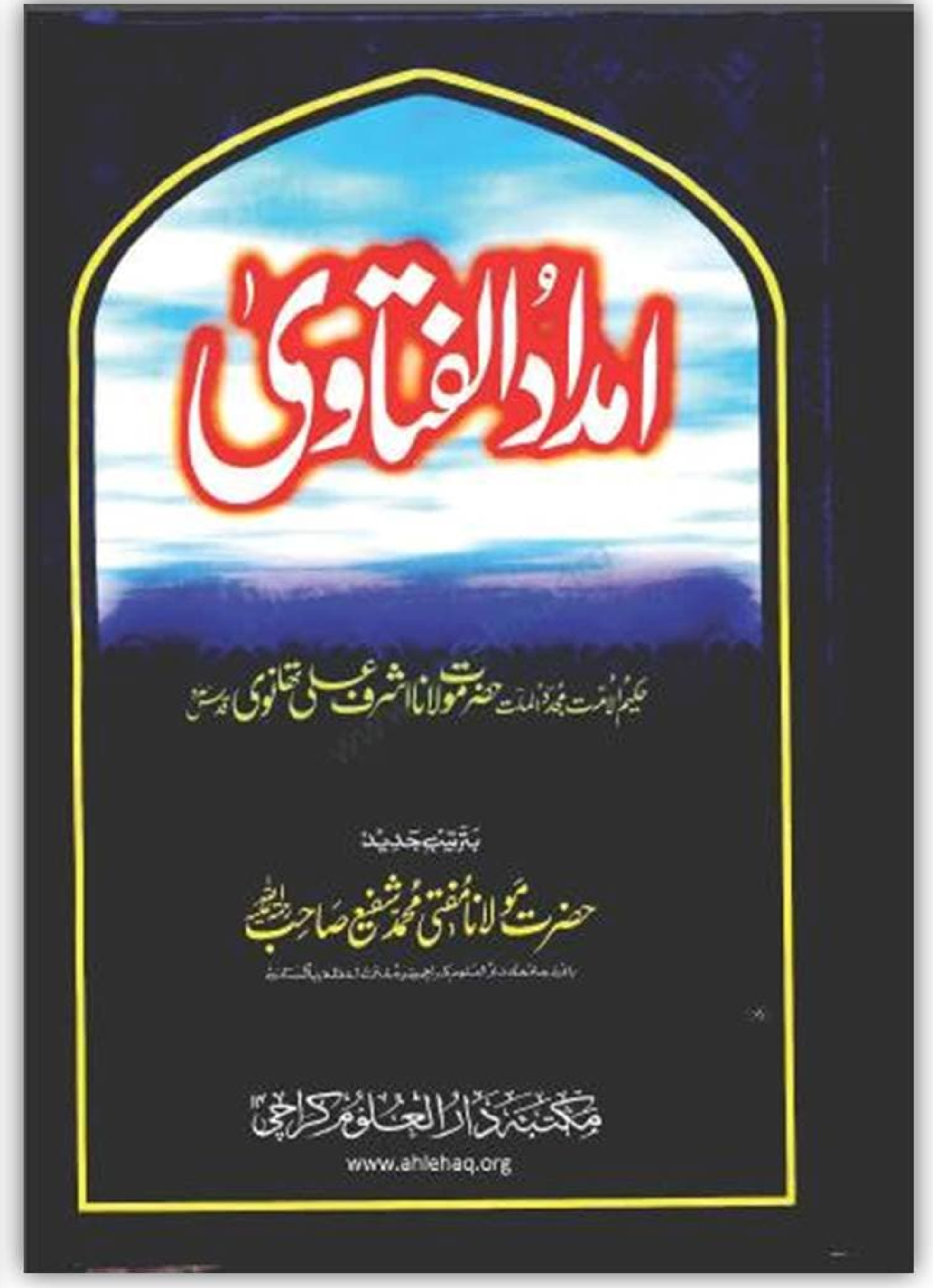
تقلید واتباع میں فرق ہے یا نہیں

سوال (۶۰۷) علمائے اہل حدیث ..... لفظاً اتباع وتقلید کے مفہوم میں فرق کرتے ہیں۔ مجھ کو اس میں عرصہ سے ذوقاً واتباعاً للاکابر کلام ہے اھ (اس کے بعد اس فرق اور اتحاد کو ایک طویل تقریر میں نقل کیا ہے)

الجواب۔ اتباع وتقلید میں جو فرق بدرجہ تباین یا اتحاد بدرجہ تساوی دونوں قولوں میں نقل کیا گیا ہے، وہ سمجھ میں نہیں آیا، جو میرے ذہن میں آتا ہے وہ عرض کرتا ہوں۔

اول ایک مقدمہ ممہد کرتا ہوں، پھر اپنا خیال لکھوں گا،

مقدمہ یہ ہے کہ لفظ تقلید فنون شرعیہ میں بوجہ اصطلاح کے لغوی معنی میں مستعمل نہیں، اور اتباع میں کوئی اصطلاح منقول نہیں، اس لئے وہ اپنے لغوی معنی میں مستعمل ہے، اور اس کے لغوی معنی ظاہر ہے کہ تقلید سے عام ہیں، اب سوال کا جواب ظاہر ہے کہ ان دونوں کے معنی میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی اتباع عام ہے ہر موافقت کو خواہ وہ تقلید ہو یا غیر تقلید حتیٰ کہ اگر متبع کے پاس مستقلاً بھی دلیل ہو یعنی وحی جیسے ارشاد ہے۔ ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا۔ یا جیسا ارشاد ہے فبھداھم اقتدہ، یا دلیل مستقل بالمعنی المذکور کا اتباع ہو جیسے ارشاد ہے اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ما انزل خود دلیل شرعی ہے یا صاحب دلیل مستقل بالمعنی المذکور کا اتباع ہو جیسے ارشاد ہے لنعلم من یتبع الرسول یا متبع دلیل کا اتباع ہو جیسے ارشاد ہے واتبع سبیل من اناب الیّ من اناب الیّ خود دلیل واضح ہے اس کے اتباع کو اتباع کہا گیا، اور ان سب اتباعوں پر تقلید مصطلح صادق نہیں آتی، حتیٰ کہ مجتہد کے لئے تقلید مجتہد کی اجازت نہیں دی جاتی، اور اتباع سے منع کی کوئی وجہ نہیں، اور تقلید کی اصطلاحی تفسیر میں گو کچھ اختلاف بھی ہو مگر ہر تفسیر پر وہ خاص ہے، اتباع مجتہد کے ساتھ محض دلیل اجمالی کی بناء پر بلا انتظار دلائل تفصیلیہ کے گو دلائل معلوم بھی ہو جاویں مگر ان کا انتظار نہیں ہوتا حتیٰ کہ اگر دلیل معلوم نہ ہوتی یا معلوم ہونے کے بعد اس میں کوئی شبہ غیر قطعیہ عارض ہو جاوے، تب بھی اتباع کا التزام باقی ہے اور کسی جگہ دونوں کا جمع ہو جانا خواہ حق میں یا باطل میں، یہ تباین کے تو منافی ہے مگر تساوی کو مستلزم نہیں، اصل مفہوم دونوں کا تتبع موارد استعمال سے یہی معلوم ہوتا ہے، لیکن تجوزات



تقلید مجتہد کا اصطلاحی معنیٰ

اصطلاحی معنی وہ ہوتا ہے جو اصولین کرتے ہیں

قاضی محمد بن علي الحنفیؒ المتوفی ۱۱۵۸ھ لکھتے ہیں:۔

التقليد اتّباع الإنسان غيره فيما يقول أو يفعل معتقدا للحقية من غير نظر إلى الدليل، كأنّ هذا المتّبع جعل قول الغير أو فعله قلادة في عنقه من غير مطالبة دليل۔

(كشف الاصطلاحات الفنون والعلوم صفحه ۵۰۰)

ترجمہ:۔ ’’تقلید (کے اصلاحی معنی یہ ہیں کہ) کسی آدمی کا دوسرے کے قول یا فعل کی اتباع کرنا محض حسن عقیدت سے کہ جس میں (مجتہد کی) دلیل پر غور نہ کرے۔ گویا اس اتباع کنندہ نے دوسرے کے قول یا فعل کو اپنے گلے کا ہار بنالیا بلادلیل طلب کرنے کے۔‘‘

اس تعریف سے کئی باتیں معلوم ہوئیں پہلی بات یہ کہ تقلید اتباع کا دوسرا نام ہے جو لوگ تقلید اور اتباع میں فرق کرتے ہیں جیسا کہ غیر مقلدین تو وہ تقلید کی تعریف بھول جانے کی وجہ سے کرتے ہیں۔

دوسری بات: جس بات میں تقلید کی جاتی ہے وہ بات بادلیل ہوتی ہے اور مجتہد کے پاس اس کی تفصیلی دلیل ہوتی ہے البتہ مقلد محض حسن عقیدت کی بنا پر اس کی بادلیل بات کو بلا مطالبہ دلیل تسلیم کرلیتا ہے۔

كذا في عروض سيفي[1].

التَّقْعير: Cavity, concavity - *Cavité, concavité*

بالعين المهملة عند الأطباء هو تجويف في ظاهر العضو لا يحوي شيئًا. والمقعّر من سطحي الفلك سيأتي ذكره.

التَّقْليد: Tradition, imitation - *Tradition, imitation*

باللام لغة جعل القلادة في العنق. وشرعًا يطلق علىٰ معنيين: الأول حكمُ والٍ بكون فلان قاضيا في موضع كذا كما في جامع الرموز في كتاب القضاء. الثاني العمل بقول الغير من غير حجة. وأريد بالقول ما يعمّ الفعل والتقرير تغليبًا. ولذا قيل في بعض شروح الحسامي: التقليد اتّباع الإنسان غيره فيما يقول أو يفعل معتقدًا للحقية من غير نظر إلىٰ الدليل، كأنّ هذا المتّبع جعل قول الغير أو فعله قلادة في عنقه من غير مطالبة دليل، كأخذ العامي والمجتهد بقول مثله أي كأخذ العامي بقول العامي وأخذ المجتهد بقول المجتهد. وعلىٰ هذا فلا يكون الرجوع إلىٰ الرسول عليه الصلٰوة والسلام تقليدًا له، وكذا إلىٰ الإجماع وكذا رجوع العامي إلىٰ المفتي أي إلىٰ المجتهد، وكذا رجوع القاضي إلىٰ العُدول في شهادتهم لقيام الحجة فيها. فقول الرسول بالمعجزة والإجماع بما تقرّر من حجته وقول الشاهد والمفتي بالإجماع وكذا الرجوع إلىٰ الصحابي لأنه عمل بقوله عليه الصلٰوة والسلام «أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم»[2]، ولو سمّي ذلك أو بعض ذلك تقليدًا كما يسمّىٰ في العرف أخذ المقلّد العامي بقول المفتي تقليدًا فلا مشاحة في التسمية والاصطلاح. وكذا قد يسمّىٰ أتباع الصحابة تقليدًا باعتبار الصورة. وربما يعرّف التقليد بأنه اعتقاد جازم غير ثابت، وغير الثابت هو ما يزول بتشكيك المشكك.

فائدة:

غير المجتهد يلزمه التقليد سواء كان عاميًا أو عالِمًا بطرقٍ صالحة من وجوه علوم الإجتهاد. وقيل إنما يلزم العالِم التقليد بشرط أنْ يتبيّن له صحة اجتهاد المجتهد بدليله. واختلف في جواز التقليد في العقليات كمسائل

(١) نزد اهل عروض عبارتست از وزن ووزن سنجيدن كلام ا...
بحري از بحور راست باشد آن موزون است وآنچه بميزان...
وسكنات معتبر است وخصوصيت حرف چون اصلي وزائد...
خصوصيت امكنه حركات وسكنات معتبر است پس يَلْيَل...
اند وهر حرف كه در تلفظ آيد معتبر است اگرچه در كتابت...
ومكتوب اوزان شعر يكسان باشد والتباس نشود كذا في...

(٢) أخرجه الدارقطني في المؤتلف والمختلف، ٤/ ١٧٧٨، ...
العلم، ٢/ ٩٠ ـ ٩١، باب ذكر الدليل في أقاويل السلف...
فصين مجهول، وأشار إلى أن النبي ﷺ لا يبيح الاختلاف...
٦/ ١٨٢، وأخرجه ابن حجر بطرقه في تلخيص الحبير ٤٠٢/...

(٣) هو أحمد بن عمر بن سريج البغدادي، أبو العباس. ولد ب...
لقب الشافعية في عصره. قاضٍ، مناظر. له عدة مؤلفات ه...
١١/ ١٢٩، تاريخ بغداد ٤/ ٢٨٧، وفيات الأعيان ١/ ١٧

موسوعة

كشّاف اصطلاحات الفنون والعلوم

مكتبة لبنان ناشرون

’’صحابہ اور تمام مومنین کا قرون اولی میں اس پر اجماع ثابت ہوا کہ (وہ) کبھی ایک مجتہد کی تقلید کرتے اور کبھی دوسرے مجتہد کی‘‘۔ (شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی غیر مقلد)

آج کل وکٹورین فرقہ اہلحدیث کہتا ہے کہ تقلید مجتہد گمراہی ہے لیکن ان کا ایک بڑا تقلید مجتہد پر صحابہ کا اجماع نقل کر رہا ہے۔
غیر کے مقلدو کیا تمہارا یہ بڑا اہل حدیث تھا یا نہیں تھا؟؟ سچا اہل حدیث تھا یا جھوٹا اہل حدیث؟؟؟؟

غیر مقلدین کے نزدیک ایک مجتہد کی تقلید کرنا جرم ہے لیکن کبھی ایک مجتہد کی تقلید کبھی دوسرے مجتہد کی تقلید ایمان ہے؟؟؟؟ آج تک کسی جاہل نے بھی یہ بات نہیں کہی کہ ایک بت کو سجدہ کرنا تو شرک ہے لیکن صبح ایک بت کو سجدہ کرو دوپہر دوسرے بت کو سجدہ کرو، سہ پہر تیسری بت کو سجدہ کرو اور شام کو چوتھے بت کو سجدہ کرو تو تم مشرک نہیں رہو گے بلکہ ہل حدیث بن جاؤ گے۔

هريرة و معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما۔

’’اور جمع ہو گئے صحابہ اس پر کہ جو شخص ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے فتوی پوچھ کر ان کے قول پر عمل کرے اسے روا ہے کہ فتوی پوچھ لے ابو ہریرہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے۔‘‘

چنانچہ صاحب مسلم الثبوت نے حاشیہ منہیہ میں نقل کیا ہے اور فاضل قندھاری نے تاقلافن التقریر مختم الحصول میں نقل کیا ہے اور مولانا عبد العلی نے شرح مسلم میں نقل کر کے اس پر تفریعات کیں ہیں اور عبد الوہاب شعرانی نے میزان میں نقل کیا ہے اور تمام کتب اصول میں مذکور ہے فالا قوی اجماع لصحابة یعنی قوی تر اجماع صحابہ کا ہے خلاف اس اجماع کا مقبول نہیں بلکہ مردود ہے اور اجماع تمام مسلمین کا قرون اولی میں چنانچہ روایت ۲،۳،۴،۵،۶،۷،۸،۹،۱۰،۱۱،۱۲ سے بوجہ بسط پہلے معلوم ہوا پس جب کہ کل صحابہ اور تمام مومنین کا قرون اولی میں اس پر اجماع ثابت ہوا کہ کبھی ایک مجتہد کی تقلید کرتے اور کبھی دوسرے مجتہد کی پھر اب ایک ہی مذہب کا التزام کرنا اور اس کو واجب جاننا اور تارک اس التزام کے کو گمراہ جاننا اور لا مذہب نام رکھنا اور لائق تعزیر کے جان کر تعزیر دینی اور مردود الشہادۃ کہنا پھر یہ نسبت ایسے عقیدے والے کی بدعت ضلالۃ اور حرام نہیں تو پھر کیا ہے اور معتقد ایسے عقیدہ اور عمل کا مصداق اس آیۃ کریمہ ﴿ویتبع غیر سبیل المومنین﴾ کا کیونکر نہ ہوگا اور مصداق من شذ شذفی النار کا اس حدیث کا اتبعوا سواد الاعظم ومن شذ شذفی النار کس طرح نہ ہوگا۔

چوتھی دلیل قیاس مجتہد معین کا ائمہ اربعہ میں سے مجتہد معین پر خلفاء اربعہ میں سے تصویر اس کی یہ ہے کہ جب کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ جن کے اجتہاد سے کسی کو انکار نہیں اور فضائل ان کے اظہر من الشمس ہیں باجماع اہل سنت کے تقلید بالتخصیص ان کی واجب نہ ہوئی اور کوئی مذہب ان کا خاص کر التزام نہیں کرتا تھا تو اب مثلاً ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید بالتخصیص بطریق اولی واجب اور لازم ہر مسئلہ میں نہ ہوگی پس قول اس کے واجب ہونے کا حرام ہے بحکم آیۃ کریمہ:

﴿ولا تقولوا لما تصف السنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا على الله الكذب﴾

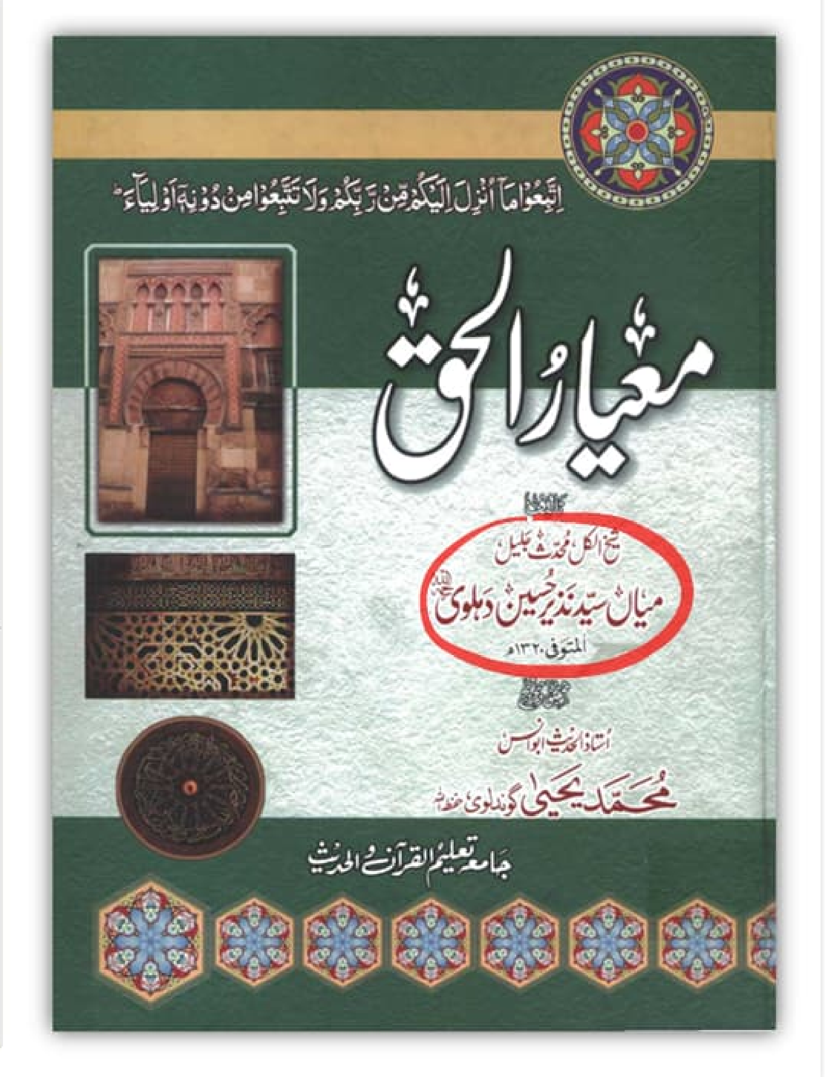
’’اور نہ کہو اس چیز کو جس سے تمہاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تا کہ نہ باندھو اللہ پر جھوٹ۔‘‘

اور اس استدلال سے ہمارے کسی کو یہ شبہ نہ گزرے کہ غیر مجتہد ہو کر قیاس کیوں کیا اس لئے کہ وہ یہ قیاس نہیں جو کہ مستنبط علیہ سے ہو اور مختص ساتھ مجتہد کے ہوتا ہے بلکہ یہ دلالۃ النص ہے کما فی قولہ تعالی ولا تقل لهما اف ’’مت کہو ماں باپ کو اف‘‘۔ دلالۃ نہی الضرب اور دلالۃ النص کو عوام بھی سمجھتے ہیں چنانچہ شیخ ابن الہمام تحریر میں فرماتے ہیں۔

دلالة النص يخالف القياس فى ان القياس يختص بالمجتهد و دلالة النص يفهمها العوام انتهى۔

’’دلالۃ النص قیاس سے جدا ہے اس بات میں کہ قیاس مجتہد کے ساتھ خاص ہے اور دلالۃ النص کو سب عام لوگ سمجھتے ہیں۔‘‘

شرح تحریر ص ۳۵۶ ج ۳ مسلم الثبوت ص ۳۵۷ ج ۲
توضیح (مراتب الاجماع ص) و حسامی ص ۹۵
ترمذی کتاب الفتن ح ۲۱۶۷ مختصراً والمستدرک ص ۱۱۰ ج ۱ مفصلاً
النساء ۱۱۵
النحل ۱۱



وکٹورین شگوفہ: وکٹورین کے مطابق تقلید چوتھی صدی میں وجود میں آئی لیکن اس کارد تیسری صدی میں ہوا

① ابن حزم (الاحکام ۶/۲۷۵)

② الغزالی (المستصفٰی ۲/۳۸۹)

③ السیوطی (الرد علی من اخلد الی الارض ص ۱۳۰)

دیگر دلائل کے لئے محولہ کتابوں کا مطالعہ کریں۔

تقلید کا رد احادیث سے:

۱: اس میں کوئی شک نہیں کہ تقلیدِ مذاہبِ اربعہ: بدعت ہے۔ حافظ ابن القیم نے فرمایا:

" وانما حدثت هذه البدعة في القرن الرابع المذموم على لسان رسول الله ﷺ "

اور (تقلید کی) یہ بدعت چوتھی صدی میں پیدا ہوئی ہے جس (صدی) کی مذمت رسول اللہ ﷺ نے اپنی (مقدس) زبان سے بیان فرمائی ہے۔ (اعلام الموقعین ۲/۲۰۸)

حافظ ابن حزم نے کہا: "إنما حدث التقليد في القرن الرابع"

تقلید (مذاہب اربعہ کی تقلید) چوتھی صدی میں پیدا ہوئی ہے۔

(کتاب: ابطال التقلید، بحوالہ الرد علی من اخلد الی الارض ص ۱۳۳)

دیکھئے کتاب المعرفۃ والتاریخ للامام یعقوب بن سفیان الفارسی (ج ۲ ص ۷۸۹)

اگر احمد بن یحییٰ بن عثمان کا ذکر کاتب کی غلطی نہیں تو عرض ہے کہ یعقوب بن سفیان سے مروی ہے کہ میں نے ہزار اور زیادہ اساتذہ سے حدیث لکھی ہے اور سارے ثقہ تھے الخ

(تہذیب الکمال ج ۱ ص ۴۶، مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، اختصار ابن منظور ۳/۱۰۶، ترجمہ احمد بن صالح المصری)

تاریخ دمشق کا مذکورہ ترجمہ نسخہ مطبوعہ میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس قول کی سند مل نہ سکی اور یہ قول اختصار کے ساتھ تاریخ بغداد (۴/۱۹۹، ۲۰۰ وسندہ صحیح) وغیرہ میں موجود ہے۔

واللہ اعلم نیز دیکھئے التنکیل لما فی تأنیب الکوثری من الأباطیل (۱/۲۴)

⑧ بعد کے علماء نے بھی مروّجہ تقلید سے منع فرمایا تھا مثلاً امام ابومحمد القاسم بن محمد بن القاسم القرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ھ) نے مقلدین کے رد پر ایک کتاب لکھی۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۱۳/۳۲۹ ت ۱۵۰) اور دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۳۹)

حافظ ابن حزم نے کہا: اور تقلید حرام ہے۔ (النبذۃ الکافیۃ فی احکام اصول الدین ص ۷۰)

عینی حنفی (!) نے کہا: پس مقلد غلطی کرتا ہے اور مقلد جہالت کا ارتکاب کرتا ہے اور ہر چیز کی مصیبت تقلید کی وجہ سے ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ ج ۱ ص ۳۱۷)

علمائے وقت کی طرف ان کا رجوع کرنا بعینہ ان مجتہدین کی طرف رجوع کرنا ہے

اشاعۃ السنۃ النبویہ

علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر اول — جلد یازدہم

معہ

ضمیمہ حقیقت مسائل مذہب مجتہدین اہل سنت

بابت ۱۳۰۶ ہجری مطابق ۱۸۸۸ء

اصول وضوابط وشرح قیمت رسالہ وضمیمہ

(۱) یہ رسالہ اور اسکا ضمیمہ دونو ماہواری ہیں (۲) ضمیمہ اکثر رسالہ سے علیحدہ شائع ہوتا ہے (۳) ضمیمہ بے رسالہ کے علیحدہ نہیں فروخت ہوتا رسالہ بدون ضمیمہ مل سکتا ہے (۴) رسالہ کی اصلی اغراض یہ ہیں

(الف) اصول اسلام اور اسکے فروع عظام سے خصوصاً جو متعلق معاشرت ہیں بحث کرنا۔

(ب) اہل اسلام کے مختلف فرقوں کی باہمی اتحاد واتفاق میں کوشش کرنا۔

(ج) [illegible]

(د) [illegible] ... گورنمنٹ کے حقوق سے جنکی مذہب میں ہدایت ہے قوم کو آگاہ کرنا۔

(۵) ضمیمہ [illegible] مسائل مذہب مجتہدین سے بحث کرتا ہے۔

(۶) قیمت رسالہ عموماً [illegible] سالانہ ہے خواص (رؤسا اہل اسلام) بنظر اعانت [illegible] عنایت فرماتے ہیں بعض اشخاص جنکی آمدنی [illegible] روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں [illegible] روپیہ لئے جاتے ہیں جنکی آمدنی دس روپیہ سے زیادہ نہیں ان سے [illegible] آمدنی نہیں رکھتے [illegible] اس رسالہ کی اشاعت کرتے ہیں [illegible] ضمیمہ کی عام قیمت [illegible] خاص [illegible] رعایتی [illegible] آخری [illegible]

(۷) ان [illegible] کو تقلید وتقریر کی [illegible] کے بیان کا ایمان ہے۔

(۸) خط وکتابت دار رسالہ زر مہتمم کے پورے نام وخطاب سے حسب نشان ذیل ہونا چاہیے

(۹) سبیل ارسال زر بذریعہ منی آرڈر یا بند [illegible] ورنہ مہتمم ذمہ دار نہ ہوگا

ابوسعید محمد حسین مہتمم رسالہ اشاعۃ السنہ لاہور

ہیں اہل لغت پیروی کرتے ہیں فہم معانی شرعیہ میں قواعد اصول فقہ سے استمداد کرتے ہیں و علیٰ ہذا القیاس - ان ہی علماء کے حق میں پہلے تقلید کو بنا بر تنزل تسلیم کیا ہے پھر ان ہی کے حق میں مقلد نہ ہونے کا دعوے کیا گیا ہے

سوال دوم - موجودہ علماء کے قول پر اعتماد اور ان کا اتباع جایز ہے تو تقلید مجتہدین سے جو علماء وقت سے افضل ہیں دست کشی کیوں ہے ؟

الجواب تقلید مجتہدین سے کوئی اس وقت دست کشی نہیں کرسکتا - عامی ہیں تو وہ بواسطہ علمائے وقت مجتہدین کی تقلید کر رہے ہیں - علمائے وقت کیطرف ان کا رجوع کرنا بعینہ اُن مجتہدین کیطرف رجوع کرنا ہے جن کے پیرو و مقلد وہ علماء ہیں

فرق صرف اتنا ہے کہ وہ بلاواسطہ علماء وقت نہ اقوال یا اصول مجتہدین کیطرف رجوع کرسکتے ہیں نہ بلا واسطہ مجتہدین کی طرف وہ منسوب ہوسکتے ہیں - اسی نظر سے کہا گیا ہے " العامی لا مذھب لہ - انما مذھبہ مذھب مفتیہ "

اب رہے علمائے وقت سو بہت سے مسائل فرعیہ قواعد اصولیہ میں جن کے دلائل وہ نہیں جانتے مجتہدین فقہا کے مقلد ہیں اور حدیث کی صحت اور ضعف ان کے لئے تو اُن کا مقلد ہونا تو ظاہر ہی ہے

سوال سوم - بہت سا حصہ احادیث کا ایسا ہے جسکا ظاہر معمول بہ نہیں اور اسکی

* شرح تحریر ابن ہمام میں ابن امیر الحاج نے کہا ہے - کہتے ہیں کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں ہے کیونکہ مذہب تو اسکا ہوتا ہے جس کو مذہب میں نظر و بصیرت حاصل ہو اور کتب مذہب کو پڑھ سکے اور امام

بل قیل لا یصح - للعامی مذھب لان المذھب لا یکون الا لمن لہ نوع نظر و بصیرۃ بالمذاھب او لمن قرأ

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا ٹھیک ہے اور وجوب تقلید

الحرمین نے کہا ہے کہ اسی قول مشہور پر بڑے بڑے اصولی ہیں اور غزالی اور آمدی اور ابن حاجب نے کہا ہے کہ رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع اور مفتی اور گواہوں کی طرف اگر تقلید قرار دیا جائے تو کچھ ہرج نہیں۔"

(عالم کے لئے تقلید جائز نہیں)

پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا جائز ہے تمت المقدمہ اور جب کہ مقدمہ ممھد (مکمل) ہوا تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ تقلید مجتہدوں کی عالم بالحدیث و بالقرآن کو وقت جاننے ایک مسئلہ

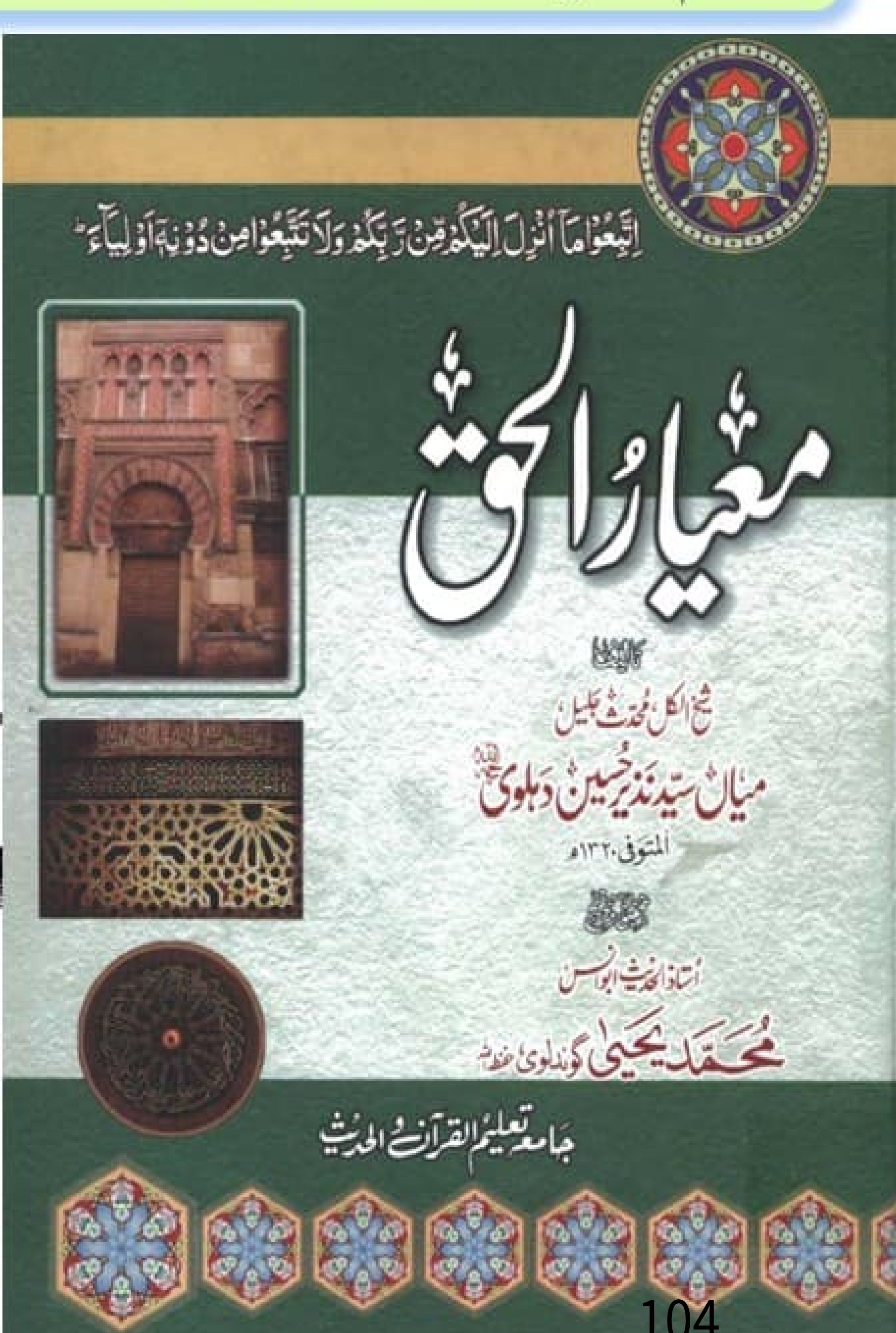
58 تخریج (قول الکمال وابن امیر الحاج) التقریر والتحبیر ص ٣٤٠ ج ٣

59 راجع للتفصیل التقریر والتحبیر ص ٣٤٠ ج ٣ و فواتح الرحموت ص ٤٠٠ ج ٢ و تیسر التحریر ص ٢٤١ ج ٣ والمختصر المنتهی الاصولی ابن الحاجب المالکی ص ٣٠٥ ج ١.

کے قرآن مجید سے یا حدیث سے اس مسئلہ معلومہ میں نہ چاہیے مثلاً جب کہ عالم بالحدیث و بالقرآن کو معلوم ہو کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے ہر مکلف پر تو پھر اس کو اس مسئلہ میں تقلید کسی مجتہد کی نہ چاہیے بلکہ اس وقت تقلید رسول مقبول ﷺ کی پر ضرور چاہیے اس لئے کہ جس آیت کے حکم سے کہ تقلید ثابت ہے تو وہ اسی صورت میں ہے جب کہ لاعلمی ہو: قال اللہ تعالیٰ:

﴿فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون﴾ 60 "یعنی پس سوال کرو اہل ذکر سے اگر نہ جانتے ہو تم۔"

اور یہی آیت دلیل ہے وجوب تقلید پر "کما اشار الیہ المحقق ابن الہمام فی التحریر غیرہ" 61



جاہل لوگ علماء کی اتباع کریں اس عبارت کے مطابق سب عامی غیر مقلدین لوگ جاہل ہیں

ملا علی قاری کے اس اعتراف سے معلوم ہوا :

۱: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حنفی و شافعی بننے کا حکم نہیں دیا۔

۲: کتاب وسنت کی اتباع کرنی چاہیے۔

۳: جاہلوں کو چاہیے کہ علماء سے مسئلے پوچھ کر ان پر عمل کریں۔

تنبیہ: ملا علی قاری نے یہاں "تقلید کریں" کا لفظ غلط استعمال کیا ہے۔ مسئلے پوچھنا اور ان پر عمل کرنا تقلید نہیں کہلاتا بلکہ اتباع و اقتداء کہلاتا ہے۔ لہٰذا صحیح الفاظ درج ذیل ہیں:

"وأن يتبعوا العلماء إذا كانوا جهلاء" اور اگر جاہل ہوں تو علماء کی اتباع کریں۔

سوال نمبر (٦): عالم سے مسئلہ کس طرح پوچھنا چاہیے؟

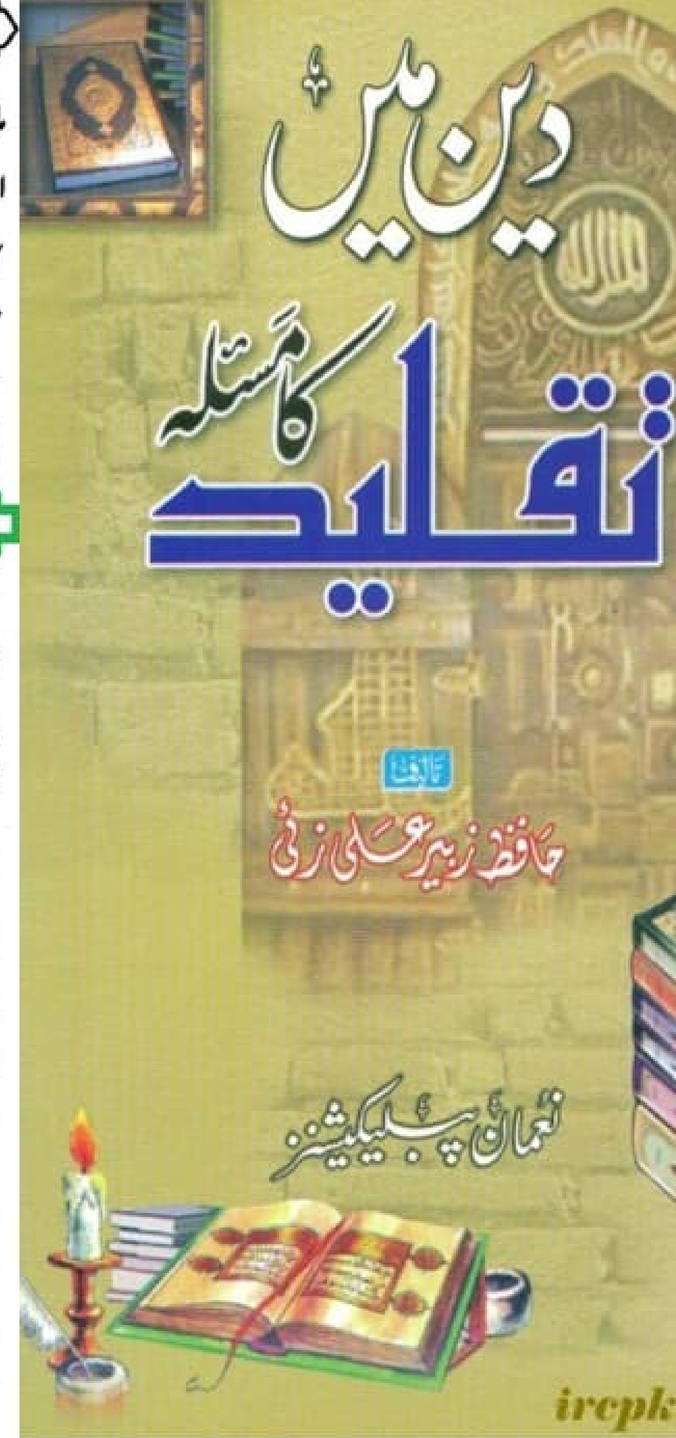
جواب: سب سے پہلے کتاب وسنت کا عالم تلاش کیا جائے، پھر اس کے پاس جا کر یا رابطہ کر کے ادب واحترام سے پوچھا جائے کہ اس مسئلے میں مجھے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا حکم بتائیں، یا قرآن وحدیث سے جواب دیں یا دلیل سے جواب دیں۔

سوال (٧): کیا امت مسلمہ میں صرف چار ہی امام (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد) گزرے ہیں، یا دوسرے امام بھی تھے؟

جواب: امت مسلمہ میں صرف چار امام ہی نہیں گزرے بلکہ ہزاروں امام گزرے ہیں مثلاً سعید بن المسیب، قاسم بن محمد، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، سالم بن عبد اللہ بن عمر، حسن بصری، سعید بن جبیر، اوزاعی، لیث بن سعد، بخاری، مسلم، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن الجارود وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین۔

سوال (٨): ان چاروں اماموں سے پہلے لوگ کس کی تقلید کرتے تھے؟

جواب: ان چاروں اماموں سے پہلے لوگ کتاب وسنت پر عمل کرتے تھے، کسی قسم کی تقلید نہیں کرتے تھے۔



تقلید کا معنی اتباع غیر مقلدین کے گھر سے

انگریزی لباس سے نفرت

ایک بار کسی مخلص نے سوٹ (کوٹ پتلون) پیش کیا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے واپس کر دیا۔ پھر مزاحاً فرمایا: "میاں! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ قیامت کے روز میرا حشر یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہو۔ اور میں مسلمانوں کے ساتھ نہ اٹھوں؟ سنو اللہ اور اس کے رسولؐ نے فرمایا ہے:

"کہ جو مسلمان جس قوم کی وضع قطع، تراش و خراش، تہذیب و معاشرت، تقلید و نقل اختیار کرے گا، روزِ نشور کو وہ اسی کے ہمراہ اٹھایا جائے گا۔

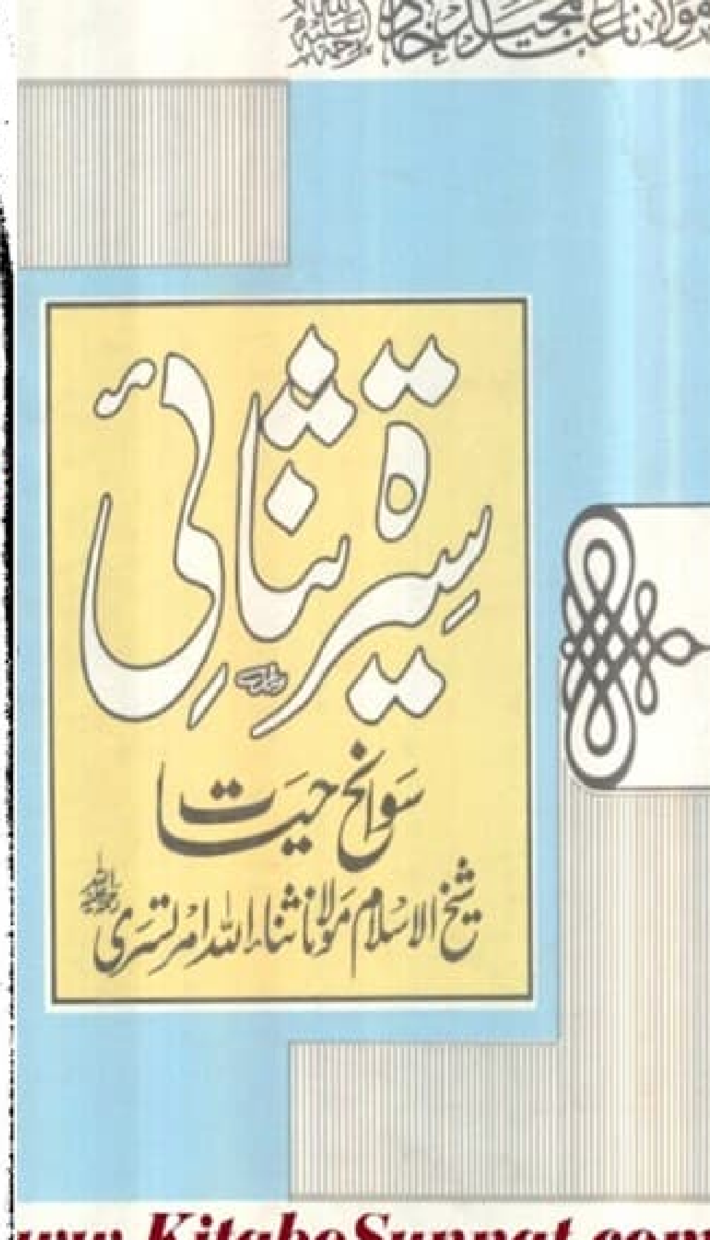
"کُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ"[1] کے حسب الحکم آپ کو تمام نشیلی اشیاء سے بیحد نفرت و کراہت تھی۔ یہاں تک کہ عمر بھر آپ نے کبھی سگریٹ اور حقہ تک کو ہاتھ نہ لگایا[2] البتہ دفتر میں یا گھر پر آپ کے احباب میں کوئی حقہ نوش صاحب آجاتے، تو ان کی دلداری و دلجوئی کے لیے آپ حقے کا انتظام کرا دیتے۔ اور یہ بات صرف تواضع میں داخل تھی۔

آپ اکثر دعوتیں قبول فرما لیتے۔ حتیٰ کہ غیر مسلم بھی دعوت دیتے تو بلا تکلف شریک ہو جاتے۔ خود بھی دعوتیں دیتے اور غیر مسلموں کو بھی شامل کر لیتے اور فرماتے کہ دعوتیں نام و نمود اور شہرت کی غرض سے نہ ہونی

---

[1] یعنی ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ (فاروقی)

[2] ہمارے بعض علماء حقہ سگریٹ کا شوق رکھتے ہیں۔ انہیں یہ لت ترک کر دینی چاہیے۔ علماء کو یہ باتیں زیب نہیں دیتیں۔ (فاروقی)



جس تقلید کو حنفیہ **واجب** کہتے ہیں اس کے ادلہ کو اگر دیکھا جائے تو ایسی تقلید سے اہل حدیث کو **مفر نہیں**
بعض دفعہ **تقلید جائز** اور بعض دفعہ **واجب** ہوتی ہے

جس تقلید کی اہل حدیث مذمت کرتے ہیں اور اس کو حرام کہتے ہیں ان کے ادلہ کو اگر دیکھا جائے تو ایسی تقلید کی حرمت و مذمت کا محققین حنفیہ بھی اقرار کرتے ہیں، اور جس تقلید کو حنفیہ واجب کہتے ہیں اس کے ادلہ کو اگر دیکھا جائے تو ایسی تقلید سے اہل حدیث کو بھی مفر نہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ دین میں تین قسم کی تقلید حرام ہے:

۱۔ استحسان تربیت کی وجہ سے تقلید آباء پر اکتفاء کرنا اور قوت فکر اور دلیل کی طرف رجوع نہ کرنا، یعنی قرآن وسنت سے اعراض اور جدی طریق پر جمود۔

۲۔ ایسے شخص کی تقلید کرنا جو قابل اتباع نہیں۔

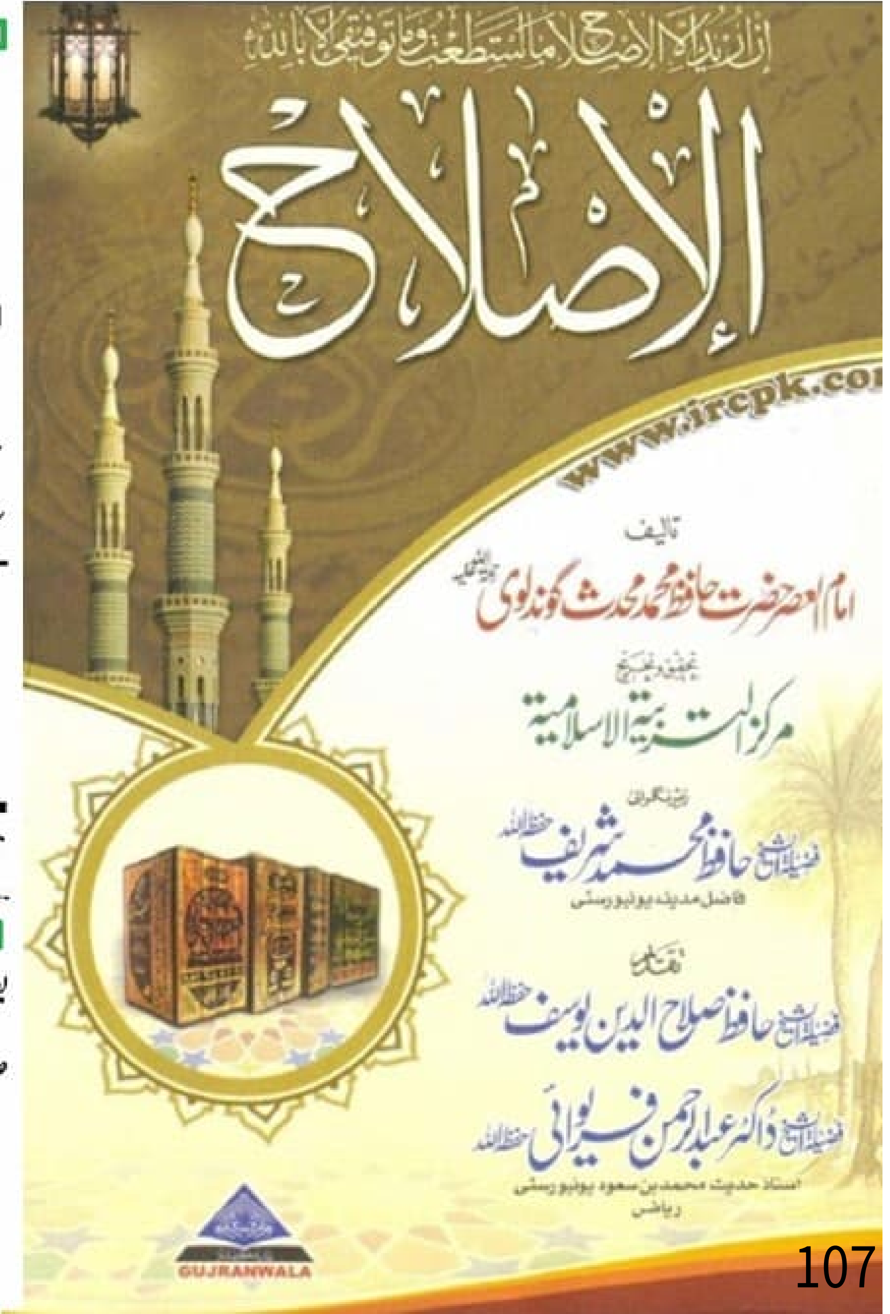
۳۔ قیام حجت کے بعد بھی سابق طریق پر اڑے رہنا۔

← مبارکپوری (۲/ ۶۷، ۱۵۴) توضیح الکلام از مولانا ارشاد الحق اثری (۲/ ۴۹۶، ۶۴۶) شیخ بدیع الدین شاہ راشدی نے اس حدیث کی تحقیق پر مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے، جس کا نام انھوں نے ''المرآۃ لطرق حدیث من کان له إمام فقراءة الإمام له قراءة'' رکھا ہے۔

تقلید کے جواز یا وجوب کی صورت:

جب مکلف خود مسئلہ کی تحقیق نہ کر سکے اور اس کو تفصیل معلوم نہ ہو تو اس صورت میں بعض دفعہ تقلید جائز اور بعض دفعہ واجب ہوتی ہے، مگر جو تقلید کی مطلق مذمت کرتے ہیں وہ اس صورت کو تقلید نہیں کہتے اور جو جائز یا واجب کہتے ہیں وہ اس کو تقلید کی قسم قرار دیتے ہیں۔

"قال أبو عبد الله بن خواز منداد البصري المالكي: التقليد: معناه في الشرع: الرجوع إلى قول لا حجة لقائله عليه، وذلك ممنوع منه في الشريعة، والاتباع: ما ثبت عليه حجة" (إعلام: ۲۸، هندى)[1]



اس پر اجماع ہے کہ جو شخص اسلام قبول کرے تو علماء میں سے جس کی چاہے تقلید کرے بغیر دلیل کے

يحتمل أن يعتمد على تلك الفتوى لأنها حق ويحتمل أن يعيد الاستفتاء لاحتمال تغير الاجتهاد.

الثاني: قال يحي الزناتي: يجوز تقليد المذاهب في النوازل والانتقال من مذهب إلى مذهب بثلاثة شروط: أن لا يجمع بينهما على وجه يخالف الإجماع كمن تزوج بغير صداق ولي ولا شهود فإن هذه الصورة لم يقل بها أحد وإن يعتقد فيمن يقلده الفضل بوصول أخباره إليه ولا يقلده رمياً في عماية، وأن لا يتتبع رخص المذاهب. قال: والمذاهب كلها مسالك إلى الجنة وطرق إلى الخيرات فمن سلك منها طريقاً وصله.

تنبيه: قال غيره: يجوز تقليد المذاهب والانتقال إليها في كل ما لا ينقض فيه حكم الحاكم وهو أربعة: ما خالف الإجماع أو القواعد أو النص أو القياس الجلي فإن أراد رحمه الله بالرخص هذه الأربعة فهو حسن متعين فإن ما لا نقره مع تأكده بحكم الحاكم فأولى أن لا نقره قبل ذلك، وإن أراد بالرخص ما فيه سهولة على المكلف كيف كان يلزمه أن يكون من قلد مالكاً في المياه والأرواث وترك الألفاظ في العقود مخالفاً لتقوى الله تعالى وليس كذلك.

قاعدة: انعقد الإجماع على أن من أسلم فله أن يقلد من شاء من العلماء بغير حجر وأجمع الصحابة رضوان الله عليهم: على أن من استفتى أبا بكر وعمر رضي الله عنهما أو قلدهما فله أن يستفتي أبا هريرة ومعاذ بن جبل وغيرهما ويعمل بقولهم من غير نكير. فمن ادعى رفع هذين الإجماعين فعليه الدليل الثالث إذا فعل المكلف فعلاً مختلفاً في تحريمه غير مقلد لأحد فهل نؤثمه بناء على القول بالتحريم أو لا نؤثمه بناء على القول بالتحليل مع أنه ليس إضافته إلى أحد المذهبين أولى من الآخر ولم يسألنا عن مذهبنا فنجيبه، ولم أر لأحد من أصحابنا فيه نقلاً.

وكان الشيخ الإمام عز الدين بن عبد السلام من الشافعية يقول في هذا الفرع: إنه آثم من جهة أن كل أحد يجب عليه أن لا يقدم على فعل حتى يعلم حكم الله تعالى فيه، وهذا

شرح تنقيح الفصول في اختصار المحصول في الأصول

تأليف
الإمام شهاب الدين أبو العباس أحمد بن إدريس القرافي
المتوفى ٦٨٤ هـ

طبعة جديدة منقحة مصححة

باعتناء
مكتب البحوث والدراسات
في
دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

عامی کے لیے تقلید جائز بلکہ واجب ہے ثقہ امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ

وإن أحاله: فبِمَ، عرف استحالته، ولادليل عليها؟

وإن قلّده[1] في: أن قوله[2] حق: فبِمَ عرف صدقه؟

[وإن قلّد[3] غيره في تصديقه: فبِمَ عرف صدق الآخر؟

وإن عوّل على سكون النفس في صدقه][4]: فما الفرق بينه وبين سكون أنفس النصارى واليهود المقلدين؟ وما الفرق بين قول مقلّده أنه صادق وبين قول مخالفه؟

وأما التقليد في الفروع[5]: فهو جائز إجماعاً[6]:

فكانت الحجة فيه: الإجماع.

ولأن المجتهد في الفروع: إما مصيب، وإما مخطىء مثاب غير مأثوم، بخلاف ما ذكرناه.

فلهذا جاز التقليد فيها، بل وجب على العامي ذلك.

-١٠١٨-

ص:1018-1019

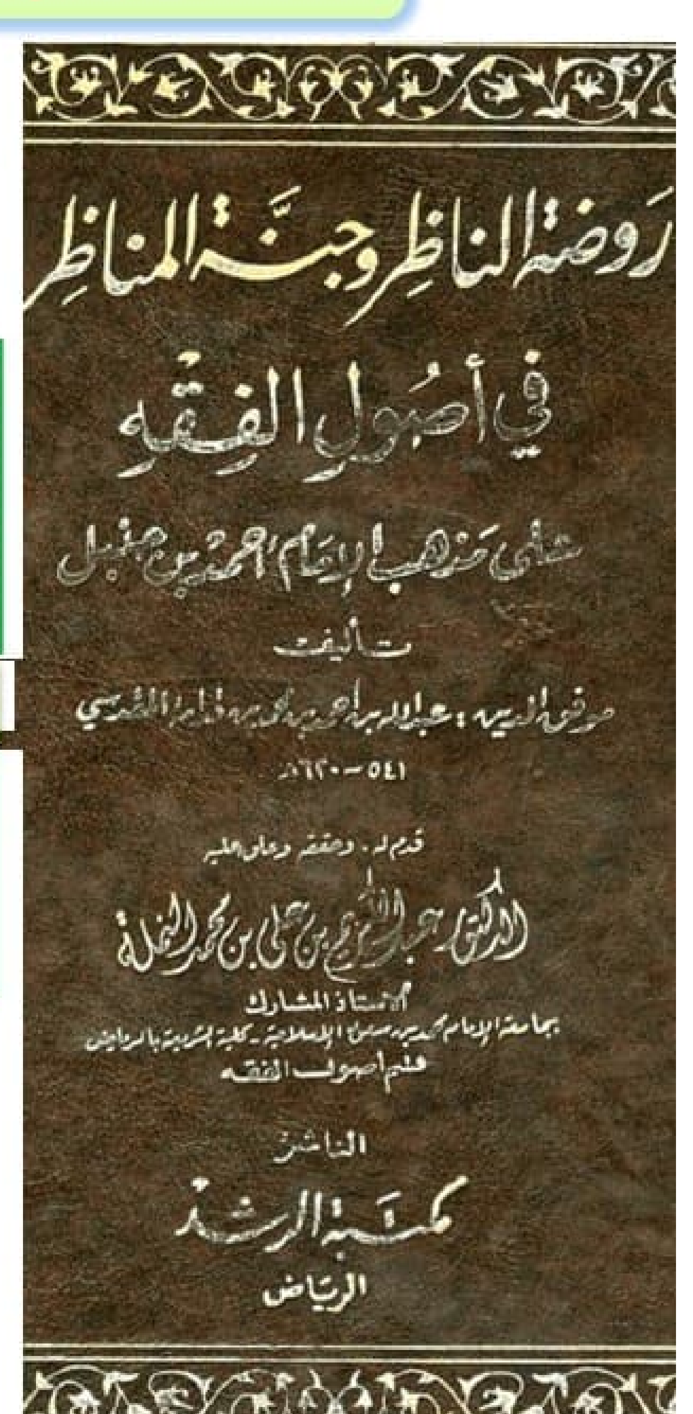
وذهب بعض القدرية[1] إلى أن العامة يلزمهم النظر في الدليل في الفروع- أيضاً-[2].

وهو باطل بإجماع الصحابة؛ فإنهم كانوا يفتون العامة، ولا يأمرونهم بنيل درجة الاجتهاد. وذلك معلوم على الضرورة والتواتر من علمائهم وعوامهم.

ولأن الإجماع منعقد على تكليف العامي الأحكام، وتكليفه رتبة الاجتهاد يؤدي إلى انقطاع الحرث، والنسل، وتعطيل الحِرَف، والصنائع، فيؤدي إلى خراب الدنيا.

ثم ماذا يصنع العامي إذا نزلت به حادثة إن لم يثبت لها حكم إلى أن يبلغ[3] رتبة الاجتهاد، فإلى متى يصير مجتهداً؟ ولعله لا يبلغ ذلك أبداً فتضيع الأحكام.

فلم يبق إلا سؤال العلماء، وقد أمر الله -تعالى- بسؤال العلماء في قوله تعالى[4]: ﴿فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا[5] تعلمون﴾[6]



عام آدمی پر فرض ہے کہ وہ احکام کے استنباط میں مشغول نہ ہو کیونکہ اسے اس کی اہلیت نہیں ہے

جس نے نبی کریم ﷺ کے معجزات میں غور وفکر کے بغیر نبی کریم ﷺ کا قول قبول کیا وہ مقلد ہے اور جس نے معجزات میں غور وفکر کر کے آپ کے قول کو قبول کیا وہ مقلد نہیں ہے۔ بعض علماء نے فرمایا: جو کسی کے قول کی صحت کو نہیں جانتا اس کے فتویٰ کی صحت کا اعتقاد کرنا تقلید ہے۔ لغت میں یہ قلادة البعیر (اونٹ کا ہار) سے ماخوذ ہے۔ عرب کہتے ہیں: قلدت البعیر، جب تو اس کے گلے میں ایسی رسی ڈالے جس کے ساتھ اس کو چلایا جائے۔ گویا مقلد اپنے تمام امور اپنے قائد کے سپرد کر دیتا ہے۔

اسی وجہ سے شاعر نے کہا:

و قلدوا امرکم للہ درکم ثبت الجنان بامر الحرب مضطلعاً

مسئلہ نمبر 5: تقلید یہ تو علم کا طریق ہے، نہ علم تک یہ پہنچانے والی ہے، نہ اصول میں ہے، نہ فروع میں ہے۔ یہ جمہور عقلاء اور علماء کا قول ہے جبکہ حشویہ اور ثعلبیہ جہال سے حکایت ہے کہ یہ (تقلید) حق کی معرفت کا ذریعہ ہے اور یہ واجب ہے اور غور وفکر حرام ہے۔ اور ان پر ہمارے علماء نے جو حجت پیش کی ہے وہ کتب اصول میں ہے۔

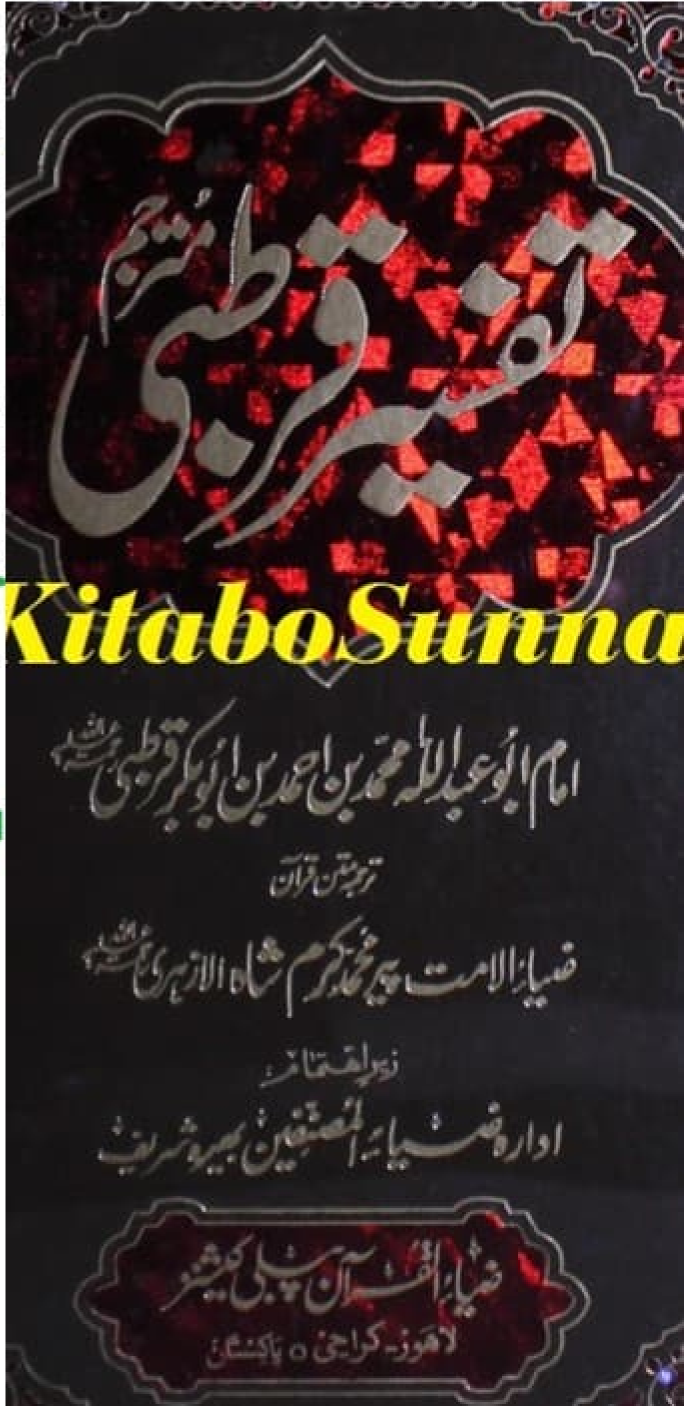
مسئلہ نمبر 6: عام آدمی پر فرض ہے کہ وہ احکام کے استنباط میں احکام کے اصول میں مشغول نہ ہو کیونکہ اسے اس کی اہلیت نہیں ہے اور یہ حکم اس کے لئے ہر اس دینی معاملہ میں ہے جس کو وہ خود نہیں جانتا اور وہ محتاج ہوتا ہے اپنے زمانہ اور اپنے شہر کے بڑے عالم کی طرف جانے کا...... پس وہ ہر نئے مسئلہ کو اس سے پوچھے اور اس کے فتویٰ کی پیروی کرے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (النحل) (پوچھو اہل علم سے اگر تم (خود حقیقت حال تو) نہیں جانتے)۔

اس شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے وقت کے بڑے عالم سے پوچھنے کی کوشش کرے تا کہ اکثر لوگوں کا اس پر اتفاق واقع ہو اور عالم پر بھی فرض ہے کہ وہ کسی بھی جدید مسئلہ میں کسی دوسرے عالم کی تقلید کرے جس میں دلیل ونظر کی وجہ اس پر مخفی ہو گئی ہے وہ اس میں غور وفکر کرنے کا ارادہ کرے حتیٰ کہ وہ مطلوب تک پہنچ جائے۔ پس اس کے پاس وقت تنگ ہو اور اسے عبادت کے فوت ہونے کا خوف ہو یا حکم کے ضیاع کا خوف ہو، خواہ وہ دوسرا مجتہد صحابی ہو یا کوئی اور ہو۔ قاضی ابو بکر اور محققین کی جماعت کا یہی قول ہے۔

مسئلہ نمبر 7: ابن عطیہ نے کہا: عقائد میں تقلید کے ابطال پر امت کا اجماع ہے (1)۔ قاضی ابو بکر بن عربی، ابو عمرو عثمان بن عیسیٰ بن درباس الشافعی جیسے علماء کا قول اس کے خلاف ذکر کیا ہے۔ ابن درباس نے اپنی کتاب "الانتصار" میں کہا ہے کہ بعض علماء نے کہا: توحید کے امر میں تقلید جائز ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ (زخرف: 22) اللہ تعالیٰ نے ان کی اپنے آباء کی تقلید پر اور رسل کی اتباع ترک کرنے پر ان کی مذمت کی ہے جیسے اہل بدعت نے اپنے بڑوں کی تقلید کی اور دین میں حضرت محمد ﷺ کی اتباع کو ترک کیا کیونکہ ہر مکلف پر توحید کے امر کا سیکھنا فرض ہے اور ضروری ہے اور یہ کتاب وسنت سے ہی حاصل ہوتا ہے جس طرح آیت توحید میں ہم نے بیان کیا تھا۔ اَللّٰهُ يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝ (الحج)

1۔ المحرر الوجیز، صفحہ 238، جلد 1 (دار الکتب العلمیہ)



جماہیر امت کا مذہب یہ ہے کہ عمومی طور پر اجتہاد اور تقلید جائز ہے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

اگر چہ قول نبی کریم ﷺ کے فرمان کی تکذیب ہو لیکن بسا اوقات انسان نو مسلم ہوتا ہے یا دور صحرا میں اس کی پرورش ہوئی ہوتی ہے، تو ایسے شخص کو اس کے انکار کے سبب کافر نہیں قرار دیا جائے گا، یہاں تک کہ اس پر حجت قائم ہو جائے، اور کبھی انسان نصوص نہیں سنا ہوتا ہے، یا سنا ہوتا ہے لیکن اس کے نزدیک وہ ثابت (صحیح) نہیں ہوتے ہیں یا کوئی دوسری نص اس کے معارض ہوتی ہے جو تاویل کی موجب ہوتی ہے اگر چہ وہ ان تمام امور میں خطا کار ہو" ①۔

لیکن جس تاویل کرنے والے کو معذور سمجھا جائے گا اس کے کچھ حدود اور شروط وضوابط ہیں جنہیں علماء جانتے ہیں، یہاں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں ②۔

(۵) تقلید:

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جماہیر امت کا مذہب یہ ہے کہ عمومی طور پر اجتہاد جائز ہے اور عمومی طور تقلید بھی جائز ہے، وہ ہر شخص پر اجتہاد کو ضروری قرار دیکر تقلید کو حرام نہیں کہتے ہیں اور نہ ہر شخص پر تقلید کو واجب قرار دیکر اجتہاد ہی کو حرام کہتے ہیں، نیز وہ یہ کہتے ہیں کہ جسے اجتہاد کی قدرت ہو اس کے لئے اجتہاد جائز ہے اور جو اجتہاد سے عاجز ہو اس کے لئے تقلید جائز ہے، اب رہا اس شخص کا مسئلہ جو اجتہاد پر قادر ہو کیا اس کے لئے تقلید جائز ہے؟ اس میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ جب اجتہاد سے عاجز ہو خواہ دلائل کی کثرت کے سبب یا وقت کی تنگی کے سبب یا دلیل ظاہر نہ ہونے کے سبب تو

---

① مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۳/ ۲۳۱، نیز دیکھئے ۲/ ۲۹۳ تا ۲۹۸، ۳۰/ ۲۸۴، ۱۲/ ۵۲۳۔

② تفصیل کے لئے دیکھیں: نواقض الایمان القولیہ والعملیہ، از ڈاکٹر عبدالعزیز آل عبداللطیف، ص ۵۵ تا ۸۴، ونواقض الایمان الاعتقادیہ وضوابط التکفیر عند السلف، از ڈاکٹر محمد بن عبداللہ الوہیبی ۲/ ۲۰ تا ۳۸۔



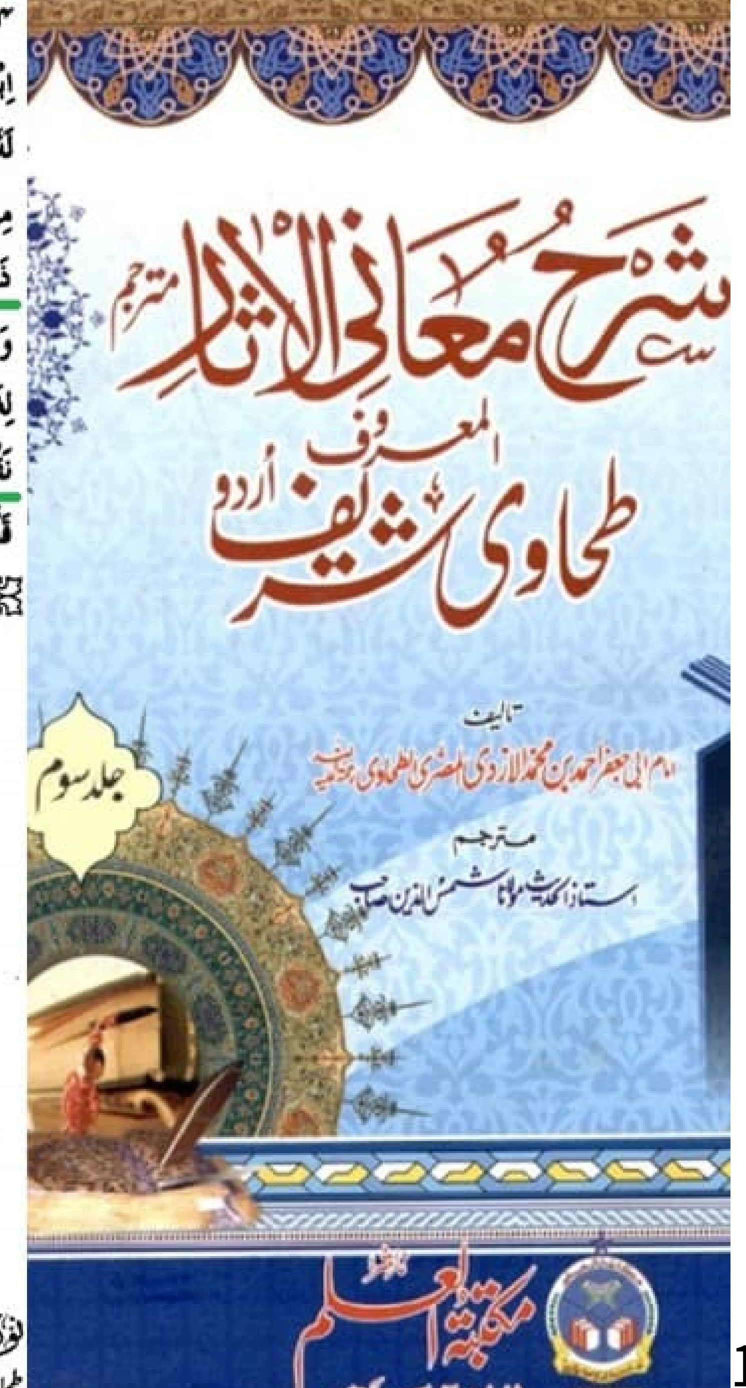
اسی وجہ سے ہم نے ان روایات کو اپنایا۔ تقلید اور اقتداء کا معنی ایک ہے

٥٧٠٤: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ قَالَ الزَّوْجُ وَالْمَرْأَةُ بِمَنْزِلَةِ ذِي الرَّحِمِ الْمَحْرَمِ إِذَا وَهَبَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ . فَجُعِلَ الزَّوْجَانِ فِيْ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ كَذِي الرَّحِمِ الْمَحْرَمِ فَمَنَعَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنَ الرُّجُوْعِ فِيْمَا وَهَبَ لِصَاحِبِهِ فَهٰكَذَا نَقُوْلُ .وَقَدْ وَصَفْنَا فِيْ هٰذَا مَا ذَهَبْتُ إِلَيْهِ فِي الْهِبَاتِ وَمَا ذَكَرْنَا مِنْ هٰذِهِ الْآثَارِ إِذْ لَمْ نَعْلَمْ عَنْ أَحَدٍ مِثْلِ مَنْ رَوَيْنَاهَا عَنْهُ خِلَافًا لَهَا .فَتَرَكْنَا النَّظَرَ مِنْ أَجْلِهَا وَقَلَّدْنَاهَا .وَقَدْ كَانَ النَّظَرُ -لَوْ خَلَّيْنَا وَإِيَّاهُ- خِلَافَ ذٰلِكَ وَهُوَ أَنْ لَا يَرْجِعَ الْوَاهِبُ فِي الْهِبَةِ لِغَيْرِ ذِي الرَّحِمِ الْمَحْرَمِ ؛ لِأَنَّ مِلْكَهُ قَدْ زَالَ عَنْهَا بِهِبَتِهِ إِيَّاهَا وَصَارَ لِلْمَوْهُوْبِ لَهُ دُوْنَهُ فَلَيْسَ لَهُ نَقْضُ مَا قَدْ مَلَكَ عَلَيْهِ إِلَّا بِرِضَاءِ مَالِكِهِ. وَلٰكِنْ اِتِّبَاعُ الْآثَارِ وَتَقْلِيْدُ أَئِمَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ أَوْلٰى فَلِذٰلِكَ قَلَّدْنَاهَا وَاقْتَدَيْنَاهَا .وَجَمِيْعُ مَا بَيَّنَّا فِيْ هٰذَا الْبَابِ قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَبِيْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحْمَةُ

اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ .

٥٧٠٤: حماد نے ابراہیم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میاں اور بیوی بمنزلہ ذی رحم محرم کے ہیں جب ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو ہبہ کرے تو وہ اسے لوٹا نہیں سکتا۔ ان تمام آثار میں میاں بیوی کو ہبہ میں ذی رحم محرم کی طرح قرار دیا گیا ہے جو بھی ایک دوسرے کو ہبہ کر دیں تو اس میں رجوع جائز نہیں ہے ہم احناف کا قول بھی یہی ہے۔ ہم نے جو کچھ ہبہ کی اشیاء کے سلسلہ میں اپنا مذہب بیان کیا اس کے لئے جو روایات ہم نے ذکر کی ہیں ان کے خلاف اس قسم کی روایات ہم نہیں پاتے اسی وجہ سے ہم نے قیاس کو ترک کر کے انہی کو اختیار کیا ہے۔ اگر قیاس کا صرف لحاظ کیا جائے تو وہ ان روایات کے مخالف ہے وہ اس طرح کہ ہبہ کرنے والا جس طرح ذی رحم محرم کو دی ہوئی چیز واپس نہیں کر سکتا اسی طرح وہ غیر ذی رحم محرم سے بھی واپس نہ کر سکتا کیونکہ ہبہ کرنے کی وجہ سے اس چیز سے اس کی ملک زائل ہو گئی اور وہ موہوب لہ کی ملک بن گئی اس کی نہیں رہی۔ تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس کی ملکیت کو توڑے البتہ اس کے مالک کی مرضی سے ایسا کر سکنا ممکن ہے۔ لیکن روایات کی اتباع اور اہل علم ائمہ کرام کی تقلید زیادہ بہتر ہے اسی وجہ سے ہم نے ان روایات کو اپنایا۔ اس باب میں جو بیان کیا گیا یہ امام ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد رحمہم اللہ کا مسلک ہے۔

لغزش: ہبہ زوجین میں احناف نے ان کو ذی رحم محرم کے حکم میں قرار دے کر ہبہ کی واپسی کو درست قرار نہیں دیا۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسی کو راجح کہا ہے۔



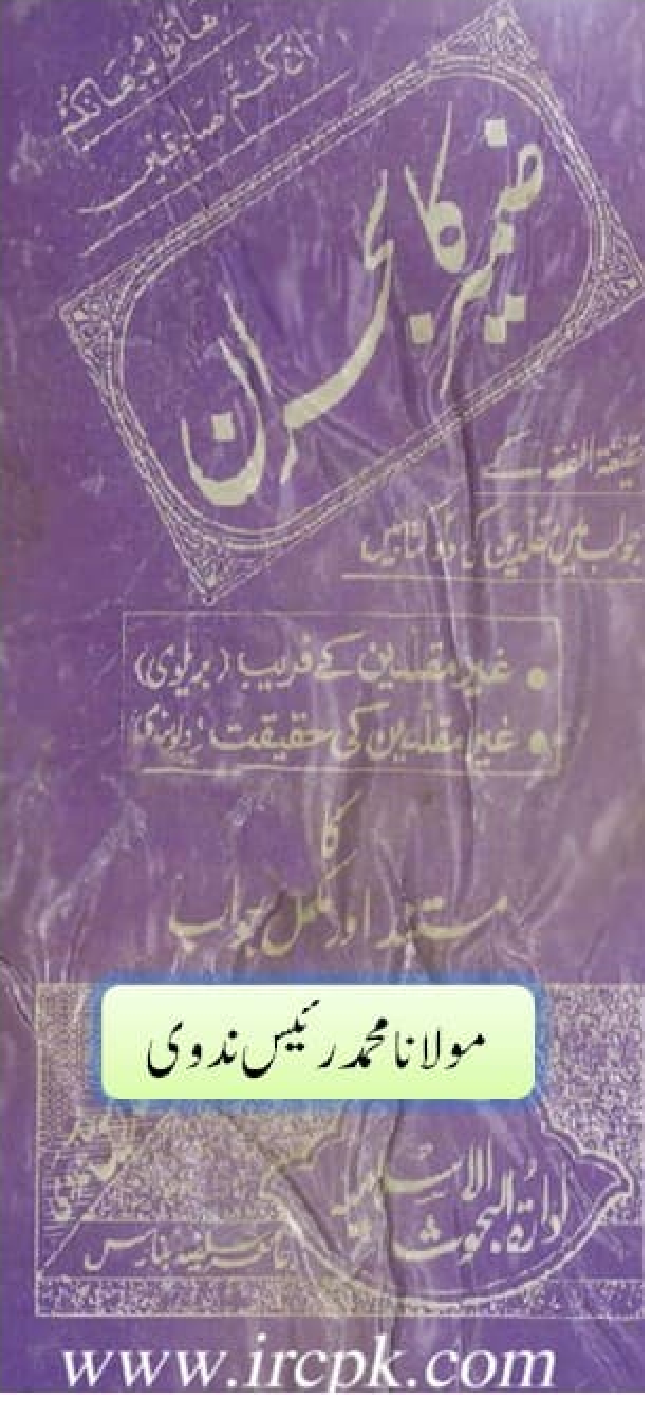
پچیس سال کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق بن جاتے ہیں اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں

سلفی عالم مولینا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ جاہل آدمی کا مجتہد مطلق بن جانا خطرناک ہے

اپنے مذکورہ بالا بیان میں فرقہ بریلویہ نے مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی کی ایک بات کو حسب عادت توڑ مروڑ کر دیوبندی اماموں سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے (غیر مقلدوں کے فریب ص ۳۴) اسی بات کو فرقہ دیوبندیہ کی زیر نظر نو زائیدہ کتاب میں اس طرح نقل کیا گیا :۔

"پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق بن جاتے اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کہہ بیٹھتے ہیں ، ان میں بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لامذہب جو کسی دین ومذہب کے پابند نہیں ہوتے اور احکام شریعت سے فسق وخروج اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے" (غیر مقلدین کی حقیقت ص ۳۳-۳۴ بحوالہ اشاعۃ السنہ ج ۲ ص ۵۳ بحوالہ فتاوی محمدیہ ج ۱ ص ۳۸۶ تا ۳۸۸)

ہم کہتے ہیں کہ سلفی عالم مولانا محمد حسین بٹالوی نے یہ بات بالکل سچ اور صحیح کہی ہے اس میں شک نہیں کہ بے علمی کے ساتھ کسی جاہل مطلق کا مجتہد بن جانا اور ترک تقلید کا شیوہ اختیار کرنا بہت بڑی بے راہ روی ہے ، یہ بات تو نصوص کتاب وسنت اور تصریحات اسلاف سے ثابت ہے اور نبوی پیش گوئی ہے کہ علم ختم ہونے پر جہل کا تسلط ہوگا تو جاہل لوگوں ہی کو دینی قیادت سونپ دی جائے گی ، "فضلوا واضلوا" (صحیح بخاری وعام کتب حدیث) مولانا محمد حسین بٹالوی سے صدیوں پہلے نصوص کتاب وتصریحات سلف امت میں اس طرح کی باتیں واضح کردی گئی ہیں۔ فرقہ بریلویہ ودیوبندیہ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ مذہب اہل حدیث میں کسی جاہل وبے علم کو نصوص شرعیہ سے بے خبر رہنے کے باوجود مجتہد مطلق بن بیٹھنے کی اجازت ہے۔ اس طرح کا شیوہ وشعار تو تقلید پرست لوگوں کا وصف خاص ہے ، امام بخاری اور ان کے پہلے والے لوگوں



پچیس سال کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں

یہ عبارت جلد ۲۱ بغرض تفصیل و شرح عبارت نمبر دوم منجملہ عبارات منقولہ عزیز مذکور اس عزیز کو بمقام دہلی مرزا ضیر الدین احمد صاحب پریزیڈنٹ کانفرنس اہلحدیث کے مکان پر اس جلسہ میں جسکا ذکر جلد ہذا میں صفحہ (۳۰ سے ۴۰) میں ہو چکا ہے دکھائے۔ تو عزیز مذکور نے اسکے جواب میں بات بنائی کہ یہ بات آپ نے قدیمی اعتقاد کے برخلاف اب میری ضد و رد و مقابلہ کے لئے کہی ہے۔

اسکا جواب یہ دیا گیا تھا کہ جو اس وقت شور و غل میں سنا نہیں گیا تھا کہ میرا قدیم خیال و مقال یہی ہے جسکو میں جلد ۱۱۔ اشاعۃ السنہ ۱۸۸۸ء میں (جبکہ مولوی ثناء اللہ ہنوز طفل مکتب تھے۔ اور انکی مولویت و خیالات و مقالات مخالفہ نے جنم بھی نہ لیا تھا) ظاہر کر چکا ہوں

اشاعۃ السنہ جلد ۱۱ کے صفحہ ۵۳ میں ہے کہ تقلید کا مسئلہ صحیح ہے۔ اور سلف کی تالیفات میں اسکی ترغیب بکثرت پائی جاتی ہے۔ مگر اس مسئلہ کے محل صدق وہی لوگ ہیں جو بصیرت نہ رکھتے ہوں۔ انہی لوگوں کے لئے خاصکر انہی مسائل میں جنمیں انکو بصیرت حاصل ہو ترک تقلید جائز بلکہ ضروری ہے۔ ولیکن جو لوگ قرآن و حدیث سے بہرہ نہ رکھتے ہوں علوم عربیہ ادبیہ سے (جو فہم قرآن و حدیث ... مسئلہ یا نوٹ بھولی عربی جان کر مجتہد اور ہر بات میں تارک التقلید بن بیٹھیں۔ انکے حق میں ترک تقلید سے بجز ضلالت کسی ثمرہ کی توقع نہیں ہو سکتی۔

"پچیس برس کے تجربہ سے ہمکو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ انہیں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لامذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام اسلام سے فسق تو اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔ ان فاسقوں سے بعض تو کھلے جمعہ جماعت نماز۔ روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ سود۔ شراب سے پرہیز نہیں کرتے۔ اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق مخفی میں سرگرم رہتے ہیں۔ ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں۔ ناجائز طور پر لوگوں کے اور خدا تعالیٰ کے مال و حقوق دبا رکھتے ہیں۔ کفر و فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔" اس کلام خاکسار کو نظر انصاف سے دیکھنے والا ہرگز شک نہ کرے گا کہ اس کلام میں غیر منصوص مسائل میں خاکسار تقلید سلف کی

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ

نمبر 5 جلد۔23

بابت ۱۳۲۹ ہجری مطابق ۱۹۱۱ء

اصول و ضوابط و شرح تعمیت رسالہ و ضمیمہ

ابو سعید محمد حسین مہتمم رسالہ اشاعۃ السنہ لاہور

میرے بعد میرے صحابہ میں سے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید کرنا، یحی بن سلمہ بن کہیل

100...... بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

3805۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَعِيلَ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِي الزَّعْرَاءِ..........

(3804) صحيح: أخرجه أحمد: 242/5۔ والحاكم: 270/3۔ وابن حبان: 7165۔ والطبراني في الكبير: 8514۔

(3805) صحيح: أخرجه الحاكم: 75/3۔ والطبراني في الكبير: 8426۔ السلسلة الصحيحة: 1233۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((اقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي مِنْ أَصْحَابِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَاهْتَدُوا بِهَدْيِ عَمَّارٍ وَتَمَسَّكُوا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُودٍ)).

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "میرے بعد میرے صحابہ میں سے دو آدمیوں ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرنا، عمار کی عادات اختیار کرنا اور ابن مسعود کی نصیحت کو مضبوطی سے تھامنا۔"

وضاحت: ...... امام ترمذی فرماتے ہیں: ابن مسعود کے طریق سے یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسے یحییٰ بن سلمہ بن کہیل کے طریق سے ہی جانتے ہیں اور یحییٰ بن سلمہ حدیث میں ضعیف ہے۔

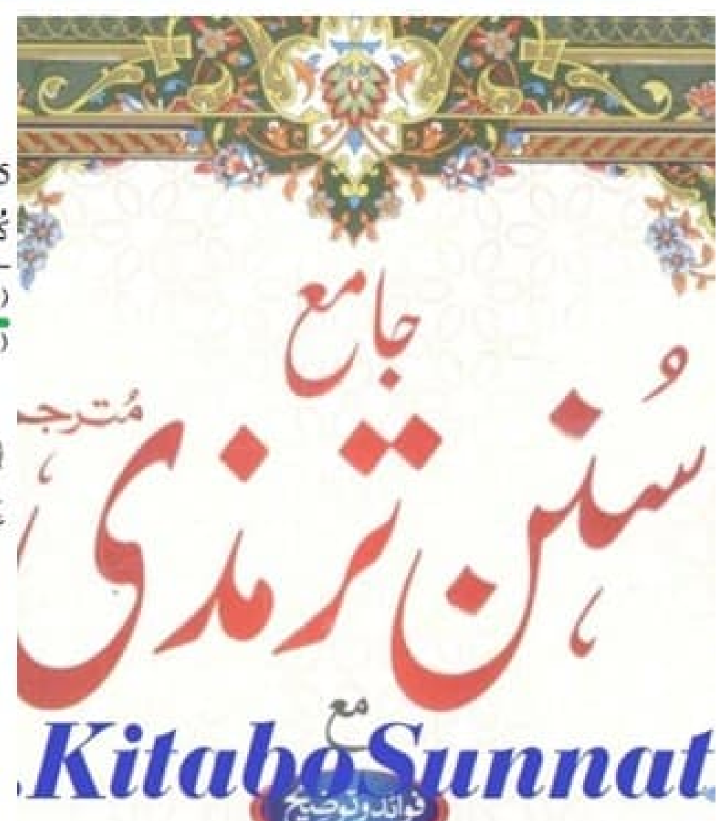
ابوالزعراء کا نام عبداللہ بن ہانی ہے اور جس ابوالزعراء سے شعبہ، ثوری اور ابن عیینہ روایت لیتے ہیں ان کا نام عمر بن عمرو ہے وہ عبداللہ بن مسعود کے شاگرد اور ابوالاحوص کے بھتیجے ہیں۔

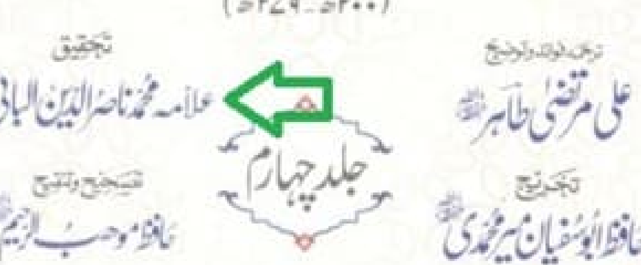
3806۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّهُ..........

سَمِعَ أَبَا مُوسَى يَقُولُ: لَقَدْ قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِي مِنَ الْيَمَنِ وَمَا نُرَى حِينًا إِلَّا أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ لِمَا نَرَى مِنْ دُخُولِهِ وَدُخُولِ أُمِّهِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ.

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یمن سے آئے تو کافی عرصہ تک ہمارا خیال یہی رہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے خاندان کے ایک فرد ہیں، اس لیے کہ ہم ان کا اور ان کی ماں کا نبی ﷺ کے پاس آنا جانا دیکھتے تھے۔

وضاحت: ...... امام ترمذی فرماتے ہیں: اس سند سے یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، اسے ثوری نے بھی ابو اسحاق سے روایت کیا ہے۔





علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور تقلید



أما الأول، فإن التقليد المذكور لا يفيد علماً؛ فإن المقلد يجوز أن يكون مقلده مصيباً، ويجوز أن يكون مخطئاً، وهو لا يعلم أمصيب هو، أم مخطئ؟ فلا تحصل له ثقة ولا طمأنينة، فإن علم أن مقلده مصيب / ـ كتقليد الرسول، أو أهل الإجماع ـ فقد قلده بحجة، وهو العلم بأنه عالم، وليس هو التقليد المذكور، وهذا التقليد واجب؛ للعلم بأن الرسول معصوم، وأهل الإجماع معصومون.

وأما تقليد العالم حيث يجوز، فهو بمنزلة اتباع الأدلة المتغلبة على الظن، كخبر الواحد والقياس؛ لأن المقلد يغلب على ظنه إصابة العالم المجتهد كما يغلب على ظنه صدق المخبر، لكن بين اتباع الراوى والرأى فرق يذكر ـ إن شاء الله ـ فى موضع آخر.

فإن اتباع الراوى واجب؛ لأنه انفرد بعلم ما أخبر به، بخلاف الرأى فإنه يمكن أن يعلم من حيث علم، ولأن غلط الرواية بعيد، فإن ضبطها سهل؛ ولهذا نقل عن النساء والعامة، بخلاف غلط الرأى فإنه كثير؛ لدقة طرقه وكثرتها، وهذا هو العرف لمن يجوز قبول الخبر مع إمكان مراجعة المخبر عنه، ولا يجوز قبول المعنى مع إمكان معرفة الدليل.

وأما العرف الأول، فمتفق عليه بين أهل العلم؛ ولهذا يوجبون اتباع الخبر ولا يوجب أحد تقليد العالم على من أمكنه الاستدلال، وإنما يختلفون فى جوازه؛ لأنه يمكنه أن يعلم من حيث علم، فهذه جملة.

/ وأما تفصيلها فنقول:

الناس فى الاستدلال والتقليد على طرفى نقيض، منهم من يوجب الاستدلال ـ حتى فى المسائل الدقيقة: أصولها وفروعها ـ على كل أحد. ومنهم من يحرم الاستدلال فى الدقيق على كل أحد، وهذا فى الأصول والفروع، وخيار الأمور أوساطها.

خاتم الانبیاء ﷺ کے پاس جبکہ آپ خیبر میں تھے ایک ہار لایا گیا

[٤٠٧٤] (...) حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ عَنْ يَحْيَى - وَهُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ - عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ؛ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرَةَ أَخْبَرَهُ؛ أَنَّ أَبَا بَكْرَةَ قَالَ: نَهَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، بِمِثْلِهِ.

[4074] یحییٰ بن ابی کثیر نے یحییٰ بن ابی اسحاق سے روایت کی کہ انھیں عبدالرحمان بن ابی بکرہ نے بتایا کہ حضرت ابوبکرہ ؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منع فرمایا...... (آگے) اسی کے مانند ہے۔

(المعجم ١٧) - (بَابُ بَيْعِ الْقِلَادَةِ فِيهَا خَرَزٌ وَذَهَبٌ) (التحفة ٣٨)

باب:17- اس ہار کی بیع جس میں جواہر (یا موتی) اور سونا ہو

[٤٠٧٥] ٨٩-(١٥٩١) حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عُلَيَّ بْنَ رَبَاحٍ اللَّخْمِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَهُوَ بِخَيْبَرَ، بِقِلَادَةٍ فِيهَا خَرَزٌ وَذَهَبٌ، وَهِيَ مِنَ الْمَغَانِمِ تُبَاعُ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالذَّهَبِ الَّذِي فِي الْقِلَادَةِ فَنُزِعَ وَحْدَهُ، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ».

[4075] علی بن رباح لخمی نے کہا: میں نے حضرت فضالہ بن عبید ؓ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے: رسول اللہ ﷺ کے پاس، جبکہ آپ خیبر میں تھے، ایک ہار لایا گیا، اس میں نگینے تھے اور سونا تھا اور وہ ان غنائم میں سے تھا جو فروخت کی جا رہی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس سونے کے بارے میں حکم دیا جو ہار میں تھا، تو اکیلے اسی کو الگ کر دیا گیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے (جو لین دین کر رہے تھے) فرمایا: ''سونے کے عوض سونا برابر برابر وزن کا (خریدو اور بیچو۔)''

[٤٠٧٦] ٩٠-(...) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ أَبِي شُجَاعٍ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي عِمْرَانَ، عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ: اشْتَرَيْتُ، يَوْمَ خَيْبَرَ، قِلَادَةً بِاثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا، فِيهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ، فَفَصَّلْتُهَا، فَوَجَدْتُ فِيهَا أَكْثَرَ مِنِ اثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «لَا تُبَاعُ حَتّٰى تُفَصَّلَ».

[4076] لیث نے ہمیں ابوشجاع سعید بن یزید سے حدیث بیان کی، انھوں نے خالد بن ابی عمران سے، انھوں نے حنش صنعانی سے اور انھوں نے حضرت فضالہ بن عبید ؓ سے روایت کی، انھوں نے کہا: میں نے خیبر کے دن بارہ دینار میں ایک ہار خریدا، اس میں سونا اور نگینے تھے۔ میں نے انھیں الگ الگ کیا تو مجھے اس میں بارہ دینار سے زیادہ مل گئے، میں نے اس بات کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''اسے الگ الگ کرنے سے پہلے فروخت نہ کیا جائے۔''

حدیث نمبر 1 سے 1569 تک

المقدمہ - کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ

صحیح مسلم (اردو)

1

امام مسلم بن حجاج نیشاپوری ؒ

ترجمہ ومختصر فوائد

پروفیسر محمد یحییٰ سلطان محمود جلالپوری

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے متعلق حکم دیا میری گردن میں ایک تلوار لٹکادی گئی

لِلرِّجَالِ. قال: فَقُلْتُ لَهَا: يَاجَدَّةُ وَمَا كَانَ ذٰلِكَ؟ قَالَتْ: تَمْرًا.

میں نے پوچھا دادی اماں! وہ کیا تھا؟ کہا: کھجور۔

٢٧٣٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعني ابنَ المُفَضَّلِ عن مُحَمَّدِ ابنِ زَيْدٍ قال: حدثني عُمَيْرٌ مَوْلَى آبِي اللَّحْمِ قال: شَهِدْتُ خَيْبَرَ مع سَادَاتِي فَكَلَّمُوا فِيَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَمَرَ بِي فَقُلِّدْتُ سَيْفًا فإذَا أنَا أجُرُّهُ فَأُخْبِرَ أنِّي مَمْلُوكٌ فأمَرَ لِي بِشَيْءٍ مِنْ خُرْثِيِّ المَتَاعِ.

٢٧٣٠-حضرت عمیر رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت آبی اللحم رضی اللہ عنہ کے غلام تھے بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے مالکوں کے ساتھ غزوۂ خیبر میں حاضر ہوا تو انہوں نے میرے متعلق رسول اللہ ﷺ سے بات کی تو آپ نے میرے متعلق حکم دیا' میری گردن میں ایک تلوار لٹکادی گئی' میں اسے گھسیٹنے لگا۔ پھر آپ کو بتایا گیا کہ یہ غلام ہے تو آپ نے میرے متعلق فرمایا اور مجھے گھر کے اسباب میں سے کچھ بطور انعام دیا گیا۔

قَالَ أبُو دَاوُدَ: مَعْنَاهُ أنَّهُ لم يُسْهِمْ لَهُ.

امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا تھا۔

قَالَ أبُو دَاوُدَ: قال أبُو عُبَيْدٍ: كَانَ حَرَّمَ اللَّحْمَ عَلَى نَفْسِهِ فَسُمِّيَ آبِي اللَّحْمِ.

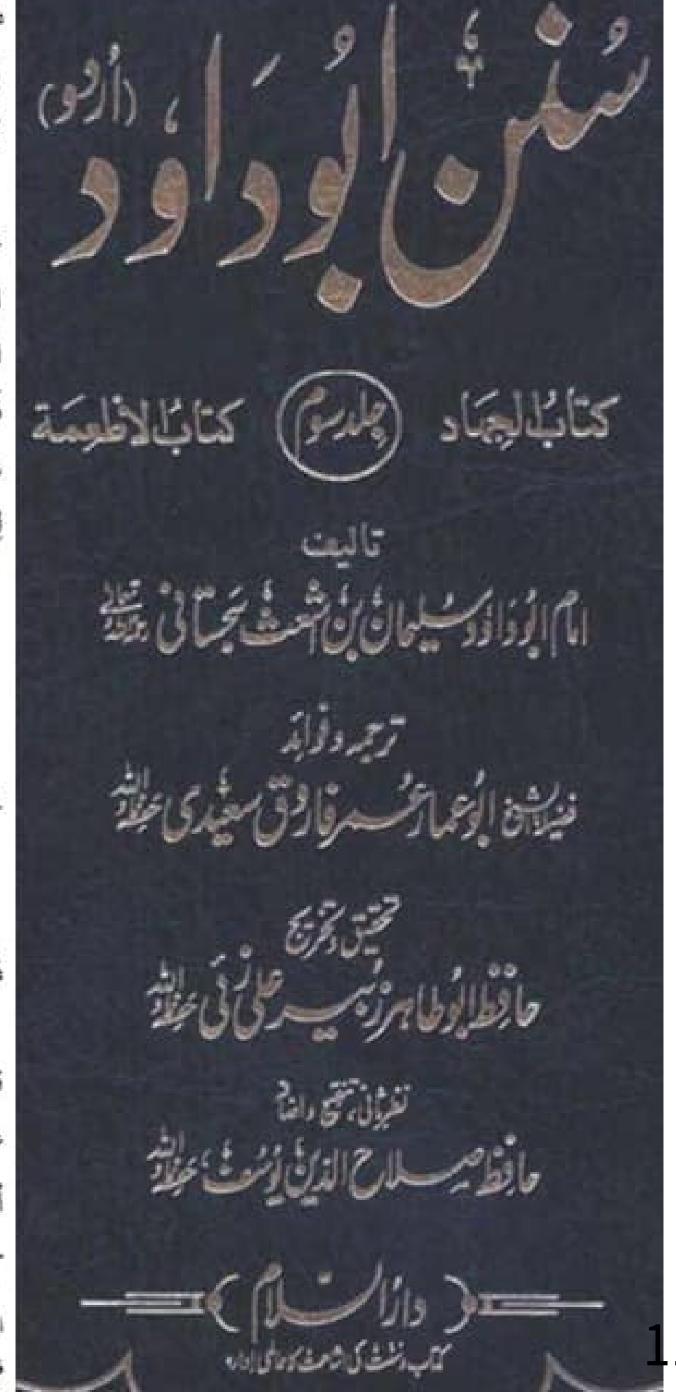
امام ابوداود رحمہ اللہ نے کہا ہے: ابوعبید نے بیان کیا کہ راویٔ حدیث ''آبی اللحم'' کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انہوں نے گوشت کو اپنے لیے حرام کرلیا تھا اس لیے انہیں ''آبی اللحم'' کہا جاتا تھا (گوشت سے انکار کرنے والا۔)

فائدہ: ان کا اصل نام عبداللہ بن عبدالملک بن عبداللہ بن غفار ہے۔ (الاصابہ)

٢٧٣١- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بنُ مَنْصُورٍ قال: حَدَّثَنَا أبُو مُعَاوِيَةَ عن الأعمَشِ، عن أبِي سُفْيَانَ، عن جَابِرٍ قالَ: كُنْتُ أمِيحُ أصْحَابِي المَاءَ يَوْمَ بَدْرٍ.

٢٧٣١-حضرت جابر (بن عبداللہ رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ میں بدر کے روز اپنے اصحاب کے لیے کنویں سے پانی بھرتا رہا تھا۔ (کنویں میں اتر کر ہاتھوں سے ڈول بھرتا تھا کیونکہ نیچے پانی کم تھا۔)

٢٧٣٠_تخريج: [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، السير، باب هل يسهم للعبد، ح: ١٥٥٧ من حديث بشر بن المفضل به، وقال: "حسن صحيح"، وصححه ابن حبان، ح: ١٦٦٩، والحاكم: ٢/ ١٣١، ووافقه الذهبي، وهو في مسند الإمام أحمد: ٥/ ٢٢٣.



اگر کوئی تقلید کرنا چاہے تو مردہ کی تقلید کرے

(۲۰۳۴۹) أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ حَدَّثَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْقَنْطَرِیُّ حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ الْقَاضِی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْمِصِّيصِیُّ حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِیُّ حَدَّثَنِی عَبْدَةُ بْنُ أَبِی لُبَابَةَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَلاَ لاَ يُقَلِّدَنَّ رَجُلٌ رَجُلاً دِينَهُ فَإِنْ آمَنَ آمَنَ وَإِنْ كَفَرَ كَفَرَ فَإِنْ كَانَ مُقَلِّدًا لاَ مَحَالَةَ فَلْيُقَلِّدِ الْمَيِّتَ وَيَتْرُكِ الْحَیَّ فَإِنَّ الْحَیَّ لاَ تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ. [صحیح]

(۲۰۳۴۹) عبدہ بن ابی لبابہ ابن مسعود سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: کوئی آدمی دین میں کسی کی تقلید نہ کرے کہ اگر وہ ایمان لائے تو دوسرا بھی ایمان لے آئے اور اگر وہ کفر کرے تو وہ بھی کفر کرے۔ اگر کوئی تقلید کرنا چاہے تو مردہ لوگوں کی تقلید کرو اور زندہ کو چھوڑ دو؛ کیوں کہ یہ فتنے سے محفوظ نہیں ہیں۔

(۲۰۳۵۰) أَخْبَرَنَا عَلِیُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِی قُمَاشٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ السَّلاَمِ بْنِ حَرْبٍ الْمُلاَئِیِّ عَنْ غُطَيْفٍ الْجَزَرِیِّ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَتَيْتُ النَّبِیَّ -ﷺ- وَفِی عُنُقِی صَلِيبٌ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ [التوبۃ ۳۱] قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْبُدُونَهُمْ. قَالَ : أَجَلْ وَلَكِنْ يُحِلُّونَ لَهُمْ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيَسْتَحِلُّونَهُ وَيُحَرِّمُونَ عَلَيْهِمْ مَا أَحَلَّ اللَّهُ فَيُحَرِّمُونَهُ فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ لَهُمْ.

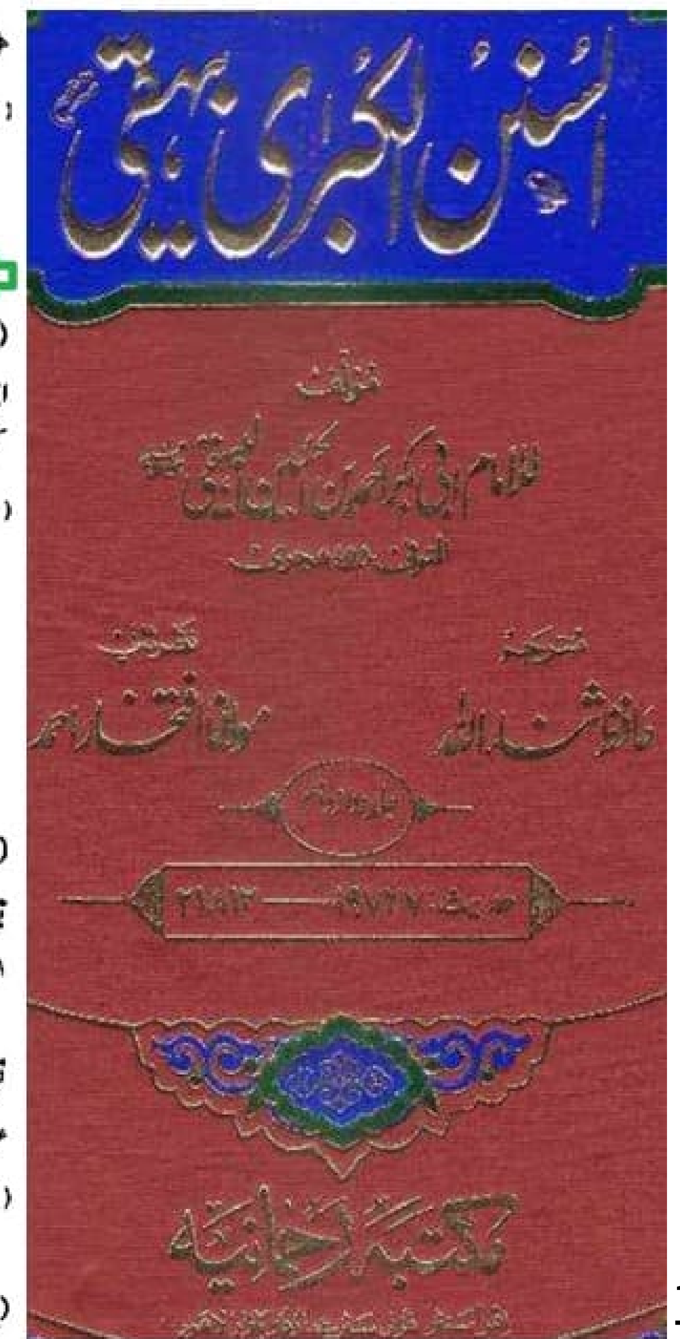
[ضعیف]

(۲۰۳۵۰) سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور میری گردن میں سونے کی صلیب تھی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ فرما رہے تھے: ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ [التوبۃ ۳۱] ”انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور راہبوں کو رب بنا لیا۔“

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ ان کی عبادت نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں لیکن وہ ان کے لیے حلال قرار دیتے، جس کو اللہ نے ان کے لیے حرام قرار دیا۔ وہ ان پر حرام قرار دیتے جو اللہ نے ان کے لیے حلال قرار دیا۔ یہی ان کی عبادت تھی۔

(۲۰۳۵۱) أَخْبَرَنَا أَبُو زَكَرِيَّا بْنُ أَبِی إِسْحَاقَ أَنْبَأَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ أَنْبَأَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنِ الأَعْمَشِ

(ح) وَأَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ الْفَقِيهُ أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحَسَنِ الْهِلاَلِیُّ حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ حَدَّثَنَا



حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انھوں نے اپنی بہن اسماء سے (قِلَادَہ) ہار مستعار لیا تھا

بَكْرٍ . [انظر: ٤٧٥٣، ٤٧٥٤]

٣٧٧٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ: لَمَّا بَعَثَ عَلِيٌّ عَمَّارًا وَالْحَسَنَ إِلَى الْكُوفَةِ لِيَسْتَنْفِرَهُمْ خَطَبَ عَمَّارٌ فَقَالَ: إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّهَا زَوْجَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَلٰكِنَّ اللهَ ابْتَلَاكُمْ لِتَتَّبِعُوهُ أَوْ إِيَّاهَا. [انظر: ٧١٠٠، ٧١٠١]

[3772] حضرت ابو وائل سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو کوفہ روانہ کیا تاکہ لوگوں کو ان کی مدد پر آمادہ کریں اور انھیں اس مقصد کے لیے باہر نکالیں تو وہاں پہنچ کر حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا: ہمیں اس بات کا علم ہے کہ وہ (ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) دنیا وآخرت میں آپ ﷺ کی زوجۂ محترمہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ تمھارا امتحان لینا چاہتا ہے کہ تم اس (اللہ) کی پیروی کرتے ہو یا اس کے مقابلے میں تم ام المومنین کی پیروی کرتے ہو۔

٣٧٧٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: [أَنَّهَا] اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي طَلَبِهَا، فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلَاةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوءٍ، فَلَمَّا أَتَوْا رَسُولَ اللهِ ﷺ شَكَوْا ذٰلِكَ إِلَيْهِ فَنَزَلَتْ آيَةُ التَّيَمُّمِ، فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ: جَزَاكِ اللهُ خَيْرًا، فَوَاللهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا، وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ بَرَكَةً. [راجع: ٣٣٤]

[3773] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک ہار مستعار لیا جو راستے میں گم ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تلاش میں چند ایک صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا۔ اس دوران میں نماز کا وقت آ گیا تو انھوں نے وضو کے بغیر ہی نماز پڑھ لی، تاہم جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو اس امر کی شکایت کی، اس وقت آیت تیمم نازل ہوئی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جزائے خیر دے، آپ جب بھی کسی مصیبت میں مبتلا ہوئیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہاں سے نجات دی اور اس میں مسلمانوں کے لیے برکت کا سامان پیدا فرما دیا۔

احادیث: 1237—2559

کتاب الجنائز — کتاب العتق

صحیح بخاری (اُردو)

2

تالیف

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ

ترجمہ وفوائد

فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالستار الحماد حفظہ اللہ

فاضل مدینہ یونیورسٹی

علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے کوفیوں کے قول کے مطابق ہی رائے دی اور ان ہی کے قول کی تقلید کی

[٥٤٥] — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ النَّقَّاشُ، نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَحْيَى الْقَاضِي السَّرْخَسِيُّ، نا رَجَاءُ بْنُ مُرَجَّى الْحَافِظُ، قَالَ: اجْتَمَعْنَا فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ أَنَا وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَعَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ،

رجاء بن مرجاء الحافظ بیان کرتے ہیں کہ میں، احمد بن حنبل، علی بن مدینی اور یحییٰ بن معین رحمہم اللہ مسجد خیف میں جمع تھے اور یہ اصحاب شرم گاہ کو چھونے کے مسئلے پر مناظرہ کر رہے تھے۔ یحییٰ نے فرمایا: اس کو چھونے کے بعد وضوء کیا جائے گا

وَيَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، فَتَنَاظَرُوا فِي مَسِّ الذَّكَرِ، فَقَالَ يَحْيَى: يَتَوَضَّأُ مِنْهُ، وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ بِقَوْلِ الْكُوفِيِّينَ وَتَقَلَّدَ قَوْلَهُمْ، وَاحْتَجَّ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ بِحَدِيثِ بُسْرَةَ بِنْتِ صَفْوَانَ، وَاحْتَجَّ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ بِحَدِيثِ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، وَقَالَ لِيَحْيَى: كَيْفَ تَتَقَلَّدُ إِسْنَادَ بُسْرَةَ، وَمَرْوَانُ أَرْسَلَ شُرْطِيًّا حَتَّى رَدَّ جَوَابَهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ يَحْيَى: وَقَدْ أَكْثَرَ النَّاسُ فِي قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ وَلَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ، فَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: كِلَا الْأَمْرَيْنِ عَلَى مَا قُلْتُمَا، فَقَالَ يَحْيَى: مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ تَوَضَّأَ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ. فَقَالَ عَلِيٌّ: كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ يَقُولُ: لَا يَتَوَضَّأُ مِنْهُ وَإِنَّمَا هُوَ بَضْعَةٌ مِنْ جَسَدِكَ، فَقَالَ يَحْيَى: عَنْ مَنْ؟ قَالَ: سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ هُزَيْلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، وَإِذَا اجْتَمَعَ ابْنُ مَسْعُودٍ وَابْنُ عُمَرَ وَاخْتَلَفَا فَابْنُ مَسْعُودٍ أَوْلَى أَنْ يُتَّبَعَ، فَقَالَ لَهُ أَحْمَدُ: نَعَمْ وَلَكِنْ أَبُو قَيْسٍ لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو نُعَيْمٍ، ثنا مِسْعَرٌ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: مَا أُبَالِي مَسِسْتُهُ أَوْ أَنْفِي. فَقَالَ أَحْمَدُ: عَمَّارٌ وَابْنُ عُمَرَ اسْتَوَيَا فَمَنْ شَاءَ أَخَذَ بِهَذَا وَمَنْ شَاءَ أَخَذَ بِهَذَا.

اور علی بن مدینی نے کوفیوں کے قول کے مطابق ہی رائے دی اور ان ہی کے قول کی تقلید کی۔ یحییٰ بن معینؒ نے سیدہ بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا والی حدیث کو دلیل بنایا جبکہ علی بن مدینی نے قیس بن طلق کی روایت کردہ حدیث سے حجت پکڑی اور یحییٰ سے کہا: آپ بسرہ والی روایت کی کیسے تقلید کر سکتے ہیں جبکہ مروان نے ان کی طرف ایک سپاہی بھیجا تھا جو ان سے اس کا جواب لے کر آیا تھا۔ یحییٰ نے کہا: بہت سے لوگوں نے قیس بن طلق کی حدیث کے بارے میں رائے زنی کی ہے اور اس کی حدیث کو قابل حجت قرار نہیں دیا گیا تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: تم دونوں جو کہہ رہے ہو اپنی اپنی جگہ درست ہے۔ پھر یحییٰ نے کہا: مالک نے نافع کے واسطے سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایت کیا کہ انہوں نے شرم گاہ کو چھونے سے وضوء کیا تھا۔ پھر علی بن مدینی نے کہا: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اس سے وضوء نہیں کیا جائے گا، یہ تو تمہارے جسم کا ایک عضو ہے۔ تو یحییٰ نے پوچھا: یہ روایت کس سے مروی ہے؟ انہوں نے کہا: اسے سفیان نے ابوقیس سے، انہوں نے ہزیل سے اور انہوں نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور جب ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ ان کے موقف کو تسلیم کیا جائے۔ تو امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: جی ہاں، لیکن ابوقیس کو حدیث کے معاملے میں معتبر قرار نہیں دیا جاتا۔ تو انہوں نے کہا: مجھے ابونعیم نے بیان کیا کہ ہمیں مسعر نے عمیر بن سعید کے واسطے سے بیان کیا کہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ میں (دوران نماز) اپنی شرم گاہ یا اپنی ناک کو ہاتھ لگاؤں۔ پھر امام احمدؒ نے فرمایا: سیدنا عمار اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم برابر ہیں، سو جو چاہے اس کا موقف لے لے اور جو چاہے اس کے موقف پر عمل کر لے۔

سُنَن دارقطنی

١

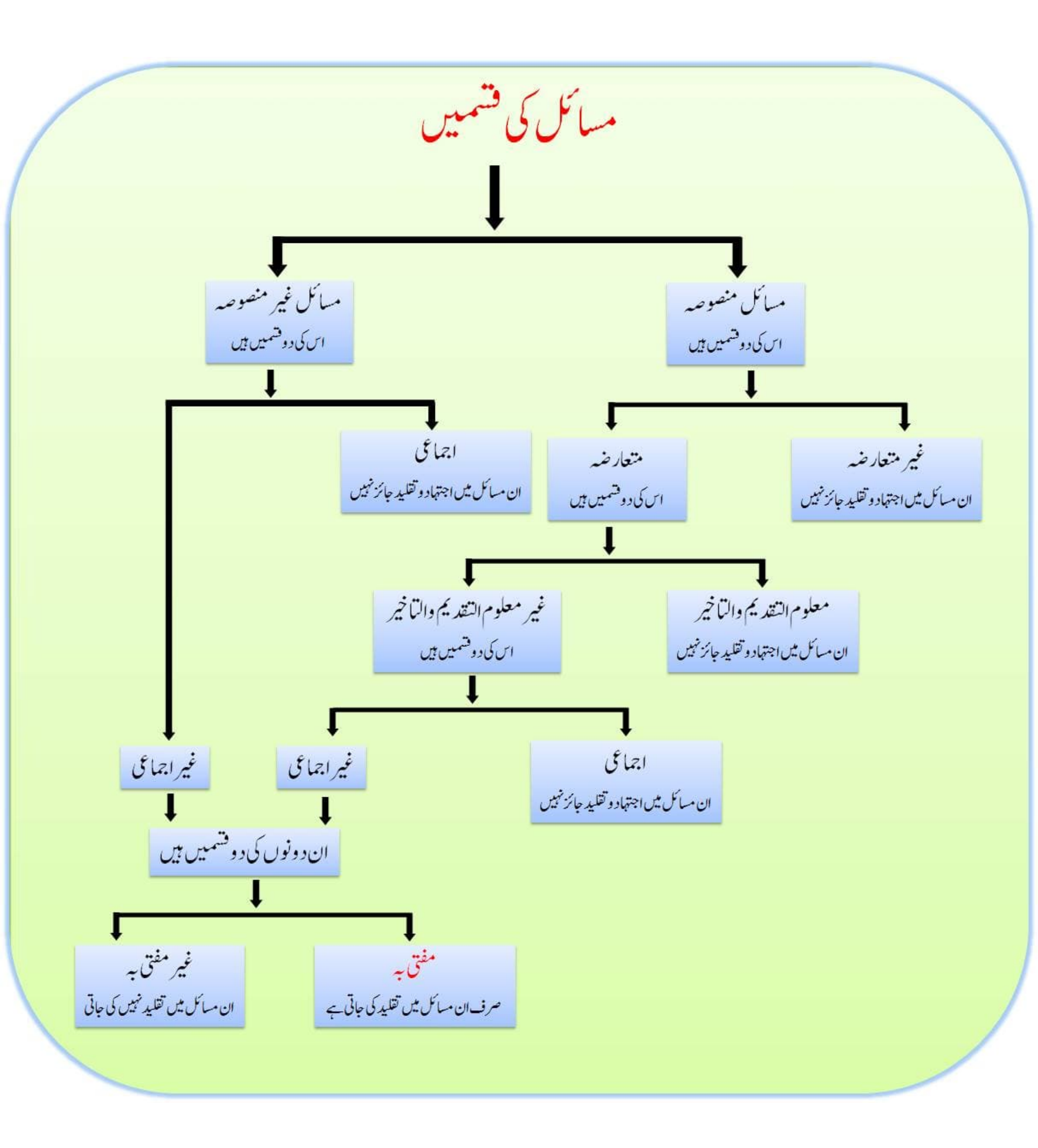
احادیث مبارکہ کا عظیم مجموعہ اردو خواں حضرات کے استفادے کے لیے

تخریج سے مزین سلیس و شگفتہ ترجمے کے ساتھ پہلی بار اردو کے پیرہن میں

تالیف امام ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی (م ٣٨٥ھ)

تخریج الشیخ شعیب الارنؤوط

ترجمہ حافظ فیض اللہ ناصر



مسائل کی قسمیں
مسائل منصوصہ
اس کی دو قسمیں ہیں
مسائل غیر منصوصہ
اس کی دو قسمیں ہیں
غیر متعارضہ
ان مسائل میں اجتہاد و تقلید جائز نہیں
متعارضہ
اس کی دو قسمیں ہیں
اجماعی
ان مسائل میں اجتہاد و تقلید جائز نہیں
معلوم التقدیم والتاخیر
ان مسائل میں اجتہاد و تقلید جائز نہیں
غیر معلوم التقدیم والتاخیر
اس کی دو قسمیں ہیں
اجماعی
ان مسائل میں اجتہاد و تقلید جائز نہیں
غیر اجماعی
غیر اجماعی
ان دونوں کی دو قسمیں ہیں
مفتی بہ
صرف ان مسائل میں تقلید کی جاتی ہے
غیر مفتی بہ
ان مسائل میں تقلید نہیں کی جاتی

غیر مقلدین کی عجیب منافقت: اگر ہم اعتماد کریں تو مشرک اگر وہ اعتماد کریں تو موحد

سکے گا؟ کیا حق کو قبول کرے گا؟ عمل کی توفیق پائے گا؟ ہرگز نہیں...... اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اگر تم نے میرے رسول اللہ ﷺ کی پکار(۱) کو نہ سنا' نہ مانا' نہ عمل کیا تو اس لاپرواہی' سستی' مخالفت' ضد اور اباء کی سزا میں تمہارے دل کے کواڑ بند کر دوں گا جو زندگی استجابت رسول ﷺ سے تمہیں ملنی تھی (نبوت کی نعمت کی ناشکری کے سبب) اس سے محروم کر دوں گا۔ مردہ دل ہو کر رہ جاؤ گے'' مر جاؤ گے۔''

مسلمان بھائیو! یقین جانو کہ حضور انور ﷺ کی آواز پر لبیک کہنے میں دل کی زندگی ہے اور انکار میں دل کی موت ہے۔ پھر جس نے حدیث مصطفیٰ کو اپنا مذہب بنا کر سنت کے آب حیات سے زندگی پائی' وہ شخص دراصل زندہ جاوید ہو گیا

دست از مس وجود جو مردان راہ بشوئے
تا کیمیائے عشق بیابی و زر شوی!

رسول اللہ ﷺ کی معیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ﴾ ...... (مشکوۃ شریف)(۲)

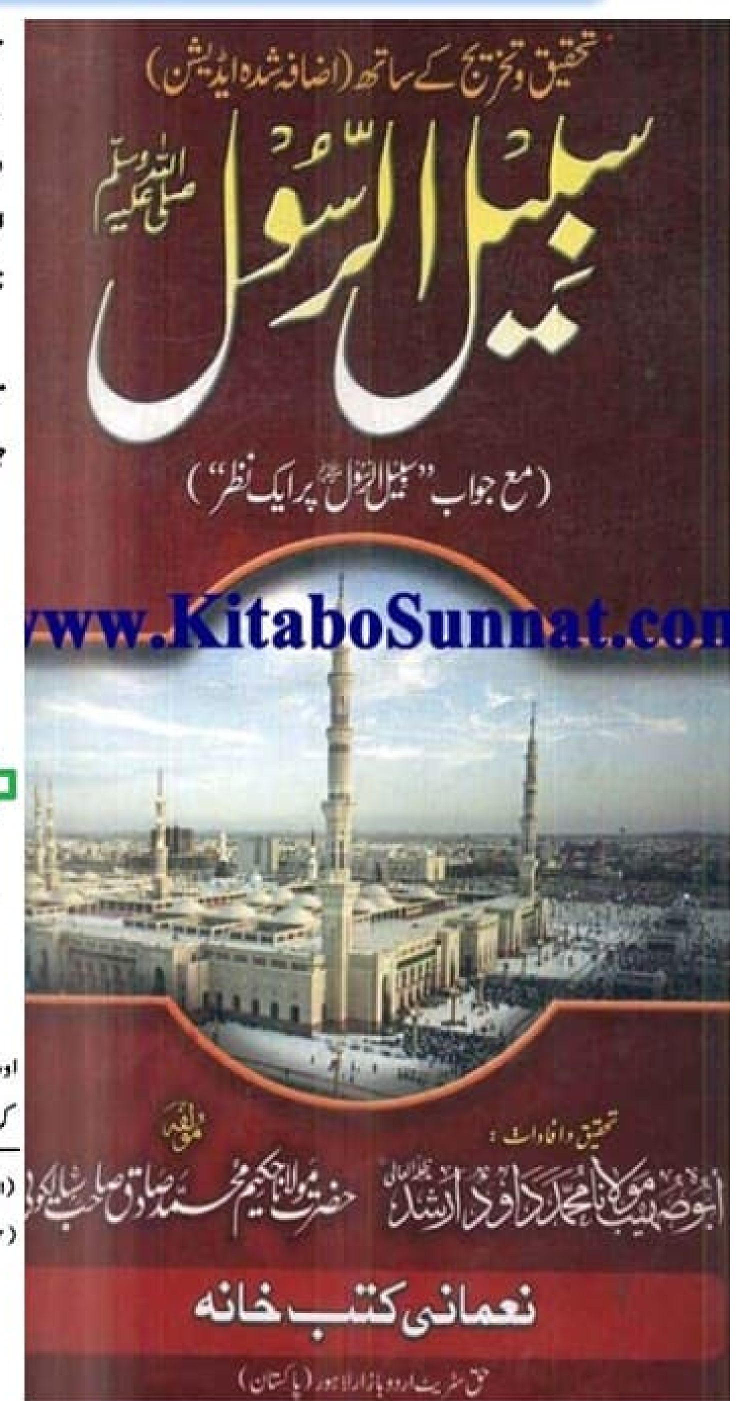
''جس نے دوست رکھا میری سنت کو' اس نے دوست رکھا مجھ کو' اور جس نے دوست رکھا مجھ کو' ہو گا میرے ساتھ بہشت میں۔''

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی سنت اور حدیث سے محبت کرنا' رحمت دو عالم ﷺ کی رفاقت اور معیت کا موجب' عمل بالحدیث بہشت کا باعث ہے۔ پھر آپ کو چاہئے کہ سنتوں۔۔۔ اور حدیثوں پر عمل کیا کریں کہ یہی راہ نجات ہے!

---

(۱) حضور ﷺ کے زندگی بھر کے قول و فعل حضور ﷺ کی پکار ہے۔ (محمد صادق)

(۲) ترمذی کتاب العلم (۳۹) باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ و اجتناب البدعۃ (۱۶) الحدیث ۲۶۷۸ عن انس رضی اللہ عنہ' سند میں علی بن زید ابن جدعان راوی ضعیف ہے' تقریب' علامہ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے' ضعیف ترمذی ص ۳۱۸' واضح رہے کہ مؤلف مرحوم نے (مشکوۃ رقم الحدیث ۱۷۵) پر اعتماد کی وجہ سے لفظ 'من احب' نقل کیے ہیں حالانکہ ترمذی میں 'من احیاء' کے الفاظ ہیں۔



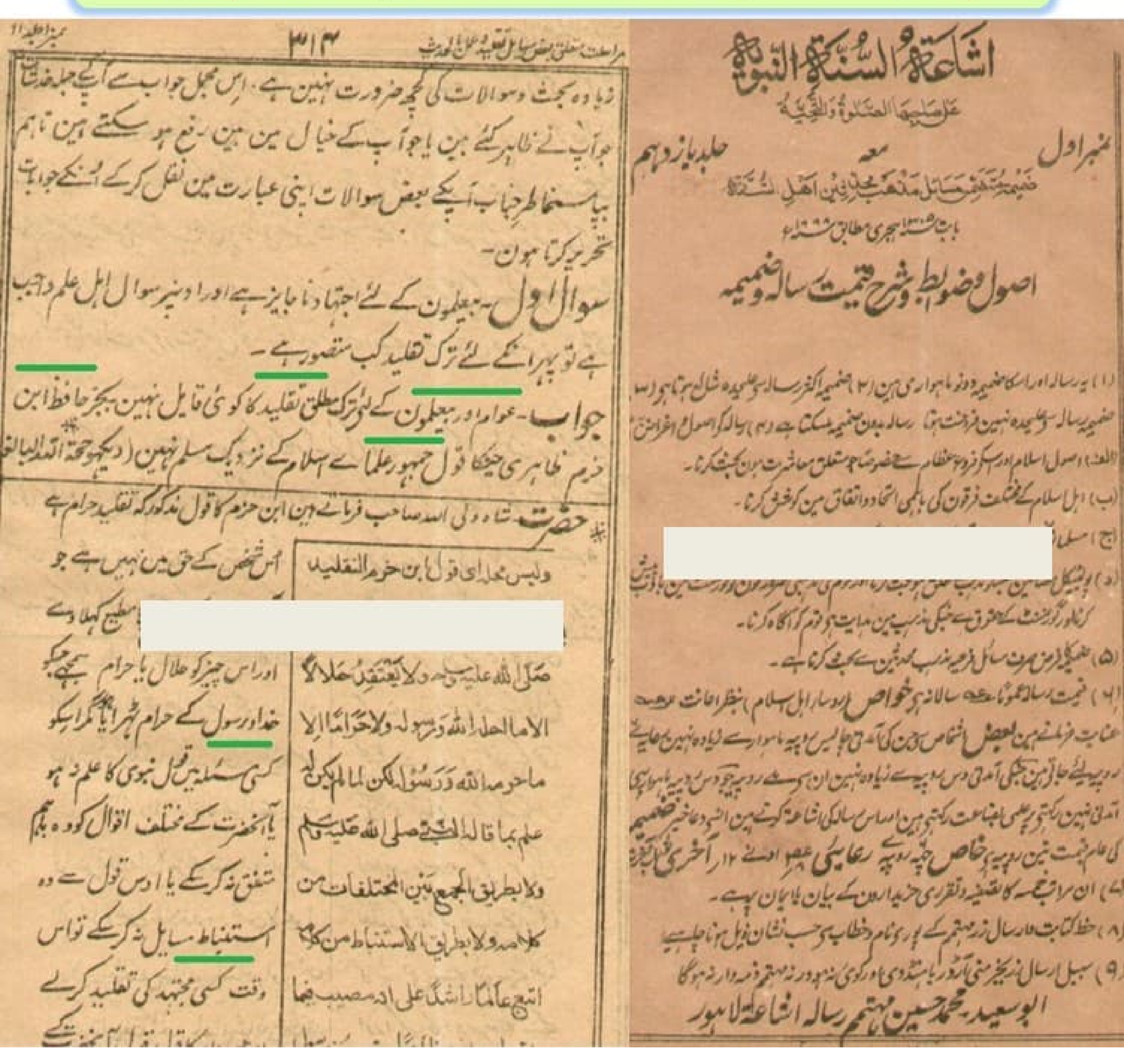
غیر مقلدین کی عجیب منافقت: اگر ہم امتیوں کے اقوال لیں تو مشرک اگر وہ اقوال لیں تو موحد

ذیل میں ہم نماز پنج گانہ کی دو (فجر)، تین (مغرب) اور چار (ظہر، عصر اور عشا کی) رکعتیں ادا کرنے کی مسنون کیفیت وطریقہ پیش کر رہے ہیں، جو صحیح اور کم از کم حسن درجے کی احادیثِ رسول ﷺ، آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور اقوال تابعین و ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کی روشنی میں بیان ہوگا۔ إن شآء اللّٰہ.

قدیم بلا تحقیق، (ص: ۴۷ تا ۵۶ طبع جدید محقق) میں اس موضوع کو بڑے خوب صورت انداز سے بیان فرمایا ہے۔



عوام اور بے علموں کے لیے ترک تقلید کا کوئی قائل نہیں بجز حافظ ابن حزم ظاہری کے



اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر اول — جلد یازدہم

اصول وضوابط وشرح قیمت رسالہ وضمیمہ

(ب) اہل اسلام کے مختلف فرقوں کی باہمی اتحاد واتفاق میں کوشش کرنا۔

(۸) خط وکتابت مالک رسالہ ومہتم کے پورے نام وخطاب سے حسب نشان ذیل ہونا چاہیے

ابوسعید محمد حسین مہتم رسالہ اشاعۃ السنہ لاہور

۳۱۴

زیادہ بحث وسوالات کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اس مجمل جواب سے آپکے جملہ شبہات جو آپ نے ظاہر کئے ہیں یا جو آپ کے خیال میں ہیں۔ رفع ہو سکتے ہیں تاہم بپاس خاطر جناب آپکے بعض سوالات اپنی عبارت میں نقل کرکے اُنکے جواب تحریر کرتا ہوں۔

سوال اول۔ بے علموں کے لئے اجتہاد کا جایز ہے اور اوپر سوال اہل علم واجب ہے تو پھر انکے لئے ترک تقلید کب متصور ہے۔

جواب۔ عوام اور بے علموں کے لئے ترک مطلق تقلید کا کوئی قایل نہیں بجز حافظ ابن حزم ظاہری جنکا قول جمہور علماے اسلام کے نزدیک مسلم نہیں (دیکھو حجۃ اللہ البالغہ)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں ابن حزم کا قول مذکور کہ تقلید حرام ہے

ولیس محل ای قول ابن حزم التقلید	اس شخص کے حق میں نہیں ہے جو
...	... مطیع کہلاوے
صلی اللہ علیہ وسلم ولا یعتقد حلالا	اور اس چیز کو حلال یا حرام سمجھے جسکو
الا ما احل اللہ ورسولہ ولا حراما الا	خدا ورسول کے حرام ٹھہرایا مگر اسکو
ما حرم اللہ ورسولہ لکن لما لم یکن لہ	کسی مسئلہ میں قول نبوی کا علم نہ ہو
علم بما قالہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم	یا آنحضرت کے مختلف اقوال کو وہ باہم
ولا بطریق الجمع بین المختلفات من	تطبیق نہ کر سکے یا اس قول سے وہ
کلامہ ولا بطریق الاستنباط من کلامہ	استنباط مسایل نہ کر سکے تو اس
اتبع عالما راشدا علی انہ مصیب فیما	وقت کسی مجتہد کی تقلید کرے

عامی کے لیے مفتی کی تقلید جائز ہے

الرَّازِيُّ: أخبرنا عِيسَى عن الأَوْزَاعِيِّ، عن عَبْدِ الله بنِ سَعْدٍ، عن الصُّنَابِحِيِّ، عن مُعَاوِيَةَ؛ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عن الْغَلُوطَاتِ.

ﷺ نے مغالطوں سے منع فرمایا ہے۔

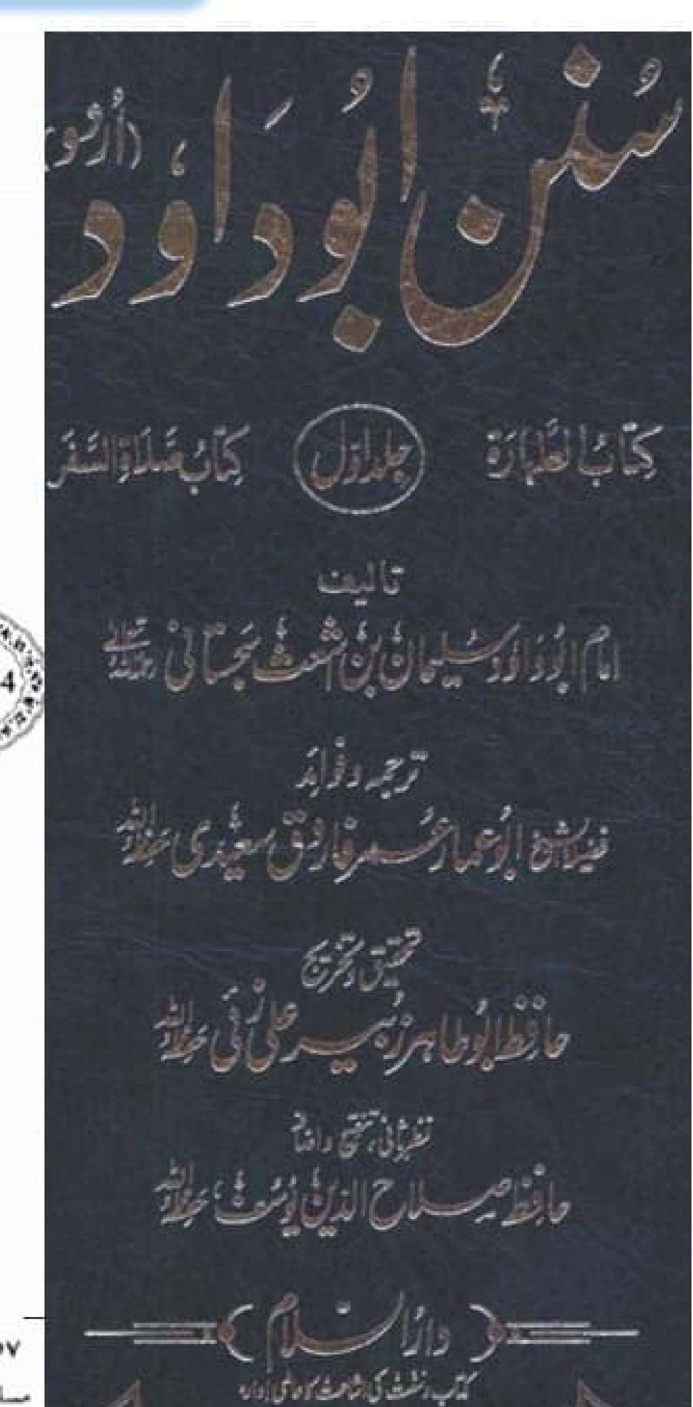
فائدہ: یہ کسی طرح درست نہیں کہ رمز اور پہیلی کے انداز میں مسئلہ پوچھا جائے یا کوئی مفتی مبہم اور مخفی انداز سے جواب دے۔

٣٦٥٧- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِيءُ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ يَعْنِي ابنَ أَبِي أَيُّوبَ، عن بَكْرِ بنِ عَمْرٍو، عن مُسْلِمِ بنِ يَسَارٍ أَبِي عُثْمَانَ، عن أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «مَنْ أُفْتِيَ» ح: وحدثنا سُلَيْمَانُ بنُ دَاوُدَ: أَخْبَرَنَا ابنُ وَهْبٍ: حدَّثني يَحْيَى بنُ أَيُّوبَ عن بَكْرِ بنِ عَمْرٍو، عن عَمْرِو بنِ أَبِي نُعَيْمَةَ، عن أَبِي عُثْمَانَ الطُّنْبُذِيِّ، رَضِيعِ عَبْدِ الْمَلِكِ بنِ مَرْوَانَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ» زَادَ سُلَيْمَانُ الْمَهْرِيُّ فِي حَدِيثِهِ: «وَمَنْ أَشَارَ عَلَى أَخِيهِ بِأَمْرٍ يَعْلَمُ أَنَّ الرُّشْدَ فِي غَيْرِهِ فَقَدْ خَانَهُ» وَهٰذَا لَفْظُ سُلَيْمَانَ.

٣٦٥٧- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جسے کسی مفتی نے علم کے بغیر فتویٰ دیا تو عمل کرنے والے کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔“ سلیمان مہری کی روایت میں مزید ہے: ”جس نے اپنے بھائی کو کوئی ایسا مشورہ دیا جبکہ اسے علم تھا کہ بھلائی اس کے خلاف میں ہے تو اس نے اس کی خیانت کی۔“ یہ لفظ سلیمان کے ہیں۔

فائدہ: جب عام معاملات میں بھلائی کے خلاف مشورہ دینا خیانت ہے تو دینی اور شرعی مسائل میں غلط فتویٰ دینا یا راجح کی بجائے مرجوح بات بتانا تو بہت بڑی خیانت ہے۔

٣٦٥٧ـ تخريج: [إسناده حسن] أخرجه ابن ماجه، المقدمة، باب اجتناب الرأي والقياس، ح: ٥٣ من حديث مسلم بن يسار به، وصححه الحاكم على شرط الشيخين: ١/١٢٦، ووافقه الذهبي.



امام غزالی فرماتے ہیں کہ عامی کو فتوی طلب کرنا واجب ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ وہ عوام کو فتوی بتاتے تھے مگر اجتہاد کا حکم نہیں دیتے تھے

المستصفى
من علم الأصول

تصنيف
الإمام أبو حامد محمد بن محمد الغزالي
(٤٥٠ - ٥٠٥ هـ)

الجزء الرابع
« الإجتهاد »

دراسة وتحقيق
الدكتور حمزة بن زهير حافظ

الجامعة الإسلامية - كلية الشريعة
المدينة المنورة

العامي يجب عليه الاستفتاء واتباع العلماء.

وقال قوم من القدرية: يلزمهم النظر في الدليل واتباع الإمام المعصوم(١).

وهذا باطل بمسلكين:

أحدهما: إجماع الصحابة، فإنهم كانوا يفتون العوام، ولا يأمرونهم بنيل درجة الاجتهاد، وذلك معلوم على الضرورة والتواتر من علمائهم وعوامهم.

فإن قال قائل - من الإمامية -: كان الواجب عليهم اتباع علي - كرم الله وجهه - لعصمته، وكان علي لا ينكر عليهم تَقِيَّة وخوفاً من الفتنة.

قلنا: هذا كلام جاهل، يسد على نفسه باب الاعتماد على قول علي وغيره من الأئمة في حال ولايته إلى آخر عمره، لأنه لم يزل في اضطراب من أمره، فلعل جميع ما قاله خالف فيه الحق خوفاً وتقية.

المسلك الثاني: أن الإجماع منعقد على أن العامي مكلف بالأحكام، وتكليفه طلب رتبة الاجتهاد محال، لأنه يؤدي إلى أن ينقطع الحرث والنسل، وتتعطل الحرف والصنائع، ويؤدي إلى

١- نقل أبو الحسين البصري في المعتمد ٩٣٤/٢ ذلك عن بعض معتزلة بغداد. وهو ما تقدم من رأي التعليمية الباطنية.

عام شخص کا کوئی موقف نہیں ہے بلکہ اپنے مفتی کا موقف ہی اس کا موقف ہے، فقیہ کتاب وسنت کا عالم ہے

(سوال) عام آدمی کیا کرے کہ جب حدیث اس کے نزدیک صحیح ہو لیکن اس حدیث کا دوسری صحیح کے ساتھ تعارض کا شبہ پایا جائے؟ [فتاویٰ الامارات: ۹۵]

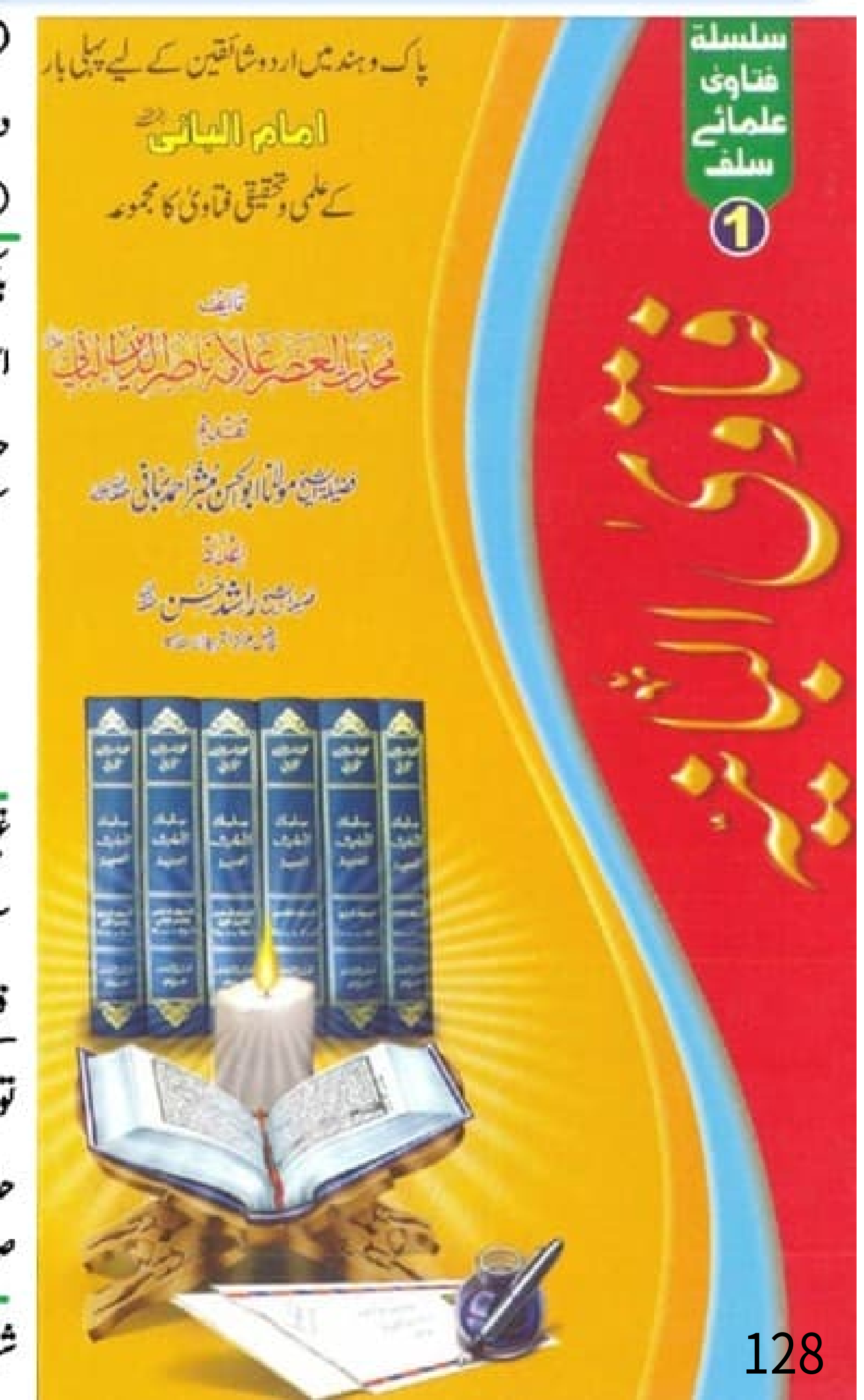
(جواب) جس طرح کہ عام فقہاء کا موقف ہے کہ ''عام شخص کا کوئی موقف نہیں ہے۔ بلکہ اپنے مفتی کا موقف ہی اس کا مؤقف ہے۔'' عام آدمی حدیث نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی اس کی وضاحت کر سکتا۔ حدیث سمجھنے کے لیے اتنا ہی علم کی ضرورت ہے کہ جتنا متن حدیث کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔ حدیث سمجھنے کا دروازہ ہم عام آدمی کے لیے نہیں کھول سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاسْئَلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [النحل: ۴۳]

''اہل علم سے سوال کرو کہ اگر تمہیں معلوم نہیں ہے۔''

تو اس آیت نے عالم اسلام کی دو قسمیں بنادی۔ ایک عالم دین اور دوسرے غیر عالم اور جن کو دین کی تعلیمات حاصل نہیں ہیں ان پر واجب ہے کہ وہ علماء سے سوال کریں۔ جس طرح اس عام شخص نے عالم کے ذریعہ سے صحت حدیث معلوم کر لی

تو اسی طرح اس پر یہ بھی لازم ہے کہ فقیہ کے ذریعہ سے اس حدیث کی فقاہت بھی حاصل کرے اور وہ فقیہ کتاب وسنت کا عالم ہے۔ جب اس عام آدمی نے حدیث کی صحت وفقہ کے بارے میں تعلیمات حاصل کر لیں لیکن کسی اور حدیث کی وجہ سے اس کو شبہ پڑ رہا ہے۔ تو ایسے شبہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ جب اس عامی نے حدیث کی صحت



عامی جو شرعی احکام کے دلائل نہیں جانتا اس کے لیے تقلید جائز ہے جو اجتہاد کا اہل نہیں ہے اس کے لیے تقلید فرض ہے

باب القَوْلِ فيمن يسوغُ لَهُ التَّقْلِيد
ومن لا يسوغ

أمّا مَنْ يَسُوغُ لَهُ التَّقْلِيدُ فهو العَامِيّ : الذي لا يعرفُ طُرُقَ الأحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ ، فيجوزُ لَهُ أنْ يُقَلِّدَ عالمًا ، و يعملَ بقَوْلِهِ ، قال الله تعالى : ﴿فاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إن كُنتُمْ لا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل: ٤٣] .

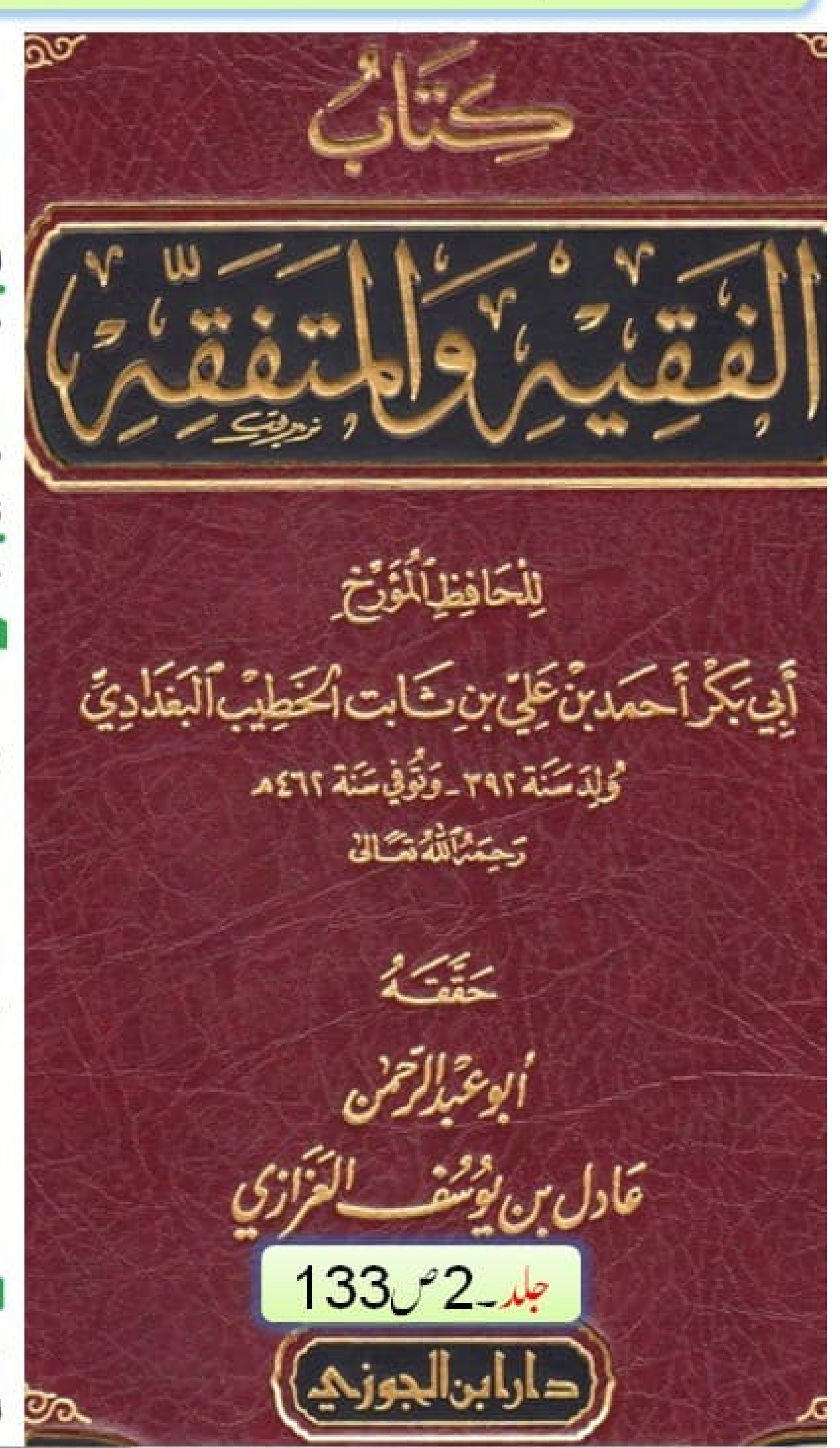
٧٥٨ ـ أخبرني أبو القاسم الأزهري ، نا أبو العباس : محمد بن مُكرم ـ إملاءً ـ ، نا أبو بكر بن مجاهد المقرئ ، نا عبد الله بن أيوب ، نا أبو بدر ، قال : سمعتُ عمرو بن قيسٍ ، يقولُ في قَوْلِ الله تعالى : ﴿فاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إن كُنتُمْ لا تَعْلَمُونَ﴾ ، قال : «أَهْلُ العِلْم» .

٧٥٩ ـ أنا أبو سعيد : محمد بن موسى الصيرفي ، نا أبو العباس: محمد بن يعقوب الأصم ، نا الربيع بن سليمان ، نا أيوب بن سُويد ، نا الأَوْزَاعي ، عن عطاء ، عن ابن عباسٍ : أنَّ رَجلاً أصَابَهُ جُرْحٌ في عَهْدِ رَسُولِ الله ﷺ ـ يعني : فَاحْتَلَمَ ـ فَأُمِرَ بالاغْتِسَالِ ، فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ، فَبَلَغَ ذلكَ النبي ﷺ ، فقالَ :

«قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللهُ ، إنْ شِفَاءَ العِيِّ السُّؤَالُ» .

قال عطاءٌ : فَبَلَغَنَا أنَّ النبي ﷺ سُئِلَ بَعْدَ ذلكَ ، فقال :
١٣٣
«لَوْ غَسَلَ جَسَدَهُ ، وتَرَكَ رَأْسَهُ / حَيْثُ أَصَابَهُ ـ يعني : الجُرْحَ ـ»(١) .

ولأنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الاجْتِهَادِ فكان فَرْضَهُ التَّقْلِيدُ ، كَتَقْلِيدِ الأَعْمَى في القِبْلَةِ ، فَإِنَّهُ لمَّا لَمْ(٢) يكنْ مَعَهُ آلَةُ الاجْتِهَادِ في القِبْلَةِ ، كانَ عَلَيْهِ تَقْلِيدُ البَصِيرِ فيها .



امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ احکام میں **عوام پر** مجتہدین کی **تقلید واجب** ہے

شرح تنقيح الفصول في اختصار المحصول في الأصول

تأليف

الإمام شهاب الدين أبو العباس أحمد بن إدريس القرافي

المتوفى ٦٨٤هـ

طبعة جديدة منقحة مصححة

باعتناء

مكتب البحوث والدراسات

في

دار الفكر

للطباعة والنشر والتوزيع

فلذلك قال الآخر: ترتيب معلومين فقيل له: إن النظر قد لا يتحصل منه إلا الحد الناقص وهو ذكر الفصل وحده أو الرسم الناقص وهو الخاصة وحدها ومع الوحدة لا ترتيب فقيد الترتيب لا يسوغ أصلاً لتوقفه على التعدد، فلذلك لم يصح إلا الثلاثة: **الأول**: لعدم اشتراط الترتيب فيها والتعدد، مثال المقدمة السالبة والموجبة: كل إنسان حيوان ولا شيء من الحيوان بجماد فلا شيء من الإنسان بجماد. ومثال الجزئية والكلية: بعض الحيوان إنسان وكل إنسان ناطق فبعض الحيوان ناطق. ومثال المظنونة والقطعية: في البيت عصفور عملاً بإخبار زيد وهذه ظنية، وكل عصفور حيوان، وهذه قطعية، ففي الدار حيوان ظناً لا قطعاً. والضابط في الإنتاج أبداً أنك تحذف المكرر وتحكم بالثاني على الأول كما تقدم في المثل السابقة، والسبب في كون النتيجة تتبع أخس المقدمات أن تلك المقدمة القوية متوقفة على تلك الخسيسة ولا تستقل بنفسها فلذلك صارت مع قوتها كالضعيفة.

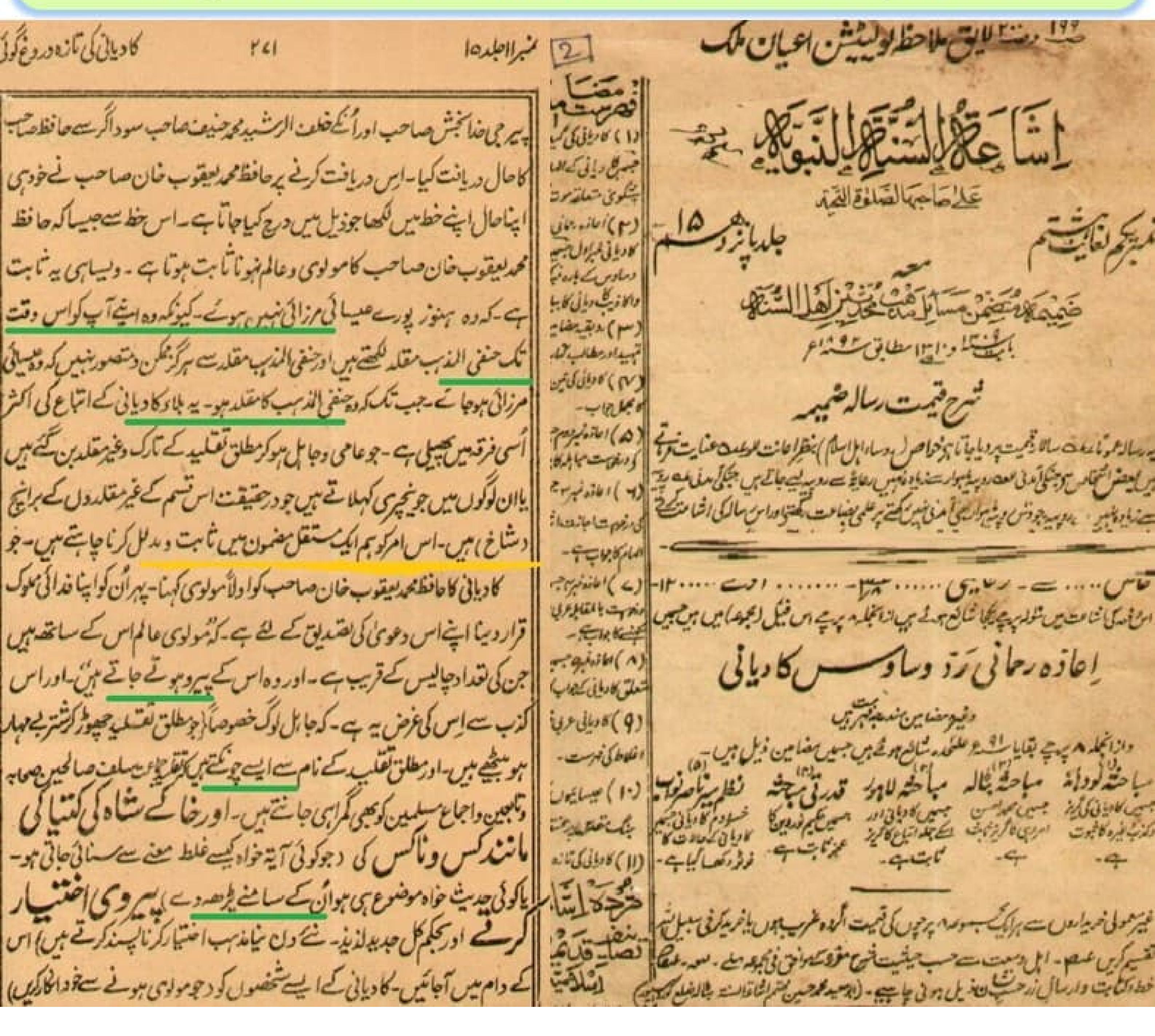
الفصل الثاني
في حكمه

مذهب مالك وجمهور العلماء رضي الله عنهم وجوبه وإبطال التقليد لقوله تعالى: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ [محمد: ١٩].

وقد استثنى مالك رحمه الله من ذلك أربع عشرة صورة لأجل الضرورة. الأولى: **قال ابن القصار قال مالك: يجب على العوام تقليد المجتهدين في الأحكام كما يجب على المجتهدين الاجتهاد في أعيان الأدلة وهو قول جمهور العلماء خلافاً لمعتزلة بغداد، وقال الجبائي: يجوز في مسائل الاجتهاد فقط.**

قال إمام الحرمين في الشامل: لم يقل بالتقليد في الأصول إلا الحنابلة، وقال الأستاذ أبو إسحق: من اعتقد ما يجب عليه من عقيدة دينه بغير دليل لا يستحق بذلك اسم الإيمان ولا دخول الجنة والخلوص من الخلود في النيران ولم يخالف في ذلك إلا أهل الظاهر. حجة الجمهور قوله تعالى: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ [محمد: ١٩] أمر بالعلم دون التقليد وقوله

حنفی مقلد کبھی مرزائی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ حنفی مذہب کا مقلد ہے اور جاہل لوگ خصوصاً (جو مطلق تقلید کو چھوڑ کر شتر بے مہار ہو بیٹھے ہیں) اور خاکے شاہ کی کتیا کی مانند کس و ناکس کی پیروی اختیار کرتے



لایق ملاحظہ گورنمنٹ و اعیان ملک

اشاعۃ السنۃ النبویہ

علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ

نمبر یکم لغایت ہشتم — جلد پانزدہم ۱۵

ضمیمہ

شرح قیمت رسالہ ضمیمہ

اعادہ رحمانی رد وساوس کادیانی

نمبر ۱ جلد ۱۵ — ۲۷۱ — کادیانی کی تازہ دروغگوئی

پیر جی خدا بخش صاحب اور اُنکے خلف الرشید محمد حنیف صاحب سوداگر سے حافظ صاحب کا حال دریافت کیا۔ اس دریافت کرنے پر حافظ محمد یعقوب خان صاحب نے خود ہی اپنا حال اپنے خط میں لکھا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس خط سے جیسا کہ حافظ محمد یعقوب خان صاحب کا مولوی و عالم نہونا ثابت ہوتا ہے۔ ویسا ہی یہ ثابت ہے۔ کہ وہ ہنوز پورے عیسائی مرزائی نہیں ہوئے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس وقت تک حنفی المذہب مقلد لکھتے ہیں اور حنفی المذہب مقلد سے ہرگز ممکن و متصور نہیں کہ وہ عیسائی مرزائی ہو جائے۔ جب تک کہ وہ حنفی المذہب کا مقلد ہو۔ یہ بلا (کادیانی کے اتباع کی اکثر اُسی فرقہ میں پھیلی ہے۔ جو عامی و جاہل ہو کر مطلق تقلید کے تارک و غیر مقلد بن گئے ہیں یا ان لوگوں میں جو نیچری کہلاتے ہیں جو در حقیقت اس قسم کے غیر مقلدوں کے برانچ (شاخ) ہیں۔ اس امر کو ہم ایک مستقل مضمون میں ثابت و مدلل کرنا چاہتے ہیں۔ جو کادیانی کا حافظ محمد یعقوب خان صاحب کو اولاً مولوی کہنا۔ پھر اُن کو اپنا فدائی مملوک قرار دینا اپنے اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے ہے۔ کہ "مولوی عالم اس کے ساتھ ہیں جن کی تعداد چالیس کے قریب ہے۔ اور وہ اس کے پیرو ہوتے جاتے ہیں" اور اس کذب سے اس کی غرض یہ ہے۔ کہ جاہل لوگ خصوصاً (جو مطلق تقلید چھوڑ کر شتر بے مہار ہو بیٹھے ہیں۔ اور مطلق تقلید کے نام سے ایسے چونکتے ہیں کہ تقلید ائمہ سلف صالحین صحابہ و تابعین و اجماع مسلمین کو بھی گمراہی جانتے ہیں۔ اور خاکے شاہ کی کتیا کی مانند کس و ناکس کی (جو کوئی آیۃ خواہ کیسے غلط معنے سے سنائی جاتی ہو۔ یا کوئی حدیث خواہ موضوع ہی ہو اُن کے سامنے پڑھ دے) پیروی اختیار کرنے اور بحکم کل جدید لذیذ۔ نئے دن نیا مذہب اختیار کرنا پسند کرتے ہیں) اس کے دام میں آجائیں۔ کادیانی کے ایسے شخصوں کو (جو مولوی ہونے سے خود انکار کریں)

مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی پیروی کرنا جائز ہے

وہ طلبہ کو یہ فتویٰ دے یا ضروری ہے کہ جواب کو صاحب فتویٰ کی طرف منسوب کیا جائے؟

جواب جب کسی ایسے شخص سے سوال کیا جائے جس کے پاس فتویٰ دینے کی اہلیت نہ ہو اور اسے معتبر علماء کا فتویٰ یاد ہو تو اس فتویٰ کے بتانے میں کوئی حرج نہیں لیکن جواب کو اپنی طرف منسوب نہ کرے بلکہ یہ کہے کہ میں نے فلاں شخص کو اس کا یہ فتویٰ دیتے ہوئے سنا ہے جب کہ اسے وہ فتویٰ بغیر شک و شبہ کے یاد ہو۔ (واللہ ولی التوفیق)

—— شیخ ابن باز ——

شرعی علم کا حاصل کرنا

سوال اگر کوئی شخص ایسے علوم کی تحصیل میں مصروفیت کے باعث' جن کا شرعی علم سے کوئی تعلق نہیں ہے یا کسی اور کام میں مصروفیت کے سبب' شرعی علم حاصل نہ کر سکے تو کیا اس کا عذر قابل قبول ہو گا؟

جواب شرعی علم کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے' اگر کچھ ایسے لوگ علم حاصل کر رہے ہوں جو معاشرہ کی ضرورت کے لئے کافی ہوں تو پھر باقی لوگوں کے لئے اسے حاصل کرنا سنت ہو گا۔ کبھی شرعی علم کا حاصل کرنا انسان کے لئے واجب یعنی فرض عین بھی ہوتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے سلسلہ میں انسان کے لئے یہ سیکھنا واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کس طرح کرے۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مشغول ہے اور وہ شرعی علم حاصل نہیں کر سکتا تو وہ معذور ہے بشرطیکہ اس قدر علم ضرور حاصل کر لے جس سے وہ اپنے رب کی عبادت کر سکے۔ بہرحال مقدور بھر شرعی علم ضرور حاصل کرنا چاہیے۔

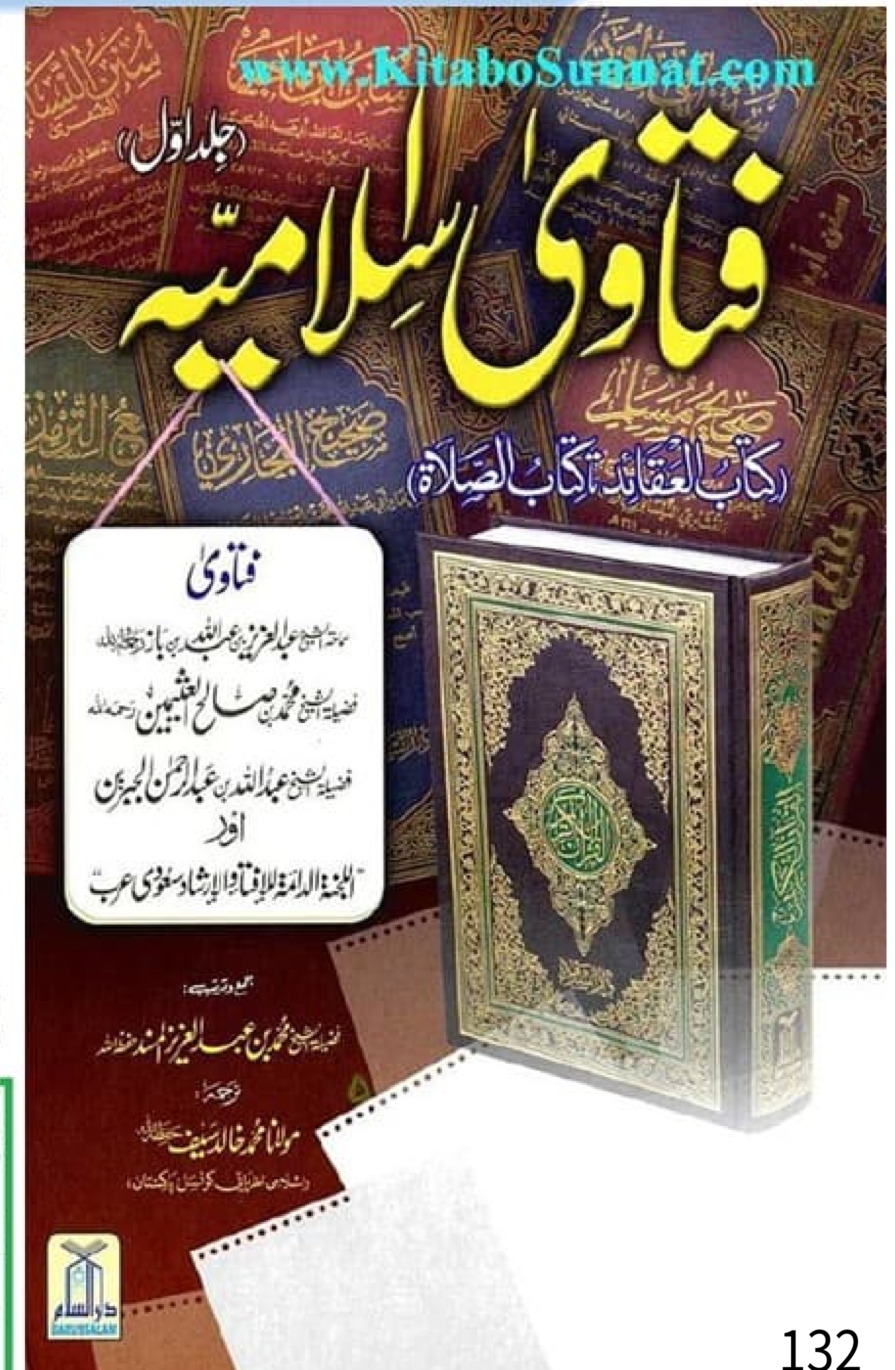
—— شیخ ابن عثیمین ——

مذاہب اربعہ

سوال میری اب تک مذاہب اربعہ میں سے کسی سے وابستگی نہیں ہے۔ کیا میرے لئے یہ جائز ہے کہ میں ان میں سے کسی ایک مذہب کو اپنے لئے پسند کر لوں؟

جواب ائمہ اربعہ کے مذاہب اصول یعنی عقیدہ میں متفق ہیں ہاں البتہ فقہی مسائل کے فروع سے متعلق ان کے اجتہادات مختلف ہیں اور یہ اختلاف فہم' مصالح اور اطلاع میں اختلاف کے سبب ہے اور اس کے باوجود وہ اجتہاد کی وجہ سے اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔ جس کا اجتہاد درست ہو اسے دو اجر ملتے ہیں اور جس کا اجتہاد درست نہ ہو اسے بھی ایک اجر ضرور ملتا ہے اور حسن ارادہ کی وجہ سے اس کی غلطی معاف ہوتی ہے۔ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی پیروی جائز ہے جب تک کہ اس کی غلطی ظاہر نہ ہو' اسی طرح ہر مذہب کے راجح قول کے مطابق عمل کرنا بھی جائز ہے۔

—— شیخ ابن جبرین ——



غیر مقلدین کے امام اعظم علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں کہ تقلید کے حرمت کی دلیل مجھے معلوم نہیں

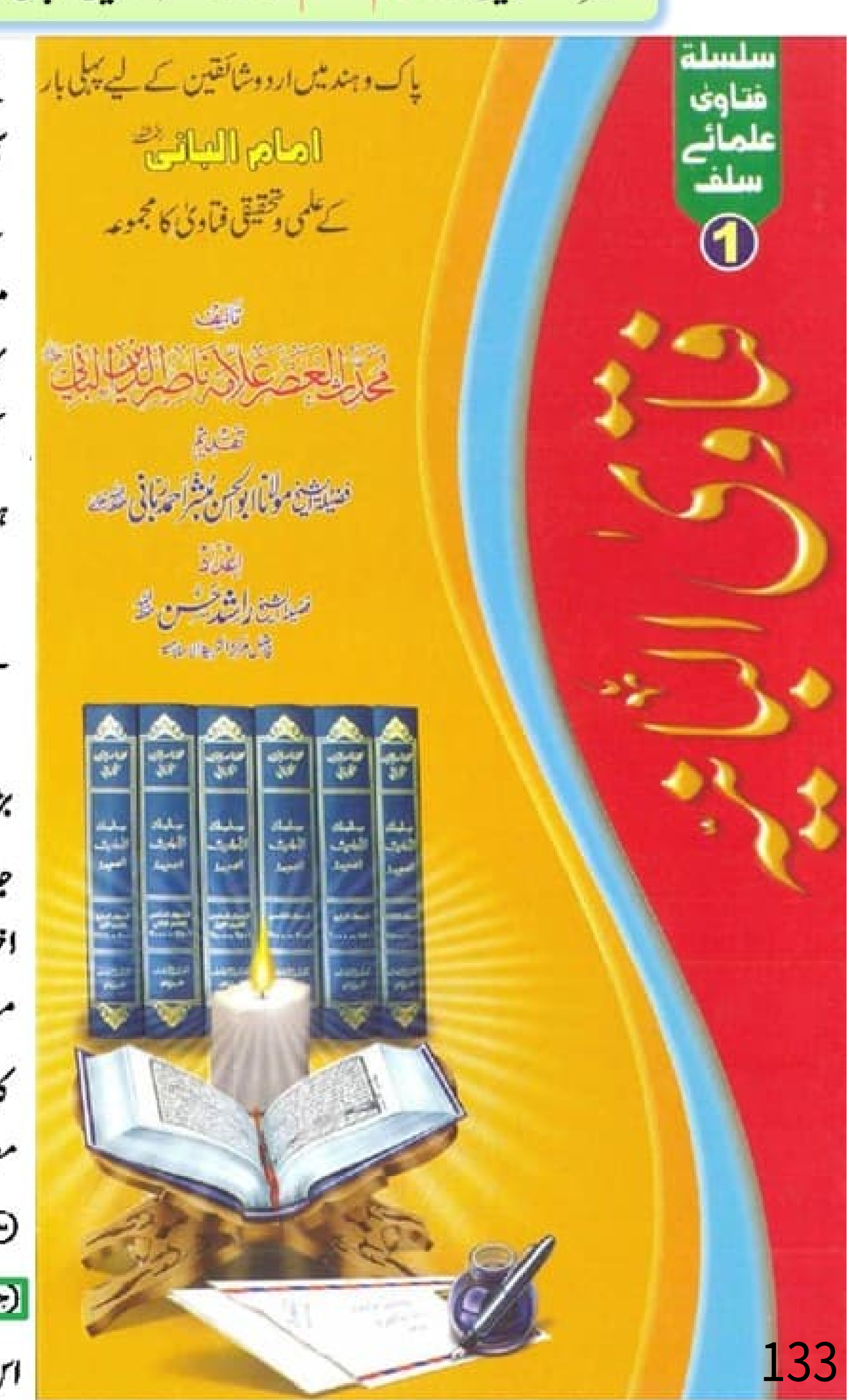
آپ ﷺ سواری سے گر گئے تھے تو آپ ﷺ کے بازو یا کلائی میں چوٹ لگنے کی وجہ سے کھڑے ہو کر نہیں پڑھا سکتے تھے۔ تو جب بیٹھ کر پڑھائی لوگ اپنی عادت کے مطابق آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے تو آپ ﷺ نے اشارے سے ان کو بیٹھنے کا کہا۔ جب سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: قریب تھا کہ تم بھی وہی کام کرتے کہ جو فارس والے کرتے ہیں کہ وہ اپنے بادشاہوں کے سروں کے پاس کھڑے ہو جاتے ہیں، بلکہ امام تو اس لیے بنایا گیا تا کہ تم اس کی اقتدا کرو۔

حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں شرعی علت ہے۔ مقتدیوں کے نماز میں بیٹھنے کا امام کے پیچھے نماز کا۔

اس کے باوجود کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نماز میں کھڑے ہونے اور اہل فارس کا اپنے بڑوں کے لیے ہونا اس میں بہت بڑا فرق ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس طرح کی بن جانے والی اتفاقی صورت کو بھی نبی علیہ السلام نے پسند نہیں فرمایا کہ کہیں ہم کفار کی مشابہت اختیار نہ کریں۔ شیخ الاسلام حضرت ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حکم کی یہ ایک مضبوط علت ہے۔ منسوخ ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور جو حکم اتنا محکم ہو اس کا اتنی جلدی نبی علیہ السلام کے کسی فعل کی وجہ سے منسوخ ہونا درست نہیں۔ خصوصاً جب یہ بھی معلوم نہیں کہ یہاں آپ ﷺ کا جو ہے یہ قولی حدیث کے بعد کا ہے یا پہلے کا۔

(سوال) تقلید کے حرمت کی دلیل کیا ہے؟ [فتاوی المدينه : ٣٤]

(جواب) تقلید کے حرمت کی دلیل مجھے معلوم نہیں ہے۔ بلکہ جس کے پاس علم نہیں ہے اس کا تقلید کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ ①



تقلید کی تعریف اور تقلید کی تقسیم۔ تقلید مطلق یہ ہے کہ بغیر تعیین کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کیا جائے جو اہل حدیث کا مذہب ہے

تقلید کی جامع مانع تعریف یہ ہے کہ۔ التقلید اخذ قول من غیر معرفة دلیله (متن جمع الجوامع للسبکی) یعنی کسی غیر نبی کا قول بغیر اس کی دلیل پہچاننے کے قبول کرنا تقلید ہے۔ اس کا نتیجہ شارح الفاظ میں یوں ہے:

واخذ قول الغیر مع معرفة دلیله اجتهاد وافق اجتهاد القائل۔ (شرح جمع الجوامع جلد۲ صفحہ۳۵۲) یعنی کسی غیر نبی کی بات کو اس کی دلیل کے ساتھ قبول کرنا تقلید نہیں بلکہ اجتہاد ہے۔

فاضل مضمون نگار حیدرآباد میں رہتے ہیں۔ اس لئے تعریفِ تقلید میں حیدرآباد کے ایک بزرگ کا قول ہم نقل کرتے ہیں۔

"تقلید کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کو معتبر سمجھ کر اس کے فعل و قول کی پیروی بغیر طلب دلیل کی جائے۔" (حقیقة الفقہ مصنفہ مولانا انوار اللہ مرحوم حیدرآبادی حصہ دوم صفحہ)

اس تعریف کے بعد تقلید کی تقسیم۔ تقلید مطلق یہ ہے کہ بغیر تعیین کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کیا جائے۔ جو اہل حدیث کا مذہب ہے۔ تقلید شخصی یہ ہے کہ خاص ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی بات مانی جائے۔ جو مقلدین کا مذہب ہے۔ یہ ہے تعریف

اور تقسیم۔ اب سوال یہ ہے کہ تقلید کا حکم کیا ہے۔ اصحاب تقلید کہتے ہیں کہ تقلید فرض واجب ہے۔ اس پر غور طلب امر یہ ہے کہ کس صورت میں تقلید کی تعریف میں عدم معرفت دلیل" داخل ہے اور ان کے نزدیک دلیل نام ہے قرآن و حدیث اجماع اور





القاموس الجدید

اضافہ شدہ ایڈیشن

اردو۔ عربی لغت

تقریباً ساٹھ ہزار اردو الفاظ اور ان کے ہم معنی عربی الفاظ، محاورات وضرب الامثال، دفتری، ادبی، فنی اور علمی اصطلاحات پر مشتمل مشہور و معروف لغت

تالیف

مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانوی
استاذ ادب عربی، دارالعلوم دیوبند

ادارہ اسلامیات

اتارنا :- نَزَال ۔ رَحَبَاط ۔

اتالیق :- مُعَلِّم ، مُرَبِّی ، مُدَرِّب ، مُرَاقِب ۔

اتباع :- اِحْتِذَاء ۔ اِتِّبَاع ، تَقْلِيد ۔

اتحاد :- التَّجَمُّع ، التَّلَاحُم ، التَّحَالُف ، الإِئْتِلَاف ، اِتِّحَاد ، وَحْدَة ، وِئَام تَوَافُق ، تَسَانُد ، تَعَاضُد تَكَاتُف ، تَضَامُن ۔

〃 پیدا کرنا :- اِيجَادُ الوِئَام والتَّوَافُق والوَحْدَة ۔

اتحادِ ثلاثہ :- حِلْف ثُلَاثِي

اتحاد سے متعلق :- وَحْدَوِي ۔

اتحادِ عمل پیدا کرنا :- تَنْسِيقُ العَمَل بين ، تَوْحِيدُ الخُطُوَات ۔

〃 کا علم بردار :- رَائِدُ التَّضَامُن ۔

〃 کو نقصان پہونچانا :- ضَرْبُ الوَحْدَة

〃 کی فضا میں :- وَسَط مُنَاخ وِفَاقِي

〃 کی کارروائی :- عَمَل وَحْدَوِي ۔

〃 کی دھجیاں اڑانا :- تَمْزِيقُ التَّضَامُن

〃 مضبوط کرنا :- تَعْزِيزُ التَّضَامُن ۔

اتحادی حکومت :- حُكُومَة اِئْتِلَافِيَّة ۔

اترا کر چلنا :- رَفَلَ ـُ رَفْلًا ۔

اترانا :- زَهْو ، تَبَخْتُر ، بَطَر ، مَرَح

پیدائش :- فِطْرِي ، طَبْعِيٌّ ، خِلْقِي ۔

پے در پے :- مُتَوَاصِل ، مُتَتَابِع ، مُتَعَاقِب ، مُتَوَالٍ ، مُسْتَمِرّ ۔

〃 حملہ :- هُجُوم مُتَوَاصِل ۔

〃 ہونا :- تَوَاصَلَ الشَّيءُ وتَوَاتَرَ وتَعَاقَبَ وتَتَابَعَ واسْتَمَرَّ ۔

پیدل چلنا :- سَارَ على الأَقْدَام ـِ وسَارَ مَاشِيًا ، تَرَجَّلَ ، مَشَى ـِ مَشْيًا ۔

پیڈ :- اِضْمَامَة وَرَق ، وَرَقُ الكِتَابَة مُسْنَدُ الكِتَابَة [مہر پیڈ] حَبَّارَة الأَخْتَام [بلاٹنگ پیڈ] مُفْرَشَة [رائٹنگ پیڈ] مِرْفَقَة ۔

پیڈل :- رِكَاب ج : رِكَابَات ، دَوَّاسَة ج ، دَوَّاسَات ، مُسْنَدُ القَدَم ج : مَسَانِد ۔

پیر :- مُرْشِد ، شَيْخ ، مُرْشِدُون شُيُوخ ۔

پیر :- قَدَم ج : أَقْدَام ، رِجْل ج : أَرْجُل ۔

پیراشوٹ :- مِظَلَّة عَسْكَرِيَّة ج : مِظَلَّات ، مِهْبَطَة ، وَاقِيَة بَرَاشُوت ۔

پیراک :- سَبَّاح ۔

پیراکی :- سِبَاحَة ۔

پیراگراف :- فِقْرَة ج : فِقَر ، فِقَرَات ، قِطْعَةُ الكَلَام ج : قِطَع ، نُبْذَة ج : نُبَذ ، جُمْلَة ج : جُمَل ۔

〃 بنانا :- فَصَلَ العِبَارَةَ إلى فِقَرَات

پیراہن :- لِبَاس ج : أَلْبِسَة ۔

پیرایہ :- أُسْلُوب ج : أَسَالِيب

پیرزادہ :- وَلَدُ المُرْشِد ۔

پیرس :- بَارِيس ۔

پیر فرتوت :- شَيْخٌ مُتَسَعْسِعٌ ۔

پیرو :- تَابِع ج : أَتْبَاع ۔

پیروں میں سر دینا :- جَثَى على قَدَمَيْه تَمَلَّقَ إليه ۔ تَضَرَّعَ إليه ۔

پیروی :- الإِتِّبَاع ، الدِّفَاعُ عنه

〃 کرنا :- اِتَّبَعَه ، قَلَّدَه ، اِتَّبَعَ طَرِيقَتَهُ وخُطَاه ، اِحْتَذَى وَحَذَا حَذْوَه ـُ ، دَافَعَ عن حَقِّه وتَوَلَّى الدِّفَاعَ عنه في قَضِيَّتِه ، عَقَّبَ المَسْأَلَةَ المُرَافَعَةُ في قَضِيَّة رَافَعَ المُحَامِي في قَضِيَّة) ۔

پیڑ :- شَجَرَة ج : أَشْجَار ۔

تقسیم کرنا :- وَزَّعَ ، قَسَّمَ ، فَصَّلَ ، فَرَّقَ شَطَّرَ ـُ شَطْرًا ۔

تقسیم ہونا :- تَقَسَّمَ وانْقَسَمَ إلى تَوَزَّعَ وانْفَصَلَ وانْشَطَرَ ۔

تقصیروار :- مُقَصِّر ۔

تقطیع :- قَطْعٌ (جَيْبِيٌّ ، صَغِير ، كَبِير) تَقْطِيعُ الشِّعْرِ إلى أَجْزَاء عَرُوضِيَّة (الكِتَاب بِقَطْعٍ صَغِيرٍ وكَبِيرٍ)

تقلید :- اِحْتِذَاء ۔ تقلید ، اتباع ۔

〃 کرنا :- قَلَّدَه ، حَاكَاه ، اِتَّبَعَ خُطَاه ، اِحْتَذَى حَذْوَه ، نَسَجَ على مِنْوَالِه ، اِنْتَهَجَ نَهْجَه ، سَارَ على طَرِيقِه ۔

تقلیدی اسلحہ :- أَسْلِحَة تَقْلِيدِيَّة ۔

تقلیدی مکتبِ فکر :- المَذْهَبُ التَّقْلِيدِي ۔

تقویٰ :- تُقًى ، وَرَع ۔

تقویت پہونچانا :- إِسْنَاد ، تَعْزِيز

ت ـــ ک

تک :- إلى ، حَتَّى ۔

تکان :- تَعَبٌ ، إِعْيَاء ۔

〃 ہونا :- تَعِبَ ـَ تَعَبًا ۔

غیر مقلد نے التقلید فی الدین کا معنی دین میں کسی شخص کی پیروی کیا ہوا ہے۔ ص758

وَمَتَاعَهُ عَلٰی قَلَتٍ اِلَّا مَا وَقَی اللّٰهُ: مسافر خود اور اس کا مال ومتاع کے تلف ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اِلّا یہ کہ جسے اللہ رکھے۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ علماء لغت میں سے بھی کسی نے موجودہ دور میں اس قول کو بیان کیا ہو جس طرح بعض فقہاء اسے اپنی کتابوں میں روایت کرتے ہیں۔

اَلْمَقْتَلَةُ: جائے تلف وہلاکت۔

ق ل ح — اَلْقَلَحُ: (قاف اور لام مفتوح) دانتوں پر جمی ہوئی زردی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ ایسے شخص کو جس کے دانتوں پر زردی ہو اَقْلَحُ کہتے ہیں۔

ق ل د — اَلْقِلَادَةُ: ہار۔ جو گلے میں پہنا جاتا ہے۔

قَلَّدَهُ، فَتَقَلَّدَ: اس نے اسے ہار پہنایا تو اس نے پہن لیا۔ اسی سے لفظ تَقْلِید مشتق ہے۔ یعنی التقلید فی الدین: دین میں کسی شخص کی پیروی۔

تَقْلِیدُ الْوُلَاةِ الْاَعْمَالَ: والیوں کو کام۔

الْإِقْلِیدُ: (ہمزہ مکسور) چابی۔

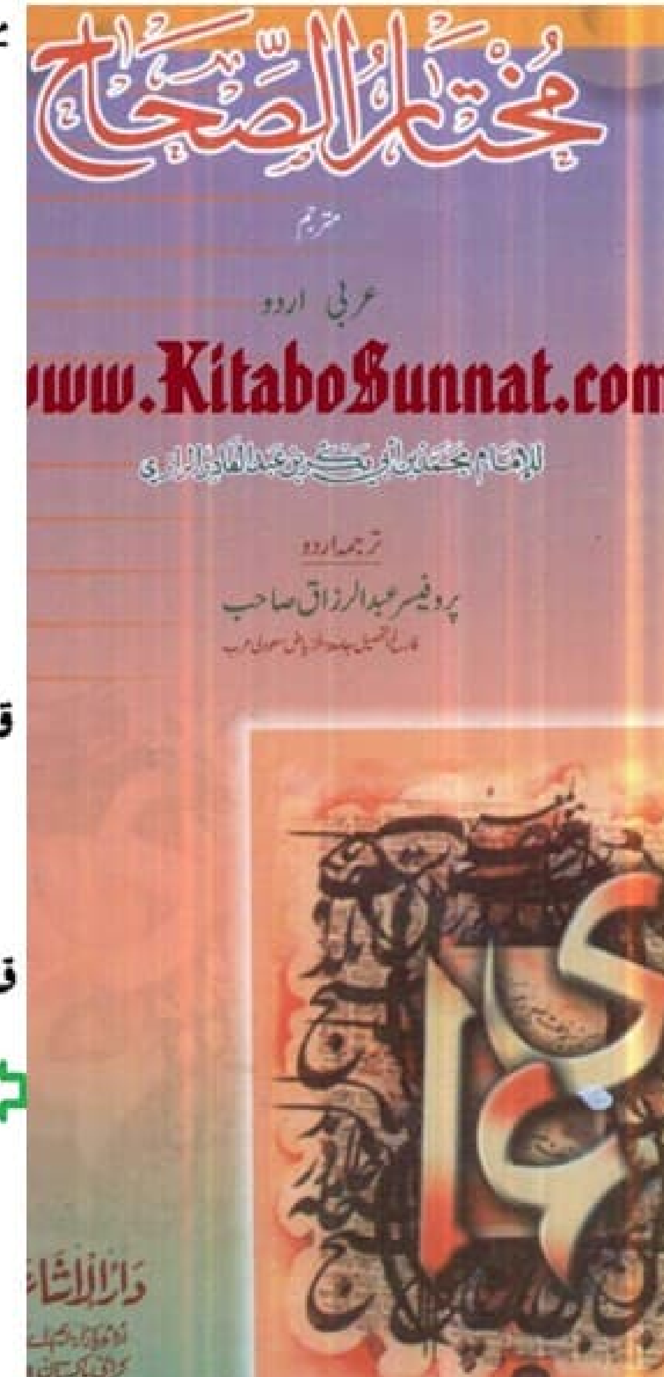
الْمِقْلَدُ بروزن الْمِبْضَعُ: چابی۔ اس کی مثال الْمِبْخَلُ ہے۔ اس کی جمع الْمَقَالِیدُ ہے۔

ق ل س — اَلْقَلْسُ: بروزن فَلْسٌ: بہتان یا تہمت لگانا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ خلیل کا قول ہے اَلْقَلْسُ مَا خَرَجَ مِنَ الْحَلْقِ مِلْءَ الْفَمِ اَوْ دُوْنَهُ وَلَیْسَ بِقَیْئٍ: قلس کا معنی قے کے علاوہ حلق سے منہ بھر کر کسی چیز کا نکلنا ہے۔ اور اگر کوئی دوبارہ اس طرح سے نکلے تو پھر وہ قے ہے۔

اَلْقَلَنْسُوَةُ: (قاف مفتوح) ٹوپی۔ اس کی جمع قَلَانِسُ ہے۔ چاہیں تو قَلَاسِیْ اور قَلَانِیْسِیْ یا قَلَاسِیْ بھی کہہ سکتے ہیں۔

قَدْ قَلْسَاهُ فَتَقَلْسَی: اس نے اسے ٹوپی پہنائی تو اس نے پہن لی۔ تَقَلْنَسَ وتَقَلَّسَ کا بھی یہی معنی ہے۔

ق ل ص — قَلَصَ الشَّیْءُ: چیز اوپر اٹھی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ یہی معنی



حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مجتہد کی تقلید نہ کرنے والا فاسق ہے، جن سے ہم نے سنت کی تعلیم حاصل کی وہ معروف آئمہ تھے

والدِّينُ إِنَّمَا هو كتابُ اللهِ ـ عَزَّ وجَلَّ ـ، وآثارٌ، وسُنَنٌ، ورِوَايَاتٌ صِحَاحٌ عن الثِّقَاتِ بالأَخْبَارِ الصَّحِيْحَةِ القَوِيَّةِ المَعْرُوفةِ، يُصَدِّقُ بعضُها بعضًا، حتَّى يَنْتَهِيْ ذلك إلى رَسُوْلِ الله ﷺ وأَصْحَابِهِ رِضْوَانُ الله عَلَيْهِمْ، والتَّابِعِين وتَابِعِي التَّابعين، ومَنْ بَعْدَهُم من الأئمَّةِ المعرُوفين، المُقْتَدَىٰ بِهِم، المُتَمَسِّكِيْنِ بالسُّنَّةِ، والمُتَعَلِّقِينَ بالآثارِ، لا يَعرِفُونَ بدعةً، ولا يُطْعَنُ فيهم بكَذِبٍ، ولا يُرْمَوْن بخلافٍ، ولَيْسُوا بأَصْحَابِ قِيَاسٍ ولا رَأْيٍ؛ لأنَّ القِيَاسَ في الدِّينِ بَاطِلٌ[1]، والرَّأْيَ كَذَلِكَ وأَبْطَلُ مِنْهُ، وأَصْحَابُ الرَّأْيِ والقِيَاسِ في الدِّينِ مُبْتَدِعَةٌ ضُلَّالٌ؛ إلاَّ أَنْ يَكونَ في ذٰلِكَ أثرٌ عمَّن سَلَفَ من الأئمَّةِ الثِّقَاتِ. ومَنْ زَعَمَ أنَّه لاَ يَرَىٰ التَّقْلِيدَ، ولا يُقَلِّدُ دينَهُ أَحَدًا؛ فهو قولُ فَاسِقٍ عِنْدَ الله ورَسُولِهِ ﷺ، إنَّما يُرِيدُ بذلِكَ إِبْطَالَ الأَثَرِ، وتَعْطِيْلَ العِلْمِ والسُّنَّةِ، والتَّفَرُّدَ بالرَّأْيِ، والكَلاَمَ، والبِدْعَةَ، والخلاَفِ.

وهَـٰذه المَذَاهِبُ والأَقَاوِيلُ الَّتِي وَصَفْتُ مَذَاهِبُ أهل السُّنَّةِ والجَمَاعَةِ والآثَارِ، وأَصحاب الرِّواياتِ، وحَمَلَةِ العلمِ الَّذين أدرَكْنَاهُم، وأَخَذْنَا عَنْهُمْ الحَدِيثَ، وتَعَلَّمْنا مِنْهُم السُّنَنَ، وكانُوا أَئِمَّةً مَعْرُوفِينَ، ثِقَاتٍ،

(١) أي مع وُجُودِ النُّصوص من الكتاب والسُّنَّة.

أَصْحَابَ صِدْقٍ، يُقْتَدَىٰ بِهِم، ويُؤْخَذُ عَنْهُم، وَلَمْ يَكُونُوا أَصْحَابَ بِدْعَةٍ، ولا خِلاَفٍ، ولا تَخْلِيطٍ، وهو قولُ أَئِمَّتِهِمْ، وعُلَمَائِهِمْ الَّذِينَ كانُوا قَبْلَهُم، فَتَمَسَّكُوا بِذَلِكَ رَحِمَكُمُ اللهُ، وتَعَلَّمُوهُ وعَلِّمُوهُ، وبالله التَّوفيقُ.







طبقات الحنابلة

للقاضي أبي الحسين محمد بن أبي يعلى الفراء البغدادي الحنبلي

(٤٥١ - ٥٢٦هـ)

حققه وقدم له وعلق عليه

الدكتور عبد الرحمن بن سليمان العثيمين

الجزء الأول

هذا الكتاب سبق طبعه على نفقة صاحب الجلالة الملك عبدالعزيز بن عبدالرحمن الفيصل آل سع
وأعيد طبعه بمناسبة الاحتفال بمرور مائة عام على تأسيس المملكة على نفقة خادم الحرمين الشريفين الملك فهد بن عبدالع

١٤١٩هـ - ١٩٩٩م

اگر کوئی کہتا ہے کہ ہم تقلید سے مطلقاً انکار تو وہ صریحاً غلط فہمی میں مبتلا ہے

تقلیدِ ائمہ

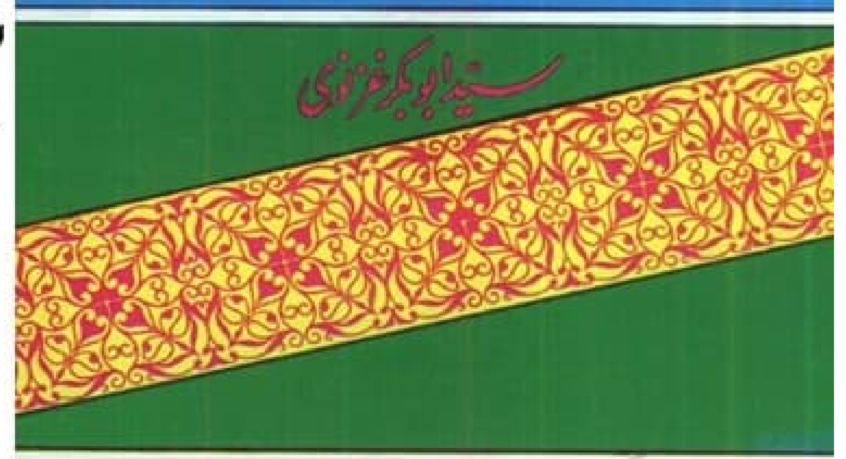
فرماتے تھے :

" اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ہم تقلید سے مطلقاً انکار کرتے ہیں اور عوام کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ وہ تفسیر، حدیث اور فقہ سے بے بہرہ ہونے کے باوجود، ائمہ کرام کے اقوال کو ٹھکرا دیا کریں اور بے زمام اور بے مہار ہو کر جو چاہیں کریں، تو وہ صریحاً غلط فہمی میں مُبتلا ہے۔"

ان کے فقہی موقف پر ان سے بارہا گفتگو ہوئی۔ وہ فقہائے کرام بالخصوص ائمہ اربعہ کی مساعیِ جمیلہ کو بنظرِ استحسان دیکھتے تھے۔ ایک مضمون میں اپنے فقہی موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" ائمہ دین نے جو دین کی خدمت کی ہے، اُمّت قیامت تک ان کے احسان سے عہدہ برا نہیں ہو سکتی۔ ہمارے نزدیک ائمہ دین کے لیے جو شخص دل میں سُوءِ ظن رکھتا ہے یا زبان سے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے، یہ اس کی شقاوتِ قلبی کی علامت ہے اور میرے نزدیک اس کے سوءِ خاتمہ کا خوف ہے۔ ہمارے نزدیک ائمہ دین کی ہدایت و درایت پر اُمّت کا اجماع ہے۔"





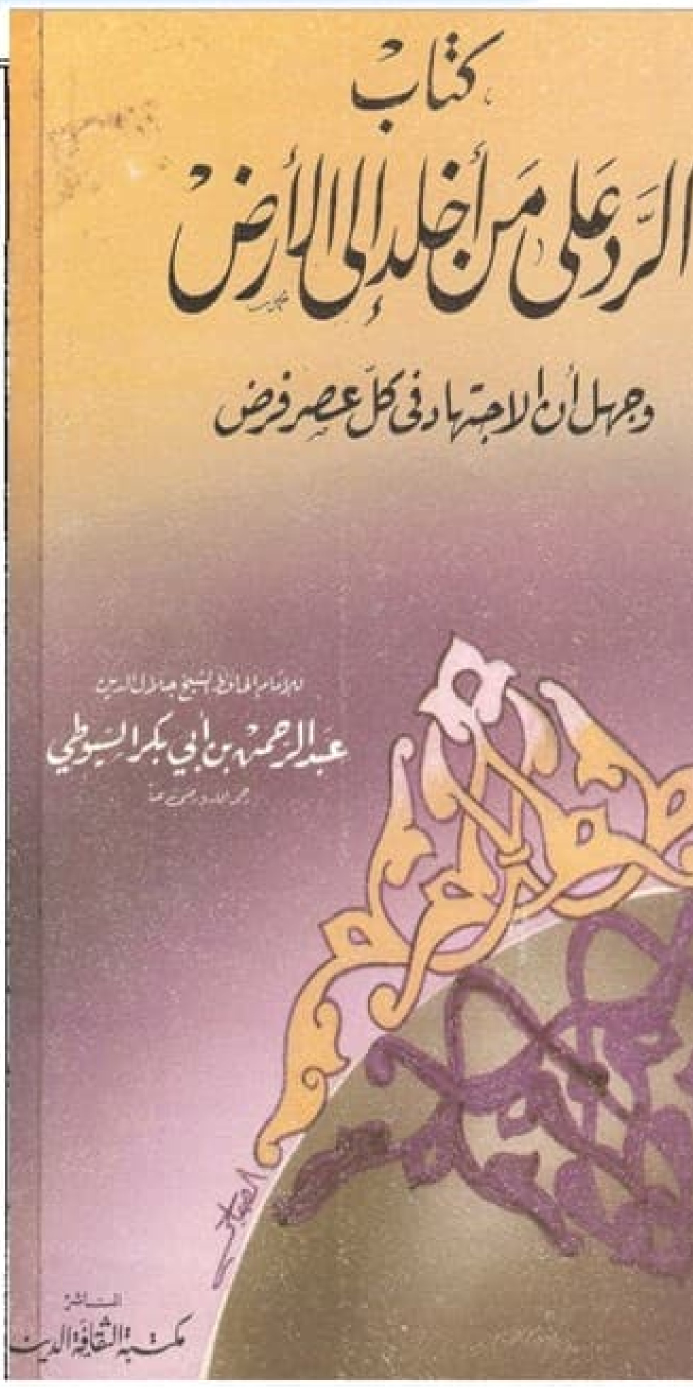
علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو **تقلید سے روکنا** ممکن نہیں

اس لیے کہ عوام کے لیے **تقلید کے جائز** ہونے پر اجماع ہے

* **الباب الاول** * فى ذكر نصوص العلماء على ان الاجتهاد فى كل عصر
فرض من فروض الكفايات وانه لا يجوز شرعا اخلاء العصر منه اعلم
ان نصوص العلماء من جميع المذاهب متفقة على ذلك فاول من نص على
ذلك الامام الشافعي رضي الله عنه ثم صاحبه المزني قال المزني فى مختصره
اختصرت هذا من علم الشافعي ومن معنى قوله لاقربه على من اراده مع
اعلامه بنهيه عن تقليده وتقليد غيره لينظر فيه لدينه ويحتاط لنفسه هذه
عبارة المزني فنقل عن الشافعي رضي الله عنه انه نهى عن تقليده وتقليد
غيره ولا شك انه لايمكن نهي الخلق باسرهم عن التقليد لان العوام
يجوز لهم التقليد بالاجماع وانما نهى الشافعي رضي الله عنه ان يطبق اهل
العصر كلهم على التقليد لان فيه تعطيل فرض من فروض الكفايات وهو
الاجتهاد فحث على الاجتهاد ليكون فى كل عصر من يقوم بهذا الفرض
هكذا قرر معنى هذا النص الاصحاب رضي الله عنهم وسياتى من عباراتهم
ما يبين ذلك

فصل

وممن نص على ذلك الامام اقضى القضاة ابو الحسن الماوردي فى اول
كتابه الحاوى الكبير فقال عند سياق قول المزني السابق ما نصه
فان قيل فلم نهى الشافعي عن تقليده وتقليد غيره وتقليده جائز لمن
استفتاه من العامة قيل التقليد مختلف باختلاف احوال الناس بما فيهم



آپ پر واجب ہے کہ حدیث اور محدثین کی راہ کی تقلید کرو بے شک دین تقلید میں ہے
(یعنی خاتم الانبیاء ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی) اور تقلید سے مراد اتباع ہے

ڈال دے گا، جس کہ اس کی بات ماننے کے لیے راہ ہموار کردے گا۔

اتباع سنت کی اہمیت

۱۵۵ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فالله الله ! في نفسك ؛ وعليك بالأثر وأصحاب الأثر والتقليد ؛ فإن الدين إنما هـو بـالتقليد ؛ [يعني : للنبي ﷺ وأصـحـابه رضوان الله عليهم أجمعين]، ومن قبلنا لم يدعونا من لبس ؛ فقلدهم واسترح ولا تجاوز الأثر وأهل الأثر۔))

''اپنے دل میں اللہ کا خوف رکھو! اور آپ پر واجب ہے کہ حدیث اور محدثین کی راہ کی پیروی کرو۔ بیشک دین پیروی کرنے میں ہے [یعنی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی] اور جو لوگ ہم سے پہلے [اہل سنت والجماعت کے منہج پر] تھے انہوں نے ہمیں شکوک واشتباہ میں نہیں چھوڑا۔ ان کی پیروی کرو؛ اور آرام سے رہو اور حدیث اور محدثین سے آگے نہ بڑھو۔''

شرح: ...... تقلید سے مراد اتباع ہے۔ اندھی اور بے بصیرت تقلید نہیں۔ جیسا کہ متاخرین کے ہاں معروف ہے۔ بلکہ اس سے مراد اہل علم واصلاح کی اتباع ہے۔ جن کی طرف مسائل شرعیہ جاننے کے لیے رجوع کیا جائے۔ اس لیے کہ ہر انسان اس بات کی طاقت نہیں رکھتا کہ وہ شرعی نصوص سے مسائل کا استنباط کرے، اس کے لیے ضروری ہے کہ علماء راسخین کی طرف رجوع کیا جائے؛ تا کہ حق بات کا علم اور اس پر عمل آسان ہو جائے۔ مسائل کا استنباط مجتہدین کا کام ہے جو اس کے اہل ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام مسلمانوں کا اصل مرجع ومصدر کتاب وسنت ہیں۔ کتاب وسنت کو سمجھنا ان کے قواعد وضوابط اور اصول معلوم کیے بغیر ممکن نہیں۔ ان اصولوں اور قواعد کے صحیح معنوں میں جاننے والے علماء راسخین ہیں۔

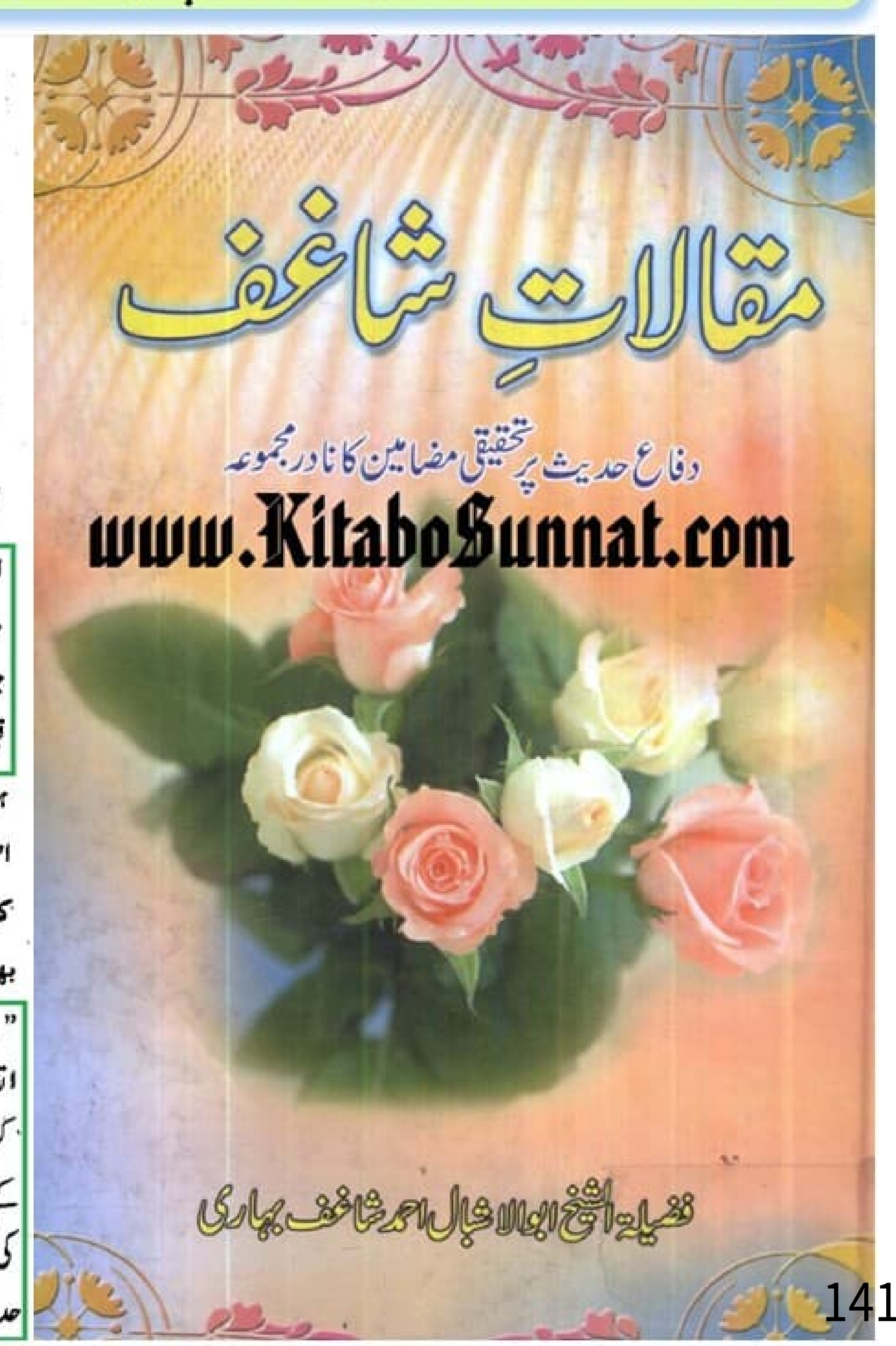
اگر ہر انسان کے لیے بغیر قواعد وضوابط جاننے کے استنباط کے دروازے کھول دیے جائیں تو ایسے ہی افراتفری اور بدنظمی پھیل جائے جیسے کہ خوارج اور رافضہ میں ہے؛ جو بغیر کوئی اصول جانے جو جی میں آئے اپنی خواہشات کے تحت کہہ دیتے ہیں۔ دین میں ایسی بدحالی کی مثال صرف گمراہ فرقوں کے ہاں ملتی ہے۔



آج کل جماعت اہلحدیث کی ایک ایسی کھیپ تیار ہو چکی ہے جو ناصر الدین البانی کی **تقلید واجب** سمجھتی ہے

لیکن شوافع مقلد ہیں جبکہ اہل حدیث متبع کتاب وسنت ہیں۔ ترک تقلید بیشک اہل حدیث کے یہاں پایا جاتا ہے لیکن صرف اس بنیاد پر اہل حدیث کوئی نہیں کہلاتا بلکہ اہل حدیث کا مسلمہ اصول یہ ہے کہ براہ راست کتاب وسنت کی اتباع کی جائے۔ عقائد واحکام اصول و فروع کسی جگہ بھی رائے وقیاس سے کام نہ لیا جائے جبکہ دوسروں کے یہاں رائے وقیاس کو اہمیت حاصل ہے۔ حتی کہ عقائد کو بھی اسی اصول کے تحت تاویل کرتے اور اسی تاویلی عقائد پر عمل پیرا ہیں۔

کتاب وسنت کی خدمت ائمہ اربعہ کے مقلدین بھی کرتے ہیں اور اہل حدیث بھی لیکن ہر ایک کی خدمات کے اندر نمایاں فرق ہے۔ اہل حدیث محدثین کی خدمات سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن دلیل کی روشنی میں تقلید کسی کی بھی نہیں کرتے لیکن آج کل جماعت اہل حدیث کی ایک ایسی کھیپ تیار ہو چکی ہے جو ناصر الدین البانی کی تقلید کو واجب سمجھتی ہے اور جو کچھ ناصر الدین البانی نے لکھ دیا ان کے نزدیک حرف آخر کی حیثیت سے من وعن قابل قبول ہے جس کی ایک مثال یہاں نقل کروں گا۔ البتہ اس سے قبل یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ امت مسلمہ کا مسلمہ قاعدہ یہ تھا کہ صحیحین کی صحت پر ساری امت متفق ہے۔ جیسا کہ اصول حدیث کی اکثر کتابوں میں مرقوم تھی کہ صاحب مشکوۃ نے باعلان یہ کہا کہ " وقسمت کل باب غالبا علی حصول ثلاثة اولها ما اخرجه الشيخان او احدهما ، واكتفيت بهما وان اشترك فيه الغير لعلو درجتهما في الرواية. " اور بعضوں نے یوں کہا ہے کہ " ولا اذكر معها غير هما لعلو شانهما " لیکن شیخ ناصر الدین البانی نے خرق اجماع کیا یا اتفاق امت مسلمہ کو پارا پارا کرنے کی کوشش لاشعوری طور پر خدمت حدیث کے نام پر کرتے ہوئے صحیحین کی بہت سی حدیثوں کو ضعیفہ وموضوعہ کے اندر داخل فرما کر جہلائے عصر کے لیے راہ ہموار کر دی کہ وہ صحیحین کی حدیثوں کو بھی قبول کرنے کے لیے ناصر الدین البانی کی تصحیح کو ضروری سمجھنے لگے۔ بعضوں نے بلوغ المرام کی تخریج کرتے ہوئے صحیحین کی حدیثوں کے ساتھ بھی " صححه الالبانی " کی ٹیک بندی کو ضروری خیال کیا وغیرہ ذالک۔



مقلد کی تعریف اور عامی لوگ مقلد ہوتے ہیں۔ عام مسلمانوں کا مقلد ہونا ضروری ہے

آئمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کا مقلد موجودہ عالموں کے مقلدوں سے اچھا اور افضل ہے

آج کل کے اہل حدیث ان پڑھ یا معمولی لیاقت کے آدمی کیا ہیں؟

حضرت مولانا آپ معاف فرمائیں گے اگر احقر آپ کے پیروؤں کو آپ کا مقلد کہے۔ جو کہ دراصل صحیح ہے کیا وجہ۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ میں قرآن مجید کو نہیں جانتا۔ اور نہ ہی حدیث شریف کو۔ لہٰذا میرے لئے ضروری ہے۔ کہ میں آپ کے علم پر بھروسہ کروں اور آپ سے فتوے طلب کرکے اس کے مطابق عمل کروں۔ بس اسی کو مقلد کہتے ہیں۔ لہٰذا اس بات سے بخوبی ثابت ہے کہ عامی لوگ مقلد ہوتے ہیں۔ خواہ آپ کے یا مولوی ابراہیم صاحب کے یا اپنے شہر کے قاضی کے۔

کیا آپ کا مقلد اچھا ہے یا ائمہ اربعہ کا؟

میرے خیال میں ائمہ اربعہ کا مقلد آپ کے مقلد سے اچھا ہے۔ کیونکہ وہ عالم بے بدل فاضل اجل تھے۔ اُن کے علم میں اور تقوی میں کسی کو کلام نہیں انھوں نے اپنی زندگیاں فی سبیل اللہ خرچ کردیں۔ اور اپنے مرشد کامل و پیر اکمل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے فقہ تدوین کی اور نہایت جانفشانی دیانتداری اور ہر طرح کی مصیبت جھیلنے سے ہر ایک مسئلہ کی بال کی کھال نکال اور کتابیں تصنیف کیں۔ تاکہ عامہ مسلمین ان کی تصنیفات سے مستفید ہوویں۔ اور جو کچھ کیا۔ فی سبیل اللہ کیا اور آپ بھی ان ہی بزرگوں کے

خوشہ چین ہیں۔

نتیجہ: لہٰذا صاف ثابت ہے کہ عامہ مسلمین کا مقلد ہونا ضروری ہے۔ اور ائمہ اربعہ کا مقلد موجودہ عالموں کے مقلدوں سے اچھا اور افضل ہے۔





بے علم اور جاہل کے لیے تقلید لازمی ہے اور بے علم مقلد ہو سکتا ہے

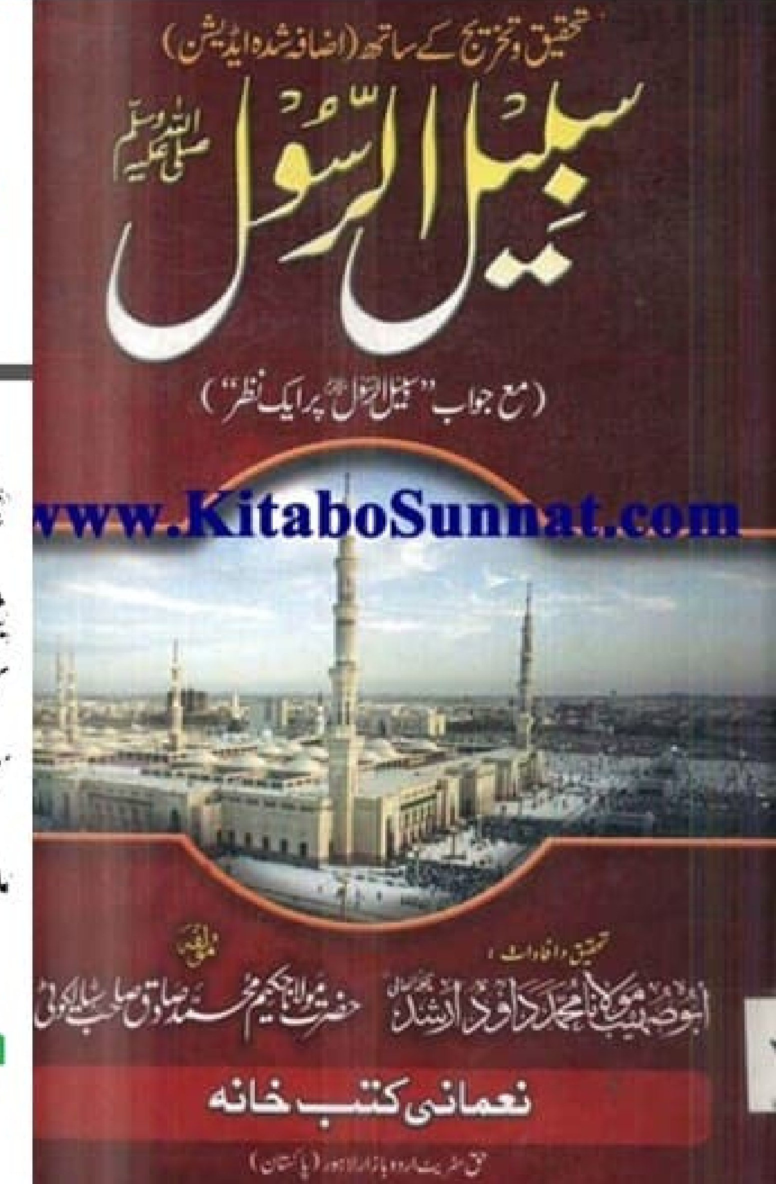
تقلید شرطی درست ہے!

عامی بے علم اور جاہل شخص کو کہتے ہیں۔ ایسے شخص کو جب کسی مسئلہ کی ضرورت پڑے گی تو لامحالہ اسے پوچھنا

پڑے گا۔ پھر وہ کسی عالم ربانی سے پوچھ لے۔ چونکہ پوچھنے والا بے علم ہے دلیل نہیں جانتا اس لئے وہ عالم اللہ سے ڈر کر اللہ رسول ﷺ کا حکم بتائے۔ آیت حدیث سے مسئلہ سمجھائے پھر وہ بے علم اس پر عمل کرے اور اس شرط سے کرے کہ اگر یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ثابت ہوگیا تو اسے چھوڑ کر حدیث پر عمل کرے گا' یہ ہے بوقت لاعلمی تقلید شرطی عامی کی...... جس سے کسی کو انکار نہیں اللہ نے فرمایا ہے:

﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

"اگر تم بے علم ہو تو اہل علم سے پوچھ لو' پس تقلید کو بے علمی لازم ہوئی تو بے علم مقلد ہو سکتا ہے' علم والا نہیں۔"



تقلید کا معنی جیسے ہار اور عامی آدمی کے لیے تقلید فرض ہے

الأصول من علم الأصول

تاليف فضيلة الشيخ
محمد بن صالح العثيمين
رحمه الله

حققه وخرّج أحاديثه وعلّق عليه
أبو إسحاق أشرف بن صالح العشري السلفي
غفر الله له ولوالديه وللمسلمين

دار الإيمان
للطبع والنشر والتوزيع
إسكندرية ت: ٥٤٥٧٧٦٩٠ - ٥٤٤٦٤٩٦

التقليد

تعريفه:

التقليد لغة: وضع الشيء في العنق محيطاً به كالقِلادة.

واصطلاحاً: اتباع من ليس قوله حجة.

فخرج بقولنا: «من ليس قوله حجة» اتباع النبي ﷺ واتباع أهل الإجماع، واتباع الصحابى - إذا قلنا أن قوله حجة - فلا يسمي اتباع شيء من ذلك تقليداً، لأنه اتباع للحجة لكن قد يسمي تقليداً علي وجه المجاز والتوسع.

مواضع التقليد:

يكون التقليد في موضعين:

الأول: أن يكون المقلد عامياً لا يستطيع معرفة الحكم بنفسه ففرضه التقليد لقوله تعالي: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل: ٤٣]. ويقلد أفضل من يجده علماً وورعاً فإن تساوي عنده اثنان خُيِّر بينهما.

الثاني: أن يقع للمجتهد حادثة تقتضي الفورية ولا يتمكن من النظر فيها فيجوز له التقليد حينئذ، واشترط بعضهم لجواز التقليد ألا تكون المسالة من أصول الدين التي يجب اعتقادها لأن العقائد يجب الجزم فيها والتقليد إنما يفيد الظن فقط.

والراجح أن ذلك ليس بشرط لعموم قوله تعالي: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل: ٤٣]. والآية في سياق إثبات الرسالة وهو أصول الدين ولأن العامي لا يتمكن من معرفة الحق بادلته فإذا تعذر عليه معرفة الحق بنفسه لم يبق إلا التقليد لقوله تعالي: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ [التغابن: ١٦].

تقلید کا معنی جیسے ہار اور عامی آدمی کے لیے تقلید فرض ہے

تقلید

تقلید کی تعریف:

تقلید کا لغوی معنی ہے گردن میں کوئی چیز اس انداز سے ڈالنا کہ وہ اس کو گھیر لے، جیسے: ہار۔

اصطلاحی تعریف:......اس شخص کی پیروی کرنا جس کی بات حجت نہ ہو۔

" من ليس قوله حجة " کہنے سے نبی ﷺ کی اتباع، اہل اجماع کی اتباع اور

صحابی کی اتباع جب ہم کہیں کہ اس کی بات حجت ہے، خارج ہوگئی، لہٰذا اس میں سے کسی چیز کی اتباع کرنے کو تقلید نہیں کہیں گے، اس لیے کہ یہ دلیل کی اتباع کرنا ہے لیکن کبھی مجازاً اور وسعت کے اعتبار سے اسے تقلید کہا جاتا ہے۔

تقلید کی جگہیں:

تقلید دو جگہ ہوتی ہے:

اوّل:......مقلد ایسا عامی آدمی ہو جو بذات خود حکم کو پہچاننے کی طاقت نہ رکھتا ہو، اس کا فرض تقلید ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النحل: ٤٣)

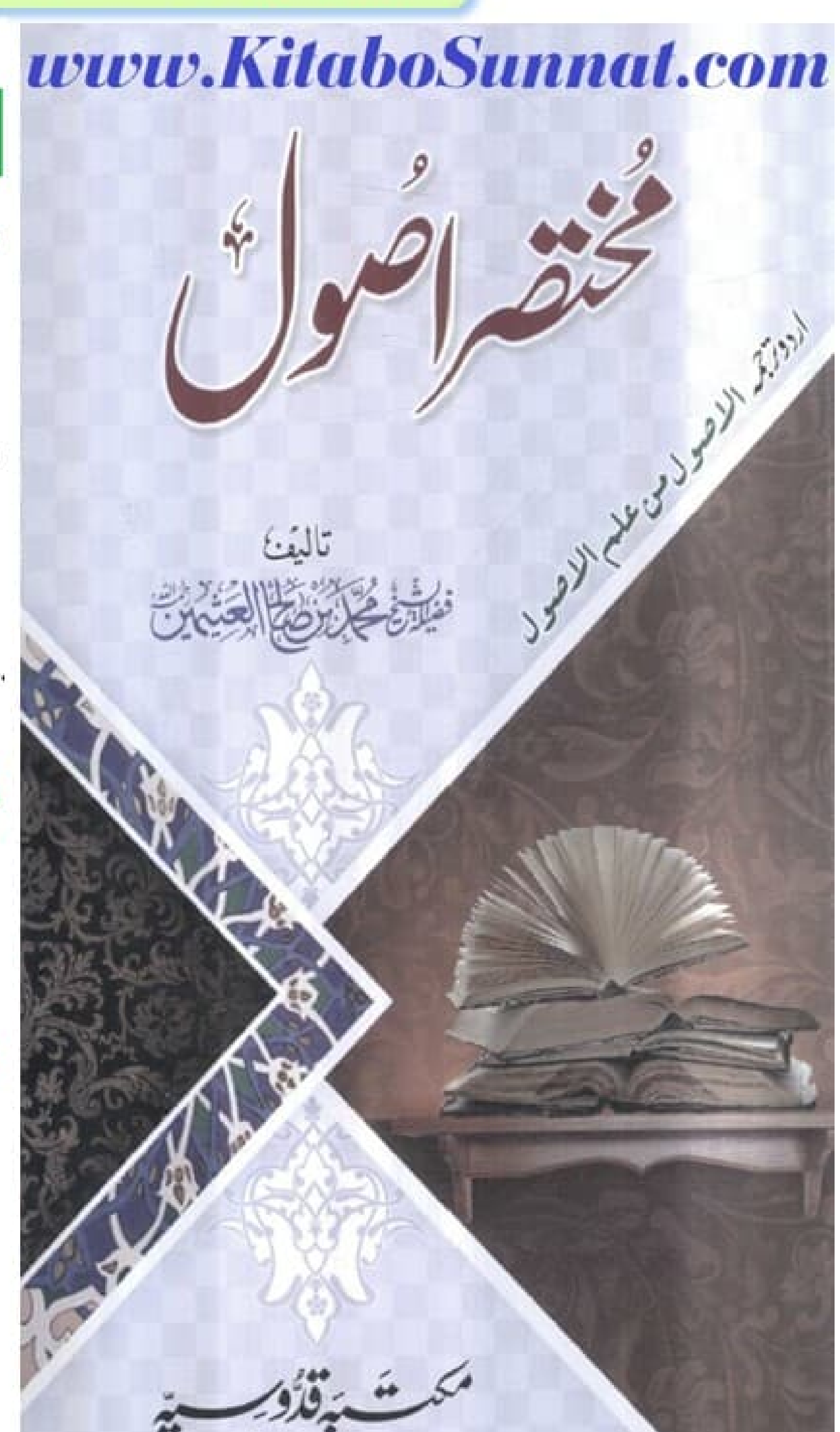
"پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو۔"

وہ اس کی تقلید کرے جس کو وہ علم اور تقویٰ کے لحاظ سے سب سے بہتر سمجھتا ہے۔ اگر اس کے نزدیک دو شخص برابر ہوں تو اسے ان کے درمیان اختیار ہے۔

لیے کہ عامی آدمی حق کو دلائل کے ساتھ پہچاننے کی طاقت نہیں رکھتا، تو جب بذات خود اس پر حق کو پہچاننا مشکل ہو جائے تو صرف تقلید باقی بچتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن: ١٦)

"پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔"



جمہور کے نزدیک عامی پر تقلید واجب ہے

التقليد:

لُغَةً: جَعْلُ شَيْءٍ فِي الْعُنُقِ مُحِيطًا بِهِ، وَالشَّيْءُ قِلَادَةٌ.

وَشَرْعًا: قَبُولُ قَوْلِ الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ، كَأَنَّ الْمُقَلِّدَ يُطَوِّقُ الْمُجْتَهِدَ إِثْمَ مَا غَشَّهُ بِهِ فِي دِينِهِ، وَكَتَمَهُ عَنْهُ مِنْ عِلْمِهِ أَخْذًا مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿أَلْزَمْنَهُ طَٰٓئِرَهُۥ فِى عُنُقِهِۦ﴾ [الإسراء: ١٣] عَلَى جِهَةِ الِاسْتِعَارَةِ، وَلَيْسَ قَبُولُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ تَقْلِيدًا، إِذْ هُوَ حُجَّةٌ فِي نَفْسِهِ. وَيَجُوزُ التَّقْلِيدُ فِي الْفُرُوعِ إِجْمَاعًا، خِلَافًا لِبَعْضِ الْقَدَرِيَّةِ.

ذكر المؤلف هنا عدداً من المسائل تتعلق بالتقليد:

المسألة الأولى: تعريف التقليد في اللغة، قال: هو جعل الشيء في العنق محيطاً به، ومنه قيل: قلادة لأنها تجعل في العنق على جهة الإحاطة.

المسألة الثانية: تعريف التقليد في الاصطلاح، وعرفه بأنه قبول قول الغير الذي ليس بحجة أو من غير حجة، يعني من غير أن يكون ذلك القول حجة لذاته. وعلل هذا كأن المقلد يطوق المجتهد إثم ما غشه به في دينه وكتمه عنه من علمه أخذاً من قوله تعالى: ﴿وَكُلَّ إِنسَٰنٍ أَلْزَمْنَٰهُ طَٰٓئِرَهُۥ فِى عُنُقِهِۦ﴾ [الإسراء: ١٣].

يمكن أن يفسر التقليد بأنه قبول مذهب مجتهد في حكم شرعي من غير أن يكون قوله حجة.

المسألة الثالثة: أن العمل بقول من يحتج بقوله لا يعد تقليداً، ومن ذلك قبول قول النبي ﷺ لأن قوله حجة، ومنه الأخذ بالإجماع، وكذلك الاستدلال بقول الصحابي عند من يجعله دليلاً شرعياً.

المسألة الرابعة: حكم التقليد في الفروع، بالنسبة للعامة وقد وقع الاتفاق على أنه صحيح مشروع وعبارة المؤلف: "يجوز" فيها نظر، والجمهور يقولون: يجب على العامي أن يقلد.

رفع عبد الرحمن النجدي أسكنه الله الفردوس

KIU

شرح

مختصر روضة الناظر

لنجم الدين أبي الربيع سليمان بن عبد القوي الطوفي

المتوفى سنة ٧١٦ هـ

تأليف

الدكتور سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشثري

تقديم

أ. د. عبد الرحمن بن عبد العزيز السديس

إمام وخطيب المسجد الحرام بمكة المكرمة

أستاذ الدراسات العليا الشرعية بجامعة أم القرى

مدير جامعة المعرفة العالمية

اعتنى به

شريف نصير — عبد الناصر البشبيشي

الجزء الثاني

دار التدمرية

عامی لوگ مقلد ہوتے ہیں۔ آئمہ اربعہ کا مقلد موجودہ عالموں کے مقلدوں سے اچھا اور افضل ہے

نوٹ:۔ اصل مذہب بھی یہی ہے۔ احقر بھی اسی کو قابل عمل یقین کرتا ہے)

کیا وہ اہل حدیث کہلائے؟ میرے خیال میں اس درجے کے علماء نے اپنے آپ کو اس نام سے بالکل نہیں گردانا بلکہ دوسرے علماء نے واسطے شناخت ان کا نام ایسا رکھ دیا۔ کیونکہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے مقابلہ ان کا نام اہل حدیث رکھا۔ انہوں نے اپنے نام کے ساتھ یہ لفظ بالکل نہیں لگایا۔

کیا عامی لوگ بھی اہل حدیث کہلا سکتے ہیں جوہری وہ ہے۔ جو کہ ہر ایک قسم کے جوہر سے پوری مہارت رکھتا ہو۔ ہر فرد جوہری نہیں ہے۔ مولوی وہ ہے جو کہ علوم شرعیہ عربی فارسی سے واقف ہو۔ ہر آدمی مولوی نہیں کہلا سکتا۔ بالکل اسی طرح اہل حدیث وہ ہے جو کہ مذکورہ تعریف پر پورا اترے جس کو قرآن مجید پڑھنا نہیں آتا۔ یا بالکل ان پڑھ ہے۔ وہ اہل حدیث کس طرح ہو سکتا ہے

آج کل کے اہل حدیث ان پڑھ یا معمولی لیاقت کے آدمی کیا ہیں؟ حضرت مولانا آپ معاف فرمائیں گے اگر احقر آپ کے پیروؤں کو آپ کا مقلد کہے۔ جو کہ دراصل صحیح ہے کیا وجہ۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ میں قرآن مجید کو نہیں جانتا۔ اور نہ ہی حدیث شریف کو۔ لہٰذا میرے لئے ضروری ہے۔ کہ میں آپ کے علم پر بھروسہ کروں اور آپ سے فتوے طلب کر کے اس کے مطابق عمل کروں۔ بس اسی کو مقلد کہتے ہیں۔ لہٰذا اس بات سے بخوبی ثابت ہے کہ عامی لوگ مقلد ہوتے ہیں۔ خواہ آپ کے یا مولوی ابراہیم صاحب کے یا اپنے شہر کے قاضی کے

کیا آپ کا مقلد اچھا ہے یا ائمہ اربعہ کا؟ میرے خیال میں ائمہ اربعہ کا مقلد آپ کے مقلد سے اچھا ہے۔ کیونکہ وہ عالم بے بدل فاضل اجل تھے۔ اُن کے علم میں اور تقوی میں کسی کو کلام نہیں انھوں نے اپنی زندگیاں فی سبیل اللہ خرچ کر دیں۔ اور اپنے مرشد کامل و پیر اکمل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے فقہ تدوین کی اور نہایت جانفشانی دیانتداری اور ہر طرح کی مصیبت جھیلنے سے ہر ایک مسئلہ کی بال کی کھال نکال اور کتابیں تصنیف کیں۔ تاکہ عامہ مسلمین ان کی تصنیفات سے مستفید ہوویں۔ اور جو کچھ کیا۔ فی سبیل اللہ کیا اور آپ بھی ان ہی بزرگوں کے

خوشہ چین ہیں۔

نتیجہ: لہٰذا صاف ثابت ہے کہ عامہ مسلمین کا مقلد ہونا ضروری ہے۔ اور ائمہ اربعہ کا مقلد موجودہ عالموں کے مقلدوں سے اچھا اور افضل ہے۔





ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عامی کے لیے اپنے علماء کی تقلید ضروری ہے

١٨٨٧ – وقال [عبد الله](١) بن المعتز :

« لا فرق بين بهيمة تُقادُ وإنسانٌ يقلِّدُ » .

وهذا كله لغير العامَّة ، فإن العامة لا بد لها من تقليد علمائها عند النازلة تنزل بها لأنها لا تتبيَّن موقع الحجَّة ولا تصل – لعدم الفهم – إلى عِلْم ذلك ، لأن العلم درجات لا سبيل منها إلى أعلاها إلَّا بنيل أسفلها ، وهذا هو الحائل بين العامة وبين طلب الحجة والله أعلم .

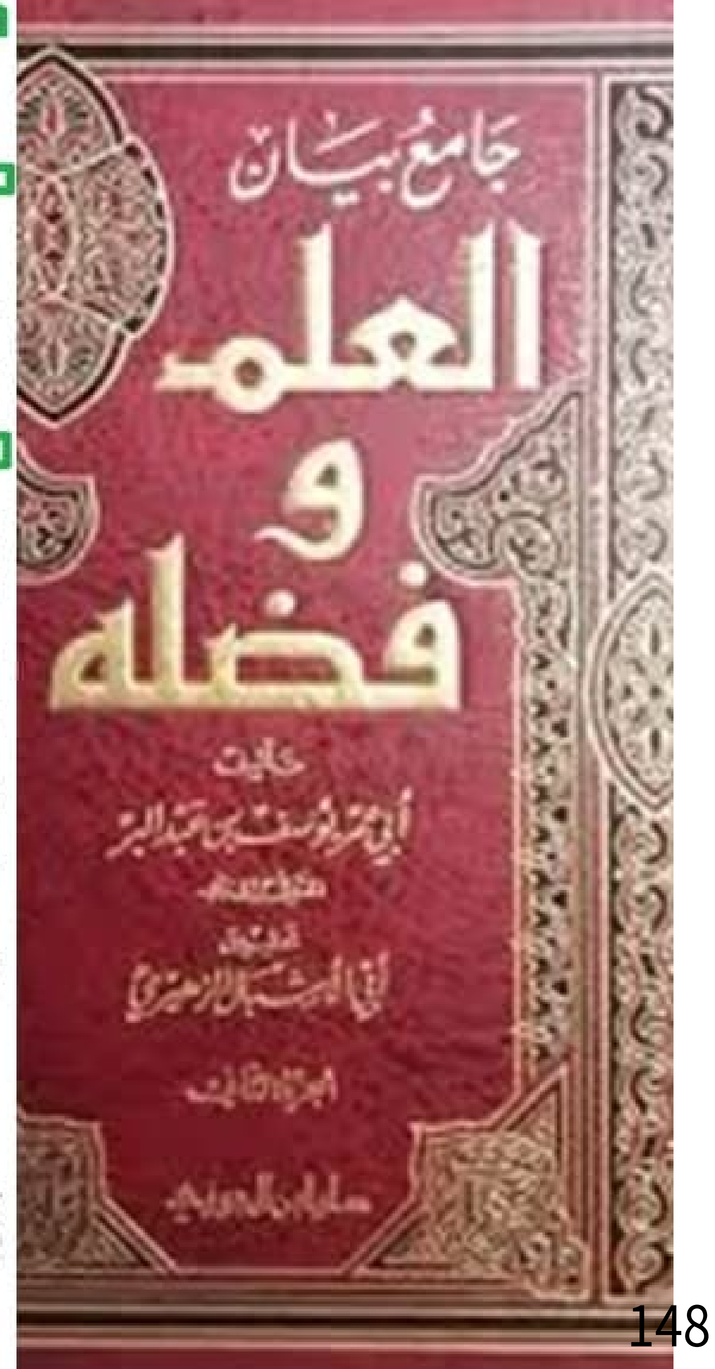
ولم يختلف العلماء أن العامة عليها تقليد علمائها ، وأنهم المرادون بقول الله عز وجل : ﴿ فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون ﴾ [النحل : ٤٣] ، وأجمعوا على أن الأعمى لا بد له من تقليد غيره ممن يثق بميزه بالقِبلة إذا أشكلت عليه ، فكذلك من لا علم له ولا بصر بمعنى ما يدين به لا بد له من تقليد عالِمِه ، وكذلك لم يختلف العلماء أن العامة لا يجوز لها الفتيا وذلك والله أعلم لجهلها بالمعاني التي منها يجوز التحليل والتحريم والقول في العلم .

= * وربيعة هو : ابن أبي عبد الرحمٰن ، أبو عثمان المدني ، المعروف بربيعة الرأي ، الفقيه المشهور .

مات سنة ١٣٦ هـ .

* * *

(١) في ط : عبيد الله ، والصواب ما أثبتناه من الأصل .



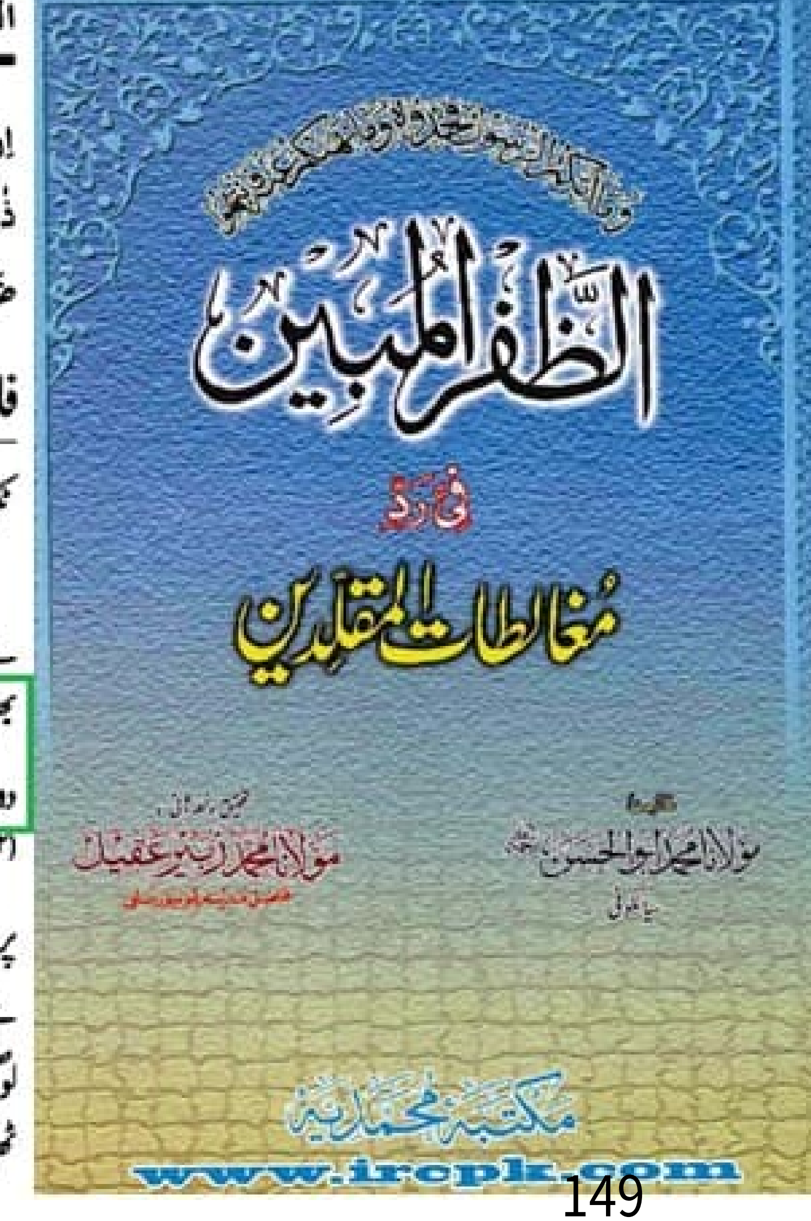
تقلید کسی کی بھی ہو شرک ہے

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا۔ (النسآء۔۱۱۶)

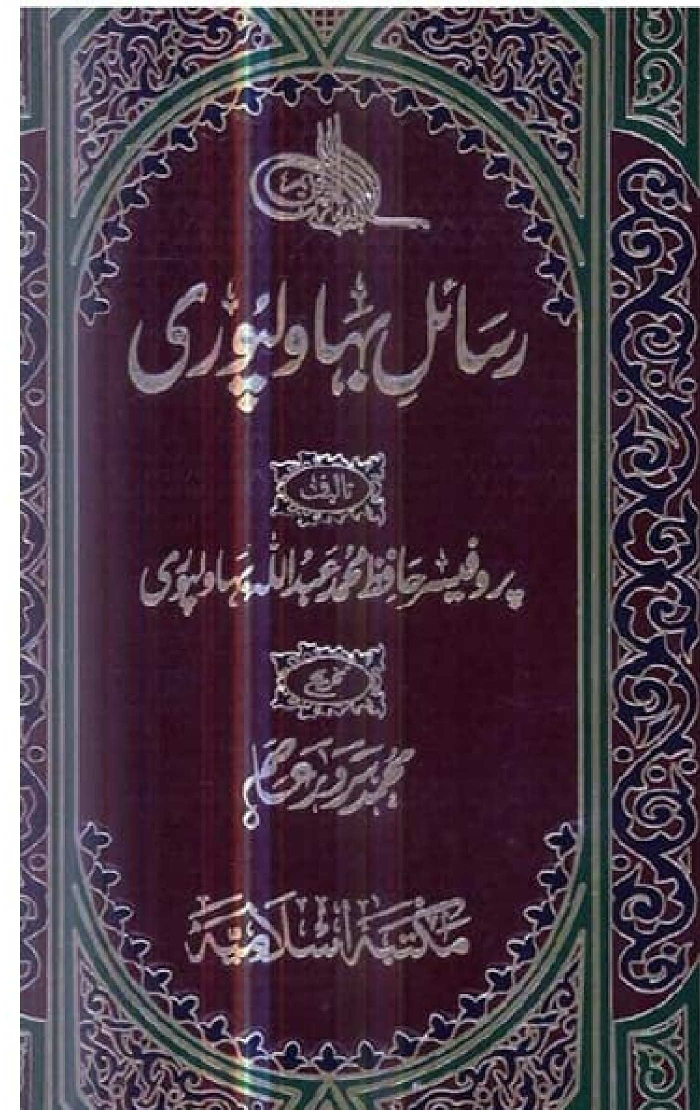
اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا اس کے سوا اور سب کچھ معاف کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔

فائدہ: یہ دونوں آیات اس بات کی صریح دلیل ہیں کہ مشرک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جلتا رہے گا اور اس کی بخشش کبھی نہ ہوگی۔ اسی سبب سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تجھے جلایا جائے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو بھی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

چنانچہ ابن ماجہ[1] میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ وصیت کی مجھ کو میرے دوست نے یعنی رسول اللہ ﷺ نے کہ نہ شریک کر تو اللہ کے ساتھ کسی کو اگرچہ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور تجھے جلایا جائے۔ اور اس بات میں کچھ بھی شک نہیں کہ تقلید خواہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی ہو خواہ ان کے سوا کسی اور کی شرک ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور دوسرے علماء بھی اسی مسلک کے قائل ہیں۔ چنانچہ علامہ معین الدین نے دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب[2] میں لکھا ہے کہ ابن غرنے ہدایہ کے حاشیہ میں کہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور خاص شخص کے مذہب پر اڑا رہے اور یہ سمجھے کہ دوسرے ائمہ کے علاوہ اسی کی بات صحیح واجب الاتباع ہے۔ پس وہ گمراہ جاہل ہے بلکہ کافر ہی ہو جاتا ہے اس سے توبہ کروانی چاہیے۔ اگر توبہ کر لے تو بہتر ہے ورنہ قتل کیا جائے کیونکہ جب اس نے اس بات کا اعتقاد رکھا کہ لوگوں پر دوسرے تمام ائمہ کے سوا صرف ایک ہی امام کی پیروی کرنا واجب ہے تو اس نے گویا اس کو بمنزلہ نبی اکرم ﷺ کے ٹھہرایا اور یہی کفر ہے۔



مقلد مشرک ہوتا ہے جس کے قول وقیاس کو دین سمجھا جائے اس کو اللہ نے اپنا شریک قرار دیا ہے



سرزمین میں ہے۔ ہر مشرک پہلے مقلد ہوتا ہے پھر مشرک۔ اگر تقلید نہ ہو تو شرک کبھی پیدا نہ ہو۔ شرک پیدا ہی تقلید سے ہوتا ہے۔ شرک کو اپنی پیدائش کے لیے جس زمین اور فضا کی ضرورت ہے' وہ تقلید ہی مہیا کر سکتی ہے۔ تقلید ہمیشہ جاہل' بے عقل کرتا ہے اور شرک بھی وہیں پایا جاتا ہے جہاں جہالت اور بے عقلی ہو۔ ان دونوں کے لیے ایسی فضا کی ضرورت ہے۔ جہاں عقل کا فقدان اور اندھی عقیدت کا زور ہو۔ ان دونوں کی بنیاد کسی کو حد سے زیادہ بڑا اور اس کے مقابلے میں اپنے آپ کو چھوٹے سے چھوٹا سمجھنے پر ہے اور یہی عبادت کا مفہوم ہے۔ عبادت کہتے ہیں دوسرے کو بڑے سے بڑا جان کر اپنے آپ کو اس کے مقابلے میں چھوٹے سے چھوٹا سمجھنا۔ یہی کچھ مقلد اپنے امام سے کرتا ہے۔ وہ اپنے امام کو اتنا بڑا سمجھتا ہے کہ خود کو اس کے سامنے جانور سمجھتا ہے اور جانوروں کی طرح اس کا قلادہ گلے میں ڈالنے کو اپنی سعادت خیال کرتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ اسے اللہ کا شریک ٹھہرا لیتا ہے۔

ح اللہ کا شریک کیسے ؟

م اس طرح کہ اس کی بات کو خدائی حکم سمجھتا ہے۔

ح یہ شرک اور شریک ٹھہرانا کیسے ہو گیا۔

م اللہ کا حق اپنے امام کو جو دیا' قرآن مجید میں ہے:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَٰؤُا شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ﴾ [42:الشوری:21]

کیا ان مشرکوں نے ایسے شریک بنا رکھے ہیں جو ان کے لیے دین میں ایسے مسئلے بناتے ہیں جن کی منظوری اللہ نے نہیں دی۔

اس آیت میں جس کے قول وقیاس کو دین سمجھا جائے اس کو اللہ نے اپنا شریک قرار دیا ہے۔ اللہ کے اذن کے بغیر نبی کی بات دین نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ عالموں کی آرا کو دین بنایا جائے۔ لیکن مقلد اپنے امام کی بات کو دین سمجھتا ہے۔ گویا جو حقِ تشریع اللہ کا

کلمہ نہ پڑھیں یا تقلید کو چھوڑ دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بندہ کسی کی تقلید کرتا ہے تو وہ اپنے مقلد یعنی امام کو گویا نبی بناتا ہے اور نبی کی بات چوں کہ عین اللہ کی بات ہوتی ہے تو گویا وہ اپنے امام کو اللہ کا درجہ دیتا ہے جو اس کی بات کو دین سمجھتا ہے۔ حالانکہ دین تو وہ ہوتا ہے جو اللہ کہے۔ اگرچہ نبی کی زبان سے ہو۔ امام کو یہ درجہ دینا گویا اس کو اللہ کا شریک بناتا ہے۔ جن کی باتوں کو لوگ دین سمجھ کر اپنا لیتے ہیں اللہ نے ان کو اپنا شریک کہا ہے۔ قرآن مجید میں ہے

﴿وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ﴾ [6:انعام:138]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قتل اولاد کا مسئلہ گھڑنے والوں کو شریک کہا ہے۔ جاہلیت میں لوگ نذر مانتے اگر میرے اتنے لڑکے ہونے تو میں ایک اپنے معبود کے نام پر ذبح کروں گا۔ چنانچہ حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کے ذبح کرنے کی نذر مانی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو ایسے مسئلے بناتے ہیں وہ میرے شریک بنتے ہیں۔ جو بھی دین میں کوئی مسئلہ گھڑے اور اسے چالو کرے وہ اللہ کا شریک ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ﴾ [42:الشوری:21] کیا ان کے ایسے شریک بھی ہیں جو ان کے لیے بغیر میری منظوری کے شریعت بناتے ہیں۔ جب کسی کو امام بنا کر اس کے مسئلے کو لینا اس کو اللہ کا شریک بنانا ہے۔ تو تقلید تو خود بخود شرک ہو گئی اور مقلد مشرک ہو گیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آیت دعوت میں جب اہل کتاب کو کلمہ توحید کی دعوت دی تو تقلید کی نفی کی شق بھی اس میں رکھ دی اور بتا دیا کہ لا الہ الا اللہ اس کا صحیح ہے جو تقلید نہ کرے۔

تقليد شخصی

الطبعة الوحيدة الكاملة من :

كتاب المجموع

شرح المهذب للشيرازى

للإمام أبى زكريا محيى الدين بن شرف النووى

الجزء الأول

حققه وعلق عليه وأكمله بعد نقصانه
محمد نجيب المطيعى

مكتبة الإرشاد
جدة - المملكة العربية السعودية

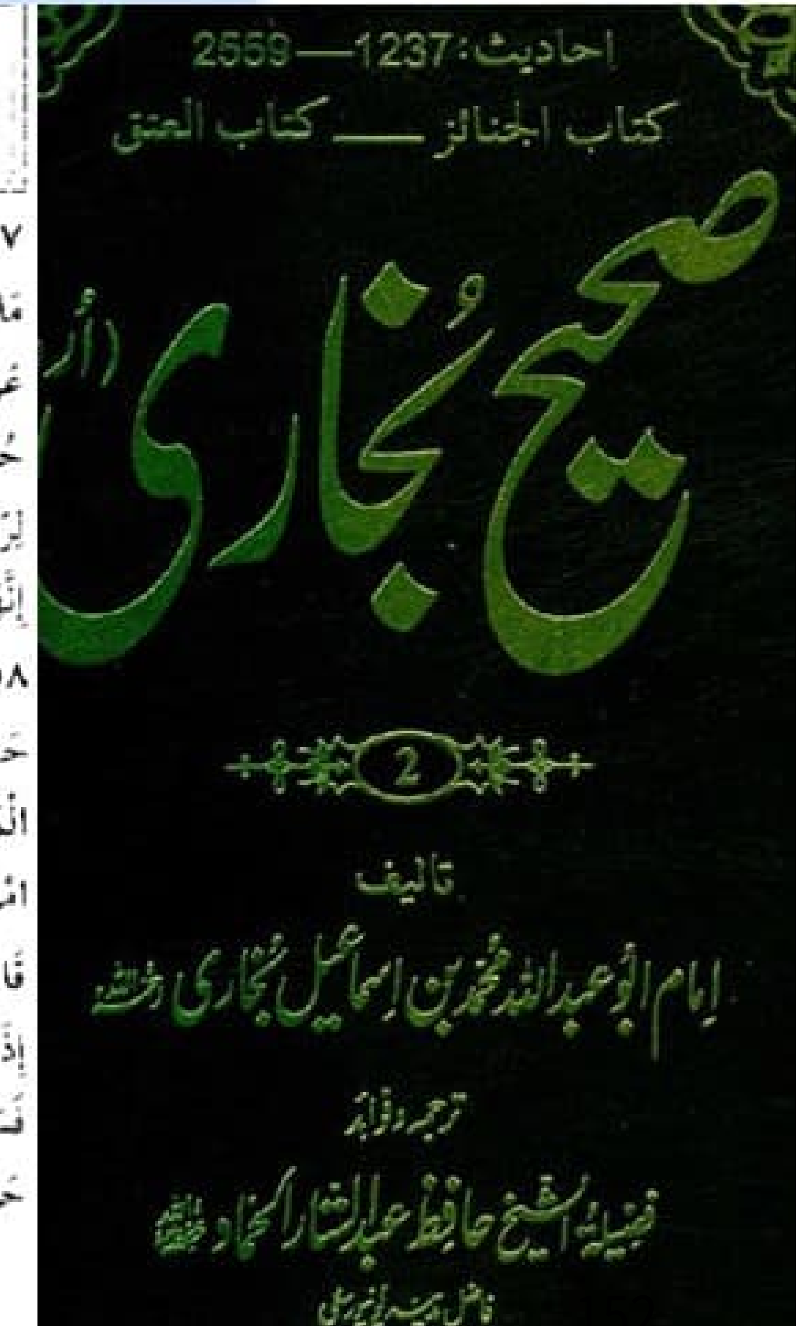
« والثانى » : يلزمه وبه قطع ابو الحسن الكيا (٢) ، وهو جار فى كل من لم يبلغ رتبة الاجتهاد من الفقهاء واصحاب سائر العلوم ، ووجهه انه لو جاز اتباع اى مذهب شاء لأفضى الى ان يلتقط رخص المذاهب متبعا هواه، ويتخير بين التحليل والتحريم والوجوب والجواز . وذلك يؤدى الى انحلال ربقة التكليف بخلاف العصر الأول ، فانه لم تكن المذاهب الوافية بأحكام الحوادث مهذبة وعرفت ، فعلى هذا يلزمه أن يجتهد فى اختيار مذهب يقلده على التعيين ، ونحن نمهد له طريقا يسلكه فى اجتهاده سهلا ، فنقول : اولا ليس له أن يتبع فى ذلك مجرد التشهى ، والميل الى ما وجد عليه آباءه ، وليس له التمذهب بمذهب احد من ائمة الصحابة رضى الله عنهم وغيرهم من الأولين ، وان كانوا اعلم واعلى درجة ممن بعدهم ، لأنهم لم يتفرغوا لتدوين العلم وضبط اصوله وفروعه ، فليس لأحد منهم مذهب مهذب محرر مقرر ، وانما قام بذلك من جاء بعدهم من الأئمة الناحلين لمذاهب الصحابة والتابعين ، القائمين بتمهيد احكام الوقائع قبل وقوعها ، الناهضين بايضاح اصولها وفروعها ، كمالك وابى حنيفة وغيرهما .

---

(١) يراد بالشيخ هنا الشيخ ابو محمد الجوينى والد امام الحرمين وشيخه (ط) .

(٢) زميل الامام الغزالى وهو ابو الحسن على بن محمد بن على الطبرى الملقب عماد الدين المعروف بالكيا الهراسى ، كان من اهل طبرستان وخرج الى نيسابور وتفقه على امام الحرمين ابى المعالى الجوينى ، وكان حسن الوجه جهورى الصوت ، ثم خرج الى نيسابور ثم الى بيهق ، ودرس بها مدة ثم خرج الى العراق ، وتولى تدريس المدرسة النظامية ببغداد الى وفاته فى مستهل المحرم سنة ٥٠٤ ببغداد فى تربة الشيخ ابى اسحق الشيرازى [ط]

تقلید شخصی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں



(١٤٥) بَابٌ: إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ

١٧٥٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حَاضَتْ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «أَحَابِسَتُنَا هِيَ؟» قَالُوا: إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ. قَالَ: «فَلَا إِذًا». [راجع: ٢٩٤]

١٧٥٨، ١٧٥٩ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ: أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ سَأَلُوا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ امْرَأَةٍ طَافَتْ، ثُمَّ حَاضَتْ، قَالَ لَهُمْ: تَنْفِرُ، قَالُوا: لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ، قَالَ: إِذَا قَدِمْتُمُ الْمَدِينَةَ فَاسْأَلُوا فَقَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَسَأَلُوا فَكَانَ فِيمَنْ سَأَلُوا أُمُّ سُلَيْمٍ. فَذَكَرَتْ حَدِيثَ صَفِيَّةَ.

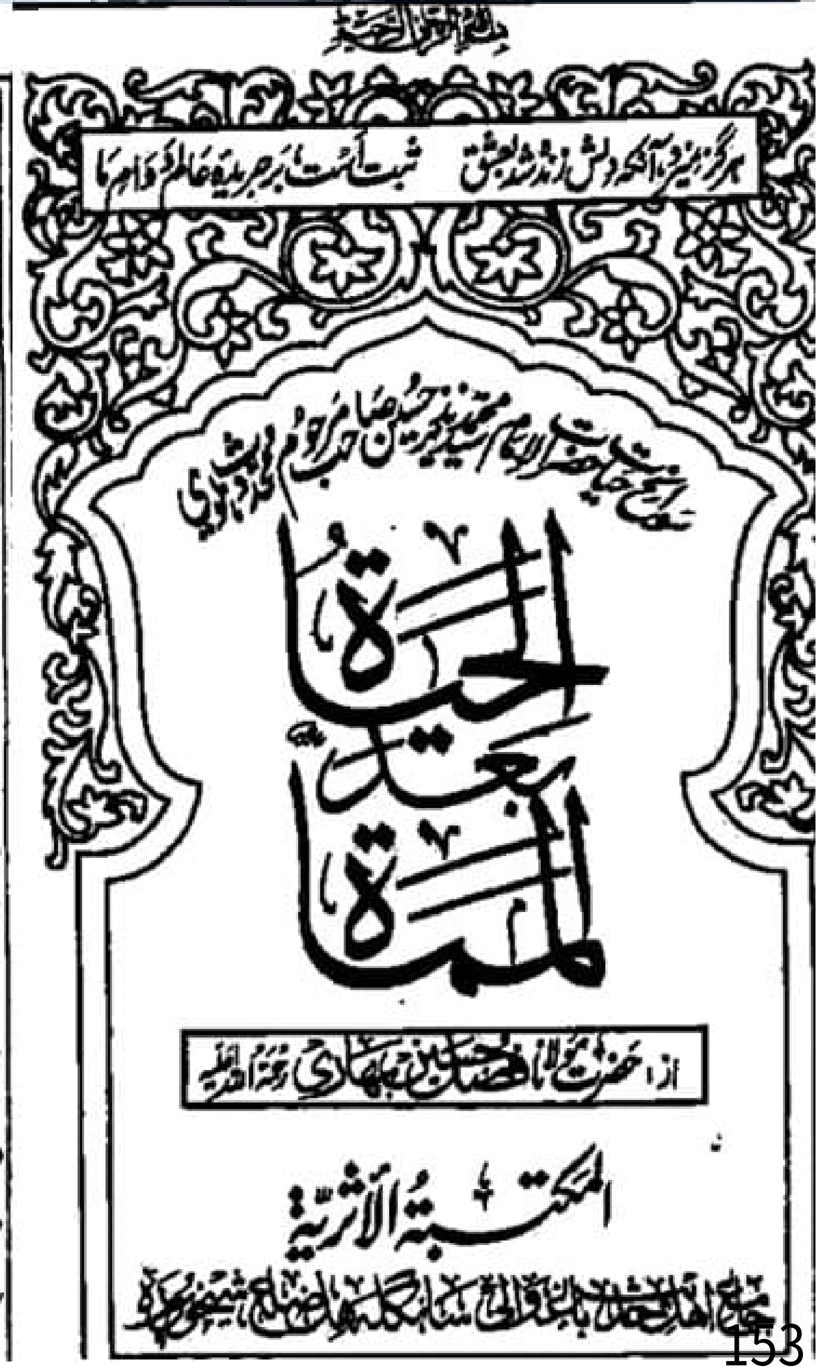
باب: 145- طواف زیارت کر لینے کے بعد اگر عورت کو حیض آ جائے؟

[1757] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت صفیہ بنت حیی ؓ کو حیض آ گیا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا یہ ہمیں روک لے گی؟'' انھوں نے عرض کیا کہ انھوں نے طواف زیارت کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''پھر کوئی حرج نہیں ہے، یعنی سفر کا آغاز کرو۔''

[1759,1758] حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے اس عورت کے متعلق دریافت کیا جس نے طواف زیارت کر لیا ہو، پھر اسے حیض آ جائے؟ انھوں نے فرمایا کہ وہ اپنے سفر کا آغاز کر دے۔ لوگوں نے کہا: ہم ایسا نہیں کریں گے کہ آپ کی بات مان لیں اور حضرت زید بن ثابت ؓ کی بات ترک کر دیں۔ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ جب تم واپس مدینہ جاؤ تو اس مسئلے کی تحقیق کر لینا، چنانچہ لوگ جب مدینہ طیبہ واپس آئے تو اس مسئلے کے متعلق دریافت کیا، جن لوگوں سے انھوں نے دریافت کیا ان میں سے ام سلیم ؓ بھی تھیں۔

میاں نذیر حسین صاحب نے فرمایا کہ میں بعض مسائل میں مقلد ہوں اور بعض میں مجتہد

میاں صاحب نے فرمایا کہ بناءً علی التجزی فی الاجتہاد میں بعض مسائل میں مقلد ہوں اور بعض میں مجتہد پھر آگے کی عبارت سنائی ولو التزم مذهباً معيناً فهل يلزم الاستمرار عليه ام لا فقيل نعم وقيل لا يجب الاستمرار ويصح الانتقال وهذا هو الحق الذی ينبغي ان يومن ويعتقد به لكن لا ينبغي ان يكون الانتقال للتلهي فان التلهي حرام قطعاً في المذهب كان او في غيره اذ لا واجب الا ما اوجب الله تعالیٰ والحكم له ولم يوجب على احد ان يتمذهب بمذهب رجل من الائمة فايجابه تشريع شرع جديد ولك ان تستدل عليه بان اختلاف العلماء رحمة بالنص وترقبه في حق الخلق فلو التزم العمل بمذهب كان هذا نقمه وشدة " مولوی محمد فصیح صاحب نے ان عبارتوں کو سن کر فرمایا کہ یہی مذہب تو ہمارا بھی ہے جیسا کہ مولانا لکھتے ہیں میاں صاحب نے کتاب لے کر علی رؤس الاشہاد کھڑے ہو کر اس عبارت کو دہرا کر اس کا ترجمہ اردو میں جملہ حاضرین کو سنا کر کہا صاحبو مولوی محمد فصیح صاحب غازی پوری فرماتے ہیں " یہی مذہب ہمارا ہے " سارے مقلدین اور مخالفین کی اس وقت حالت یہی تھی طار قلبهم اس کے بعد میاں صاحب نے دو روپے کی مٹھائی منگا کر مولوی محمد فصیح صاحب کے سامنے رکھ کر کہا کہ آپ کی دعوت ہے مولوی صاحب مرحوم اور حاضرین مٹھائی کھا کر جامع مسجد سے روانہ ہوئے۔



اماموں نے اپنے قول کے تقلید کی اجازت دی ہے

جواب :- نام میرا مولوی عبدالحی ابن مولوی عبدالحلیم صاحب ساکن فرنگی محل عمر
تخمیناً تینتیس ۳۳ سال بقول صالح بیان کرتا ہوں۔ حنفی وغیرہ ہونا مسلمانی میں شرط نہیں ہے۔ اور
پیغمبر صاحب اور اصحاب اور ائمہ کے وقت میں حنفی شافعی وغیرہ نام سے مسلمان موسوم نہ
ے، اماموں نے اپنے قول کی تقلید کی اجازت دی ہے اُس حالت میں جب کہ خلاف
ن وحدیث نہ ہو، مسلمان زمانہ صحابہ اور تابعین کے اچھے تھے ان لوگوں سے جو
ل مقلدین قرآن وحدیث سے ناراض ہیں اور پیغمبر صاحب نے زمانہ صحابہ تابعین
تبع تابعین کو اچھا کہا ہے۔ اور پچھلے زمانہ میں جھوٹ اور گناہ پھیلنے کی خبر دی ہے
ال :- جو شخص بموجب قرآن وحدیث کے نماز ادا کرے اور مسئلوں میں مقلد

ایک امام خاص کا نہ ہو اور سب اماموں کو برابر حق جان کر جس کا مسئلہ موافق حدیث کے
سمجھے عمل کرے تو وہ مسلمان سنت جماعت ہے یا نہیں!



اقتداء کا معنی تقلید کیا ہوا ہے

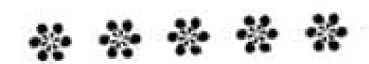
تفسير الفخر الرازي

المشتهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب

للإمام محمد الرازي فخر الدين ابن العلامة ضياء الدين عمر

المشتهر بخطيب الري نفع الله به المسلمين

٥٤٤ — ٦٠٤ هـ



الطبعة الأولى ١٤٠١ هـ - ١٩٨١ م

تمتاز هذه الطبعة بفهرس لآيات الاحكام

الجزء الحادي والعشرون

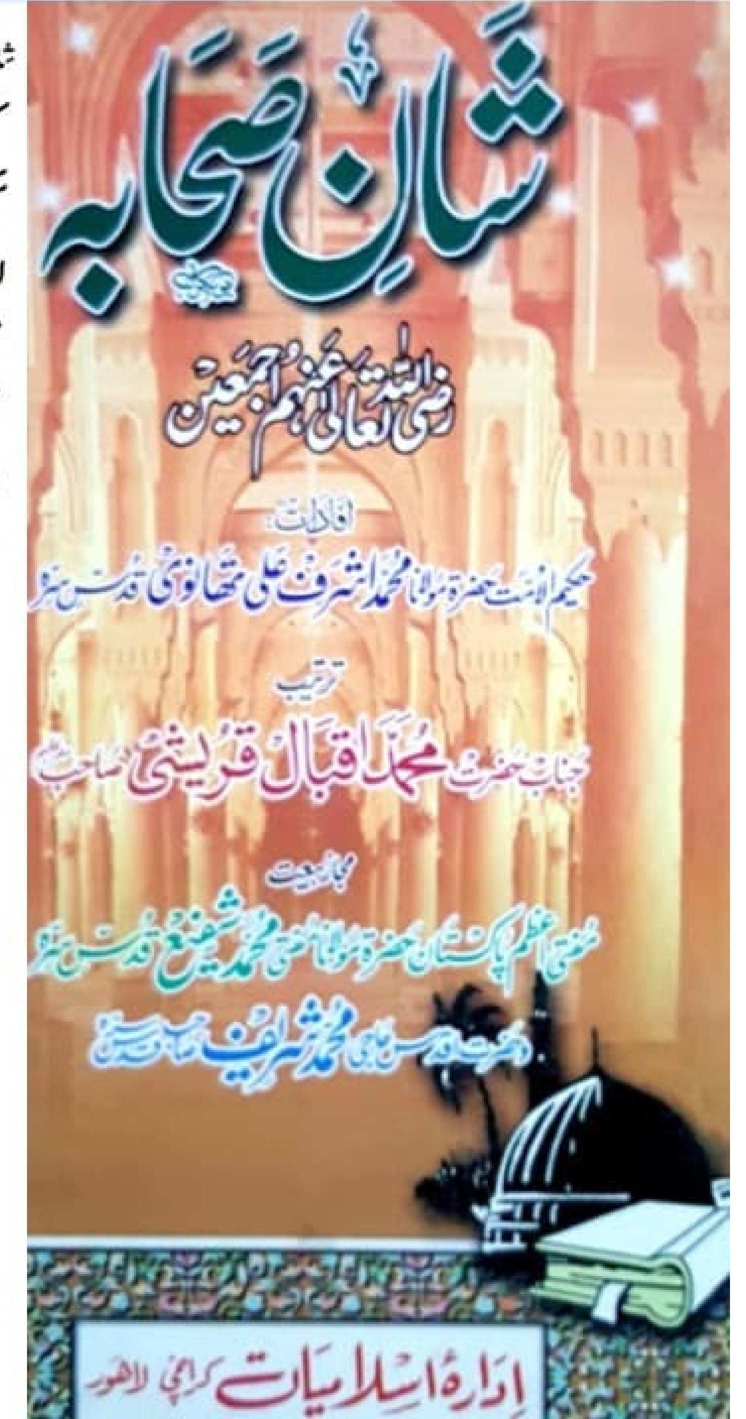
دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

بعلوشأنه وطهارة دينه على ماقال تعالى (ملة أبيكم ابراهيم) وقال تعالى (ومن يرغب عن ملة ابراهيم إلا من سفه نفسه) فكأنه تعالى قال للعرب إن كنتم مقلدين لآبائكم على ما هو قولكم (إنا وجدنا آباءنا على أمة وإنا على آثارهم مقتدون) ومعلوم أن أشرف آبائكم وأجلهم قدراً هو إبراهيم عليه السلام فقلدوه فى ترك عبادة الأوثان وإن كنتم من المستدلين فانظروا فى هذه الدلائل التى ذكرها ابراهيم عليه السلام لتعرفوا فساد عبادة الأوثان وبالجملة فاتبعوا ابراهيم إما تقليداً وإما استدلالا (وثانيها) أن كثيراً من الكفار فى زمن الرسول ﷺ كانوا يقولون كيف نترك دين آبائنا وأجدادنا فذكر الله تعالى قصة ابراهيم عليه السلام وبين أنه ترك دين أبيه وأبطل قوله بالدليل ورجح متابعة الدليل على متابعة أبيه ليعرف الكفار أن ترجيح جانب الأب على جانب الدليل رد على الأب الأشرف الأكبر الذى هو إبرهيم عليه السلام (وثالثها) أن كثيراً من الكفار كانوا يتمسكون بالتقليد وينكرون الاستدلال على ما قال الله تعالى (قالوا إنا وجدنا آباءنا على أمة) و(قالوا وجدنا آباءنا لها عابدين) فحكى الله تعالى عن إبراهيم عليه السلام التمسك بطريقة الاستدلال تنبيهاً لهؤلاء على سقوط هذه الطريقة ثم قال تعالى فى وصف إبراهيم عليه السلام (إنه كان صديقاً نبياً) وفى الصديق قولان (أحدهما) أنه مبالغة فى كونه صادقاً وهو الذى يكون عادته الصدق لأن هذا البناء ينبىء عن ذلك يقال رجل خمير وسكير للمولع بهذه الأفعال (والثانى) أنه الذى يكون كثير التصديق بالحق حتى يصير مشهوراً به والأول أولى وذلك لأن المصدق بالشىء لا يوصف بكونه صديقاً إلا إذا كان صادقاً فى ذلك التصديق فيعود الأمر إلى الأول فان قيل أليس قد قال تعالى (والذين آمنوا بالله ورسله أولئك هم الصديقون والشهداء) قلنا المؤمنون بالله ورسله صادقون فى ذلك التصديق واعلم أن النبى يجب أن يكون صادقاً فى كل ما أخبر عنه لأن الله تعالى صدقه ومصدق الله صادق وإلا لزم الكذب فى كلام الله تعالى فيلزم من هذا كون الرسول صادقاً فى كل مايقول ، ولأن الرسل شهداء الله على الناس على ماقال الله تعالى (فكيف إذا جئنا من كل أمة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيداً) والشهيد إنما

تقلید کہتے ہیں اتباع کو۔ ص۔296

کہوں؟ آخر میں نے کہا کہ بیعت کی کچھ شرائط ہیں جو اس جلسہ میں مفصل بیان نہیں ہو سکتیں۔ اسکی مناسب صورت یہ ہے کہ جب میں وطن پہنچ جاؤں اس وقت آپ مجھ سے اس کے متعلق خط وکتابت فرمائیں۔ میں جواب میں شرائط سے اطلاع دے دوں گا۔ خیال دل میں یہ تھا کہ اگر ان لوگوں نے وطن پہنچنے کے بعد لکھا تو یہ جواب دوں گا کہ اس طریق میں نفع کیلئے مناسبت شرط ہے۔ بدوں مناسبت نفع نہیں ہو سکتا اور اختلاف مذہب ظاہر ہے کہ مناسبت کی ضد ہے تو نفع کی کیا صورت ہے؟ خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ سنی ہو جاؤ تو بیعت ہو سکتے ہو مگر اس کے بعد کسی نے کچھ نہ لکھا۔ یہ حضرات اکثر بڑے مہذب ہوتے ہیں اور اکثر دیکھا ہے کہ دوسرے فرقے جس قدر ہیں ان میں ظاہری اخلاق اور تہذیب بہت ہوتی ہے۔

ایک شیعہ نے انہی میں سے ایک سوال کیا جو بالکل نیا سوال تھا اس سے قبل مجھ سے یہ سوال کسی نے نہ کیا تھا۔ میں بالکل خالی الذہن تھا مگر اللہ تعالیٰ نے عین وقت پر مدد فرمائی۔ وہ سوال یہ تھا کہ تقلید اور بیعت میں کیا فرق ہے؟ میں نے کہا تقلید کہتے ہیں اتباع کو اور بیعت کہتے ہیں معاہدۂ اتباع کو۔ یہ جواب سن کر وہ شخص بے حد محظوظ ہوا۔ اور یہ سب ہر وقت کے مناسب معاملہ یا جواب سمجھ میں آجانا اللہ کا فضل ہے اور اپنے بزرگوں کی دعا کا اثر ہے چنانچہ حضرت مولانا یعقوب صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے ایک مرتبہ جوش کی حالت میں ہم چند خادموں سے یہ فرمایا کہ تم جہاں جاؤ گے ان شاء اللہ وہاں تم ہی تم ہو گے تو یہ میرا کمال تھوڑا ہی ہے یہ تو حضرت کی دعا کی برکت ہے اسی لئے بزرگوں سے تعلق بڑی دولت ہے، بڑی نعمت ہے۔ لوگ اس کی قدر نہیں کرتے۔ مجھ کو تو اس لئے بھی اس کی خاص قدر ہے کہ میرے پاس تو سوائے



زیادہ بحث و سوالات کی کچھ ضرورت نہین ہے۔ اس مجمل جواب سے آپکے جملہ خدشات جو آپ نے ظاہر کیئے ہین یا جو آپ کے خیال مین ہین۔ دفع ہو سکتے ہین تاہم بپاس خاطر جناب آپکے بعض سوالات اپنی عبارت مین نقل کرکے اُنکے جوابات تحریر کرتا ہون۔

سوال اول۔ بعلمون کے لئے اجتہاد ناجایز ہے اور اونپر سوال اہل علم واجب ہے تو پھر انکے لئے ترک تقلید کب متصور ہے۔

جواب۔ عوام اور بعلمون کے لئے ترک مطلق تقلید کا کوئی قایل نہین بجز حافظ ابن حزم ظاہری جیکا قول جمہور علماے اسلام کے نزدیک مسلم نہین (دیکھو حجۃ اللہ البالغہ*

* **حضرت** شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین ابن حزم کا قول مذکور کہ تقلید حرام ہے

ولیس محل ای قول ابن حزم التقلید	اس شخص کے حق مین نہیں ہے جو
[illegible]	آنحضرت ... کے قول کا مطیع کہلاوے
صلی اللہ علیہ وسلم ولا یعتقد حلالا	اور اس چیز کو حلال یا حرام سمجھے جسکو
الا ما احل اللہ ورسولہ ولا حراما الا	خدا ورسول کے حرام ٹھہرایا مگر اسکو
ما حرمہ اللہ ورسولہ لکن لما لم یکن لہ	کسی مسئلہ مین قول نبوی کا علم نہ ہو
علم بما قالہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم	یا آنحضرت کے مختلف اقوال کو وہ باہم
ولا بطریق الجمع بین المختلفات من	متفق نہ کرسکے یا اوس قول سے وہ
کلامہ ولا بطریق الاستنباط من کلامہ	استنباط مسایل نہ کرسکے تو اس
اتبع عالما راشدا علی انہ مصیب فیما	وقت کسی مجتہد کی تقلید کرلے
یقول ویفتی ظاہرا متبع سنۃ رسول	اور جب اسکا قول قول آنحضرت کے
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان خالف ما	مخالف معلوم ہو تو اوسکو فوراً
یظنہ اقلع من ساعتہ من غیر جدال ولا	چھوڑ دے۔

اشاعۃ السنۃ النبویۃ
علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ

نمبر اول — معہ — جلد یازدہم

ضمیمہ متضمن مسائل مذہب محدثین اہل السنۃ

بابت ۱۳۰۶ ہجری مطابق ۱۸۸۸ء

اصول و ضوابط و شرح قیمت رسالہ و ضمیمہ

(۱) یہ رسالہ اور اسکا ضمیمہ دونو ماہواری ہین (۲) ضمیمہ اکثر رسالہ سے علیحدہ شایع ہوتا ہے (۳) ضمیمہ رسالہ سے علیحدہ نہین فروخت ہوتا رسالہ بدون ضمیمہ مل سکتا ہے (۴) رسالہ کا اصول اغراض مین

(الف) اصول اسلام اور اسکے فروع عظام سے خصوصا جو متعلق معاشرت ہین بحث کرنا۔

(ب) اہل اسلام کے مختلف فرقون کی باہمی اتحاد و اتفاق مین کوشش کرنا۔

(ج) مسلمانوں کی ... [illegible]

(د) پولیٹیکل مضامین جنکو مذہب سے تعلق ہو بحث کرنا قوم کی مذہبی ضرورتون و دور ... مین با ادب کرنا اور گورنمنٹ کے حقوق سے جنکی مذہب مین ہدایت ہے قوم کو آگاہ کرنا۔

(۵) ضمیمہ کا غرض صرف مسائل فرعیہ مذہب محدثین سے بحث کرنا ہے۔

(۶) قیمت رسالہ عموماً عـہ سالانہ ہے **خواص** (روسا اہل اسلام) بنظر اعانت للہ عنایت فرمانے مین **بعض** اشخاص سے جن کی آمدنی چالیس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہین ہے عا روپیہ لیئے جاتے ہین جنکی آمدنی دس روپیہ سے زیادہ نہین ان سے ۱ روپیہ جو دس روپیہ ماہواری آمدنی نہین رکھتے پر علمی استطاعت رکھتے ہین اور اس رسالہ کی اشاعت کرتے ہین انسے دعا خیر **ضمیمہ** کی عام قیمت تین روپیہ ہے **خاص** چھ روپیہ **رعایتی** عصہ ادنے ۱۲ ر **آخری** ...

(۷) ان مراتب خمسہ کا تصفیہ و تقرری خریداروں کے بیان پایمان پر ہے۔

(۸) خط کتابت وارسال زر مہتمم کے پورے نام و خطاب سے حسب نشان ذیل ہونا چاہیے

(۹) سبیل ارسال زر بذریعہ منی آرڈر یا ہنڈوی ہو اور کوئی نہ ہو ورنہ مہتمم ذمہ وار نہ ہوگا

ابوسعید محمد حسین مہتمم رسالہ اشاعۃ السنہ لاہور

ابن عادل الحنبلی امام قرطبیؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ: عامی جو احکام کا استنباط کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس پر علماء کی تقلید فرض ہے۔

طلبته بالتقليد، لا بالدَّليل، مع أنَّ ذلك المتقدِّم طلبه بالدليل لا بالتقليد، كنت مخالفاً له، فثبت أن القول بالتقليد يفضي ثبوته إلى نفيه، فيكون باطلاً، وإنَّما ذكرت هذه الآية الكريمة عقيب الزجر عن اتباع خطوات الشَّيطان؛ تنبيهاً على أنه لا فرق بين متابعة وساوس الشيطان، وبين متابعة التَّقليد، وفيه أقوى دليلٍ على وجوب النَّظر، والاستدلال، وترك التَّعويل على ما يقع في الخاطر من غير دليلٍ، أو على ما يقوله الغير من غير دليل.

فصل في بيان ما يستثنى من التَّقليد

قال القرطبيُّ: ذمَّ الله تعالى الكفَّار؛ باتباعهم لآبائهم في [الباطل][1] واقتدائهم بهم في الكفر، والمعصية، وهذا الذَّمُّ في الباطل صحيحٌ، وأما التقليد في الحقِّ، فأصل من «أصول الدِّين»، وعصمة من عصم المسلمين، يلجأ إليها الجاهل المقصِّر عن درك النَّظر، واختلف العلماء ـ رضي الله عنهم ـ في جوازه في مسائل الأصول، وأمَّا جوازه في مسائل الفروع، فصحيحٌ.

فصل في وجوب التَّقليد على العامِّي

قال القرطبيُّ ـ رضي الله عنه ـ: فرض العامِّيِّ الذي لا يستقلُّ باستنباط الأحكام من أصولها، لعدم أهليته فيما لا يعلمه من أمر دينه، ويحتاج إليه ـ أن يقصد أعلم من في زمانه ببلده؛ فيسأله عن نازلته، فيتمثَّل فيها فتواه؛ لقوله تعالى: ﴿فَسْـَٔلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل: ٤٣] وعليه الاجتهاد في أعلم أهل زمانه بالبحث عنه؛ حتى يتفق أكثر الناس عليه، وعلى العالم أيضاً أن يقلِّد عالماً مثله في نازلةٍ خفي عليه وجه الدليل فيها.

قوله تعالى: ﴿وَمَثَلُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ كَمَثَلِ ٱلَّذِى يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَآءً وَنِدَآءً﴾







دین کے معاملہ میں کوئی بات بے دلیل شرعی کے نہیں کہتا اس کا اتباع کر لیا جاتا ہے اگرچہ کوئی دلیل بھی مسئلہ کی بیان نہ کرے اسی کا نام تقلید ہے

چوتھا باب

تقلید کا بیان

تقلید کی تعریف

تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلا دے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا۔ (الاقتصا صفحہ ۱۰)

تقلید کا مدار حسن ظن پر ہے۔ جس شخص کے متعلق یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ دین کے معاملہ میں کوئی بات بے دلیل شرعی کے نہیں کہتا اس کا اتباع کر لیا جاتا ہے اگرچہ وہ کوئی دلیل بھی مسئلہ کی بیان نہ کرے اسی کا نام تقلید ہے۔ اور جس شخص کے متعلق یہ اعتقاد نہیں ہوتا وہ دلیل بھی بیان کرے تو بھی شبہ رہتا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں اور بعض رسائل میں مثلاً رسالہ مظالم میں محض احکام لکھے ہیں کوئی دلیل نہیں لکھتے مگر غیر مقلد حضرات چونکہ ان کے معتقد ہیں کہ وہ بے دلیل بات نہیں کرتے اس لئے ان کی بات کو مانتے ہیں۔ تو حنفیہ کو بھی یہ حق ہے کہ امام ابوحنیفہ کے بیان کئے ہوئے مسائل پر بایں اعتقاد عمل کر لیں کہ وہ کوئی بات بے دلیل نہیں فرمایا کرتے۔ (مجالس حکیم الامت صفحہ ۳۱۸)

میرے دل میں تو تقلید کی تفسیر یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و ارشادات پر عمل کرتے ہیں اس تفسیر پر جو امام ابوحنیفہ نے بیان کی ہے کیونکہ وہ

اجتہاد و تقلید کا آخری فیصلہ

افادات

حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ

ترتیب

حضرت مولانا محمد زید مظاہری ندوی

خادم الافتاء والتدریس جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

زمزم پبلشرز

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: نہ ہر شخص پر تقلید واجب ہے نہ ہر شخص پر اجتہاد واجب ہے۔ جو اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو اس پر اجتہاد واجب ہے اور جو اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتا اس پر تقلید واجب ہے۔

فالعلم قد يحصل بلا نظر خاص، بل بطرق أخر: من اضطرار وكشف وتقليد من يعلم أنه مصيب وغير ذلك.

وبإزاء هؤلاء قوم من المحدثة والفقهاء والعامة قد يحرمون النظر في دقيق العلم والاستدلال والكلام فيه، حتى ذوي المعرفة به وأهل الحاجة إليه من أهله، ويوجبون التقليد في هذه المسائل أو الإعراض عن تفصيلها.

وهذا ليس بجيد أيضاً؛ فإن العلم النافع مستحب، وإنما يكره إذا كان كلاماً بغير علم، أو حيث يضر، فإذا كان كلاماً بعلم ولا مضرة فيه فلا بأس به، وإن كان نافعاً فهو مستحب، فلا إطلاق القول بالوجوب صحيحاً، ولا إطلاق القول بالتحريم صحيحاً.

وكذلك المسائل الفروعية: من غالية المتكلمة والمتفقهة من يوجب النظر والاجتهاد فيها على كل أحد، حتى على العامة! وهذا ضعيف؛ لأنه لو كان طلب علمها واجباً على الأعيان فإنما يجب مع القدرة، والقدرة على معرفتها من الأدلة المفصلة تتعذر أو تتعسر على أكثر العامة.

وبإزائهم من أتباع المذاهب من يوجب التقليد فيها على جميع من بعد الأئمة: علمائهم، وعوامهم.

ومن هؤلاء من يوجب التقليد بعد عصر أبي حنيفة ومالك مطلقاً ثم هل يجب على كل واحد اتباع شخص معين من الأئمة يقلده في عزائمه ورخصه؟ على وجهين. وهذا الوجهان ذكرهما أصحاب أحمد والشافعي، لكن هل يجب على العامي ذلك؟

والذي عليه جماهير الأمة أن الاجتهاد جائز في الجملة؛ والتقليد جائز في الجملة، لا يوجبون الاجتهاد على كل أحد ويحرمون التقليد، ولا يوجبون التقليد على كل أحد ويحرمون الاجتهاد، وأن الاجتهاد جائز للقادر على الاجتهاد، والتقليد جائز للعاجز عن الاجتهاد. فأما القادر على الاجتهاد فهل يجوز له التقليد؟ هذا فيه خلاف، والصحيح أنه يجوز حيث عجز عن الاجتهاد: إما لتكافؤ الأدلة، وإما لضيق الوقت عن الاجتهاد، وإما لعدم ظهور دليل له؛ فإنه حيث عجز سقط عنه وجوب ما عجز عنه وانتقل إلى بدله وهو التقليد، كما لو عجز عن الطهارة بالماء.

وكذلك العامي إذا أمكنه الاجتهاد في بعض المسائل جاز له الاجتهاد فإن الاجتهاد منصب يقبل التجزي والانقسام، فالعبرة بالقدرة والعجز، وقد يكون الرجل قادراً في بعض عاجزاً في بعض، لكن القدرة على الاجتهاد لا تكون إلا بحصول علوم تفيد معرفة المطلوب، فأما مسألة واحدة من فن فيبعد الاجتهاد فيها، والله سبحانه أعلم.

• • •

وقال شيخ الإسلام:

فصـــل



مجموع الفتاوى

لشيخ الإسلام

تقي الدين أبي العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام

ابن تيمية الحراني

المتوفى سنة ٧٢٨ هـ

تحقيق

مصطفى عبد القادر عطا

المجلد الحادي عشر

المحتوى:

الجزء التاسع عشر: كتاب أصول الفقه (القسم الأول)

الجزء العشرون: كتاب أصول الفقه (القسم الثاني)





مشہور سلفی عالم صالح عثیمین لکھتے ہیں :

تقلید کہتے ہیں مجتہد کے قول کو بلا معرفت دلیل کے قبول کرنا اور تقلید در حقیقت صحابہ کے دور سے ہے۔

وهكذا، فيتوقف العالم أو يعرض عن إجابة هذا السائل الذي يعلم أو يغلب على ظنه أنه متلاعب لينظر ماذا عند الناس، أو يريد أن يضرب أقوال الناس بعضها ببعض، وهذا أشد فيذهب ويقول: قال العالم الفلاني كذا، وقال العالم الفلاني كذا، فهذا من أسباب توقف المفتي.

* * *

س١٨٢: سئل فضيلة الشيخ -رحمه الله-: عن معنى «الاجتهاد» و«التقليد»، وهل التقليد كان موجودًا في زمن الصحابة والتابعين فيقلد بعضهم بعضًا أم لا؟

فأجاب بقوله: الاجتهاد هو: «بذل الجهد في الوصول إلى حكم شرعي من الأدلة الشرعية الكتاب والسنة والإجماع والقياس الصحيح» هذا هو الاجتهاد، ومن المعلوم أنه لا يصلح للاجتهاد إلا من كان عارفًا بطرقه وعنده علم ودراية حتى يتمكن من الوصول إلى استنباط الأحكام من أدلتها التي أشرت إليها.

وأما التقليد فهو: «الأخذ بقول مجتهد من غير معرفة دليله بل يقلده ثقة بقوله».

والتقليد في الواقع حاصل من عهد الصحابة رضي الله عنهم فإن الله تعالى يقول: ﴿فَسْئَلُوٓاْ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾[1]

(١) سورة النحل، الآية: ٤٣.

مجموع فتاوى ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين

المجلد السادس والعشرون

فتاوى الفقه

العلم

جمع وترتيب

الفقير إلى الله تعالى

فهد بن ناصر بن إبراهيم السليمان

ابن محمد المالکی فرماتے ہیں : تقلید پر محققین کا اجماع ہے اور مذاہب اربعہ سے خروج کرنے والا گمراہ ہے۔ کیونکہ اخذ کتاب و سنت کے ظاہر پر اصول کفر میں سے ہے۔

فإذا أطلقوا حكما في موضع وجد مكملا في موضع آخر، وأما غيرهم فتنقل عنه الفتاوي مجردة، فلعل لها مكملا أو مقيدا أو مخصصا لو انبسط كلام قائله لظهر فيصير في تقليده على غير ثقة، بخلاف هؤلاء الأربعة، قال وهذا توجيه حسن. وقال اللقاني في المنار: يمنع تقليد غير الأئمة الأربعة في الإفتاء والقضاء إجماعا. وقال في الإضاءة: منع تقليد غير المذاهب الأربعة - بعد انقراض غيرهم من المذاهب - وقع عليه إجماع المحققين. وقال الإمام الصاوي: لا يجوز تقليد غير المذاهب الأربعة ولو وافق قول الصحابة والحديث الصحيح والآية، والخارج عن المذاهب الأربعة ضال مضل، وربما أداه ذلك إلى الكفر نعوذ بالله منه؛ لأن الأخذ بظاهر الكتاب والسنة من أصول الكفر فانظره عند قوله تعالى ﴿ وَٱذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ ﴾ [الكهف: 24]. وقال ابن حجر الهيتمي في كف الرعاع: ذكر الأئمة أنه لا يجوز لمفت ولا لقاض تقليد غير الأئمة الأربعة، وقال في المراقي:

ثم التزام مذهب قد ذكرا صحة فرضه على من قصرا
والمجمع اليوم عليه الأربعه وقفو غيرها الجميع منعه
حتى يجيء الفاطمي المجدد دين الهدى لأنه مجتهد

وقال صاحب الدليل: فرض أهل الأصول على غير المجتهد المطلق التزام مذهب معين من مذاهب الأئمة الأربعة. وقال في المفيد: قال المناوي: على غير المجتهد أن يقلد مذهبا معينا، وقال لا يجوز تقليد الصحابة - وكذا التابعي كما قاله إمام الحرمين - من كل من لم يدون مذهبه؛ فيمتنع تقليد غير الأربعة في القضاء

تبكيت المالكي الهاتك حجاب المذهب المالكي

تأليف
محمد المختار بن عابدين بن المختار
ابن محمد المالكي الشنقيطي

طبعة جديدة منقحة ومصححة





الأصول من علم الأصول

تأليف فضيلة الشيخ
محمد بن صالح العثيمين
رحمه الله

حققه وخرّج أحاديثه وعلّق عليه
أبو إسحاق أشرف بن صالح العشري المصري
غفر الله له ولوالديه وللمسلمين

دار الإيمان
للطبع والنشر والتوزيع
إسكندرية ت [illegible]

التقليد

تعريفه:

التقليد لغة: وضع الشيء في العنق محيطاً به كالقلادة.

واصطلاحاً: اتباع من ليس قوله حجة.

فخرج بقولنا: «من ليس قوله حجة» اتباع النبي ﷺ واتباع أهل الإجماع، واتباع الصحابي - إذا قلنا أن قوله حجة - فلا يسمي اتباع شيء من ذلك تقليداً، لأنه اتباع للحجة لكن قد يسمي تقليداً علي وجه المجاز والتوسع.

مواضع التقليد:

يكون التقليد في موضعين:

الأول: أن يكون المقلد عامياً لا يستطيع معرفة الحكم بنفسه ففرضه التقليد لقوله تعالي: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل: ٤٣]. ويقلد أفضل من يجده علماً وورعاً فإن تساوي عنده اثنان خُيِّر بينهما.

الثاني: أن يقع للمجتهد حادثة تقتضي الفورية ولا يتمكن من النظر فيها فيجوز له التقليد حينئذ، واشترط بعضهم لجواز التقليد ألا تكون المسألة من أصول الدين التي يجب اعتقادها لأن العقائد يجب الجزم فيها والتقليد إنما يفيد الظن فقط.

والراجح أن ذلك ليس بشرط لعموم قوله تعالي: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل: ٤٣]. والآية في سياق إثبات الرسالة وهو أصول الدين ولأن العامي لا يتمكن من معرفة الحق بأدلته فإذا تعذر عليه معرفة الحق بنفسه لم يبق إلا التقليد لقوله تعالي: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ [التغابن: ١٦].

أنواع التقليد: التقليد نوعان: عام، وخاص:

الرسالة السادسة

ص (39)

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد بن عبد الوهاب إلى العلماء الأعلام في بلد الله الحرام نصر الله بهم سيد الأنام وتابعي الأئمة الأعلام، سلام عليكم ورحمة الله وبركاته وبعد :

جرى علينا من الفتنة ما بلغكم وبلغ غيركم وسببه هدم بنيان في أرضنا على قبور الصالحين فلما كبر هذا على العامة لظنهم أنه تنقيص للصالحين ومع هذا نهيناهم عن دعواهم وأمرناهم بإخلاص الدعاء لله فلما أظهرنا هذه المسئلة مع ما ذكرنا من هدم البنيان على القبور كبر على العامة جداً وعاضدهم بعض من يدعى العلم لأسباب أخر التي لا تخفى على مثلكم أعظمها اتباع هوى العوام مع أسباب أخر فأشاعوا عنا أنا نسب الصالحين وأنا على غير جادة العلماء، ورفعوا الأمر إلى المشرق والمغرب وذكروا عنا أشياء يستحي العاقل من ذكرها وأنا أخبركم بما نحن عليه (خبراً لا أستطيع أن أكذب) بسبب أن مثلكم لا يروج عليه الكذب على أناس متظاهرون بمذهبهم عند الخاص والعام فنحن ولله الحمد متبعين غير مبتدعين على مذهب الإمام أحمد بن حنبل وحتى من البهتان الذي أشاع الأعداء إني ادعي الاجتهاد ولا أتبع الائمة فإن بان لكم أن هدم البنا على القبور والأمر بترك دعوة الصالحين لما أظهرناه وتعلمون أعزكم الله أن المطاع في كثير من البلدان لو تبين بالعمل بهاتين المسئلتين أنها تكبر على العامة الذين درجوهم وإياهم على ضد ذلك فإن كان الأمر كذلك فهذه كتب الحنابلة عندكم بمكة شرفها الله مثل (الإقناع) (وغاية المنتهى) (والإنصاف) اللاتي عليه اعتماد المتأخرين وهو عند الحنابلة (كالتحفة) (والنهاية) عند الشافعية وهم ذكروا في باب الجنايز هدم البنا على القبور واستدلوا





توجبه الشريعة المحمدية الطاهرة.

فهذه عقيدة وجيزة حررتها وأنا مشتغل البال لتطلعوا على ما عندي والله على ما نقول وكيل.

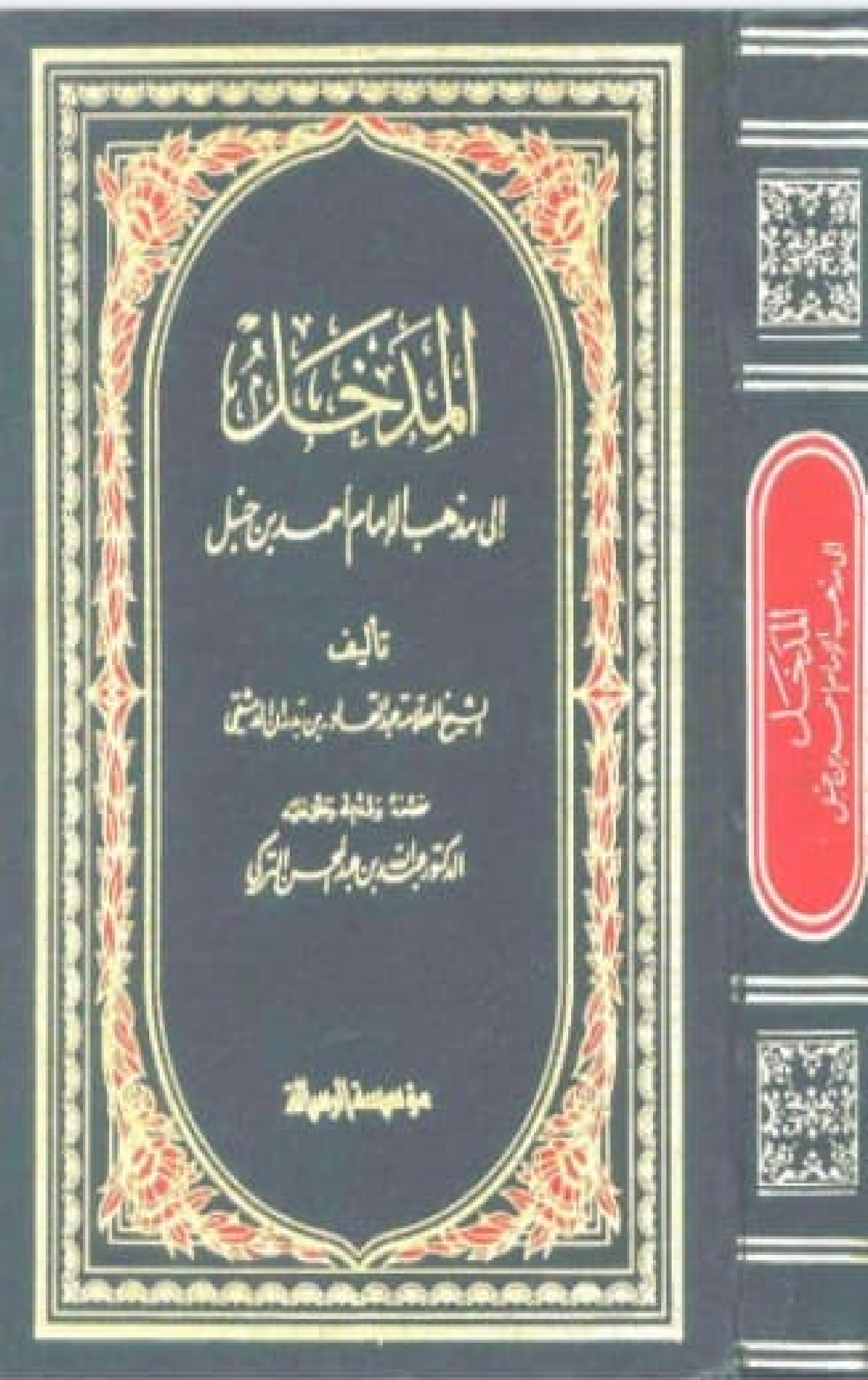
ثم لا يخفى عليكم أنه بلغني أن رسالة سليمان بن سحيم قد وصلت إليكم وأنه قبلها وصدقها بعض المنتمين للعلم في جهتكم والله يعلم أن الرجل افترى علي أموراً لم أقلها ولم يأت أكثرها على بالي. (فمنها) قوله : إني مبطل كتب المذاهب الأربعة، وإني أقول إن الناس من ستمائة سنة ليسوا على شيء وإني أدعي الاجتهاد، وإني خارج عن التقليد وإني أقول إن اختلاف العلماء نقمة، وإني أكفر من توسل بالصالحين، وإني أكفر البوصيري لقوله يا أكرم الخلق، وإني أقول لو أقدر على هدم قبة رسول الله صلى الله عليه وسلم لهدمتها، ولو أقدر على الكعبة لأخذت ميزابها وجعلت لها ميزاباً من خشب وإني أحرم زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم وإني أنكر زيارة قبر الوالدين وغيرهما، وإني أكفر من حلف بغير الله، وإني أكفر ابن الفارض وابن عربي، وإني أحرق دلائل الخيرات وروض الرياحين وأسمية روض الشياطين. جوابي عن هذه المسائل أن أقول سبحانك هذا بهتان عظيم. وقبله من بهت محمداً صلى الله عليه وسلم أنه يسب عيسى بن مريم ويسب الصالحين فتشابهت قلوبهم بافتراء الكذب وقول الزور. قال تعالى : (إنما يفتري الكذب الذين لا يؤمنون

متجه كالتقليد في القبلة ، وإذا لم يعمل المقلد بفتوى من قلده حتى تغير اجتهاد مفتيه ، لزم المفتي إعلام المقلد له ، فلو مات المفتي قبل إعلام العامي بتغير اجتهاده استمر على ما أفتى به في الأصح . قال في « شرح التحرير » : وهو المعتمد ، وقيل : يمتنع .

واعلم أن الأصوليين اختلفوا في تقليد العامي لمجتهد ميت ، فقال جمهور العلماء : لا فرق بين تقليد الميت وتقليد الحي ، لأن قوله باق في الإجماع ، ولذلك قال الشافعي : المذاهب لا تموت بموت أربابها ، وقيل : ليس للعامي تقليد الميت إن وجد مجتهداً حياً ، وإلاّ جاز . وقيل : لا يجوز تقليد الميت مطلقاً . قال الفتوحي في « شرح مختصر التحرير » : وهو وجه لنا وللشافعية .

ومن بلغ رتبة الاجتهاد ، حرم عليه تقليدُ غيره اتفاقاً ، سواء اجتهد أو لم يجتهد ، وإليه ذهب أحمد، ومالك، والشافعي، ولأبي حنيفة روايتان .

وقيل : يجوز تقليده إن لم يجتهد مطلقاً قاله أبو الفرج ، وحكي عن أحمد، وإسحاق، والثوري . وللمجتهد أن يجتهد ويدع غيره ، والتوقف من المجتهد في مسألة نحوية أو في حديث - بحيث يحتاج إلى مراجعة أهل النحو أو أهل الحديث - يجعله في رتبة العامي فيما توقف





تأليف
القاضي أبي يعلى محمد بن الحسين الفراء البغدادي الحنبلي
المتوفى سنة ٤٥٨ هـ

تحقيق
محمد عبد القادر أحمد عطا

الجزء الثاني

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

فصل وأما صفة المستفتي

فهو العامي الذي ليس معه ما ذكرنا من آلة الاجتهاد.

وذكر أبو حفص في كتاب «أخبار أحمد»، رحمه الله، عن إسماعيل بن علي، عن عبد الله قال: «سألت أبي عن الرجل تكون عنده الكتب المصنفة، فيها قول رسول الله ﷺ واختلاف الصحابة والتابعين، وليس للرجل بصر بالحديث الضعيف المتروك، ولا الإسناد القوي من الضعيف، فيجوز أن يعمل بما شاء، ويتخير ما أحب منها، فيفتي به ويعمل به، قال: لا يعمل حتى يسأل ما يؤخذ به منها، فيكون يعمل على أمر صحيح، يسأل عن ذلك أهل العلم».

وظاهر هذا أن فرضه التقليد والسؤال، إذا لم تكن له معرفة بالكتاب والسنة.

وقال قوم من المعتزلة البغداديين: لا يجوز للعامي أن يقلد في دينه، ويجب عليه أن يقف على طريق الحكم. وإذا سأل العالم، فإنما يسأله أن يعرفه طريق الحكم، وإذا عرفه ووقف عليه عمل به.

وهذا غير صحيح؛ لقوله تعالى: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ﴾ [النحل: ٤٣، ٤٤].

وقول النبي، عليه السلام: «ألا تسألوا إذ لم تعلموا، فإنما شفاء العيّ السؤال».

ولأنه ليس من أهل الاجتهاد، فكان فرضه التقليد كالأعمى في القبلة؛ فإنه لما لم يكن معه آلة الاجتهاد في القبلة، كان عليه تقليد البصير بها.

والحاكم إذا لم يكن معه حكم القيافة وقيم المتلفات، قلّد فيها من هو من أهل العلم والبصر فيها.

فأما قولهم إنه يقف على طريق الحكم.

فالجواب: أنه لا سبيل إلى الوقوف على ذلك إلا بعد أن يتفقه سنين. ونرى من تفقه المدة الطويلة، ولا يتحقق طريق القياس، ولا يعلم ما يصححه وما يفسده، وما يوجب تقديمه على غيره.

وفي تكليف ذلك العامة تكليف ما لا يطيقونه، ولا سبيل لهم إليه.

* * *

المملكة العربية السعودية
جامعة الإمام
محمد بن سعود الإسلامية
كلية الشريعة بالرياض



التقليد والتبعية

وأثرهما في كيان الأمة الإسلامية

دراسة تاريخية تحليلية لأسباب تبعية الأمة الإسلامية وتقليدها لغيرها
مع بيان نتائج ذلك . وسبل الخلاص منه

تقديم الطالب

ناصر بن عبد الكريم العقل

تقدم لنيل الشهادة العالية بكلية الشريعة
في جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية
عام ١٣٩٣-١٣٩٤هـ

بإشراف الدكتور
محمد عبد الفتاح البيانوني
الأستاذ المساعد

الفصل الأول

التقليد لغة :

التقليد في اللغة : مصدر « قَلَّدَ » على وزن « فَعَّلَ » وهو مأخوذ من القلادة وهي ما يحيط بالعنق ونحوه .

(ويقال : « قلّده » القلادة ، جعلها في عنقه(١)) .

(وقَلَّدَ المرأة القلادة ، جعلها في عنقها(٢) ...) .

(ويقال : قَلَّدَ البعير ، إذا جعل في عنقه حبلاً يقاد به(٣)) .

(وقَلَّدَ الهدي ، إذا جعل له شعاراً يعرف به كالقلادة(٤)) .

ومن هنا يتبين لنا أن التقليد في اللغة يستعمل لمعان كثيرة ذات دلالات سلبية وأشهرها : —

— الانقياد والخضوع بلا اختيار .

— والإحاطة .

— والتفويض يقال : « قلّد الوالي فلاناً العمل ، فوضه إليه كأنه جعله قلادة في عنقه (٥) » .

---

(١) المعجم الوسيط ص ٧٦ ج ٢ باب القاف .
(٢و٣) محيط المحيط ج٢ ص ١٧٤٩ .
(٤و٥) محيط المحيط ج٢ ص ١٤٩ .

المملكة العربية السعودية
جامعة الإمام
محمد بن سعود الإسلامية
كلية الشريعة بالرياض



التقليد والتبعية

وأثرهما في كيان الأمة الإسلامية

دراسة تاريخية تحليلية لأسباب تبعية الأمة الإسلامية وتقليدها لغيرها وبيان نتائج ذلك، وموقف الناس منه

تقديم الطالب

ناصر بن عبد الكريم العقل

تقدم بها لنيل الشهادة العالية بكلية الشريعة في جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية

عام ١٣٩٣-١٣٩٤هـ

بإشراف الدكتور

محمد عبد الفتاح أبو الفتوح

الأستاذ المساعد بالكلية

169

— والإحكام يقال « قَلَّد الشيء على الشيء » لواه ، والحبل فتله(١) » .

— والتسليم يقال : « قَلَّد فلاناً الدين سلمه إياه(٢) » .

— والتخريف يقال « قَلَّدَ الشيخُ جيله خَرِفَ فلا يلتفت لرأيه(٣) » .

— والمحاكاة العمياء يقال «قَلَّد القرد الإنسان أي حاكاه وتشبه به(٤)!! » .

— والاتباع من غير نظر ولا روية يقال : « قَلَّد فلان فلاناً اتبعه من غير حجة ولا دليل(٥) » .

وكل هذه المدلولات كما نرى تدل على معان سلبية .

التقليد في الشرع والاصطلاح :

التقليد في الشرع : هو أن يتبع الإنسان غيره في حكم شرعي من غير اجتهاد في ذلك الحكم ولا دليل وهنا قد لا يكون التقليد ملموماً على كل حال ، بل ينبغي على من لا يقدر على الاجتهاد والنظر في الأحكام الشرعية أن يقلد غيره من الأئمة المجتهدين كما قال تعالى : « **فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون** » الآيتان : ٧ — الأنبياء ، ٤٣ — النحل .

وإنما يذم التقليد في حق من يقدر على الاجتهاد ، والنظر في الأحكام ، ومن يتبع غيره في باطل أو بدعة أو يتعصب لرأي معين ويحمل الناس عليه فهنا تمقت التقليد .

« فالتقليد في الفقه الإسلامي غير الاتباع ، فالاتباع : سلوك التابع طريق المتبوع عن غير معرفة للدليل أو إدراك للأمر(٦) » .

---

(١) محيط المحيط ج ٢ ص ١٧٥٠ .
(٢) لسان العرب المحيط ج ٣ ص ١٤٨ .
(٣) المعجم الوسيط ج ٢ ص ١٧٥٠ .
(٤ ، ٥) محيط المحيط ج ٢ ص ١٧٥٠ .
(٦) انظر الوسيط في أصول الفقه الإسلامي ص ٦٦٦ .





التقليد والتبعية

وأثرهما في كيان الأمة الإسلامية

دراسة تاريخية تحليلية لأسباب تبعية الأمة الإسلامية وتقليدها لغيرها
وبيان نتائج ذلك، وطرق الخلاص منه

تقديم الطالب
ناصر بن عبد الكريم العقل
تقدم بها لنيل الشهادة العالية بكلية الشريعة
في جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية

عام ١٣٩٣-١٣٩٤هـ

بإشراف الدكتور
محمد عبد الله أبو الفتح البيانوني
الأستاذ المشارك بكلية الشريعة

التقليد في الاصطلاح :

أما التقليد في اصطلاح الأصوليين فهو :

« أخذ قول الغير من غير معرفة دليله ، أي محاكاة الغير في العمل أو الترك(١) » .

ويمكننا — أيضاً — استيحاء معناه الاصطلاحي من مفهومه لغة ، ومدلوله الواقعي ، قال في المعجم الوسيط : « قلّد فلان فلاناً : اتبعه فيما يقول أو يفعل من غير حجة ولا دليل (٢) » .

وقال في فاكهة البستان « قلده في كذا ، تبعه من غير نظر ولا تأمل(٣) » .

.... إذاً فالتقليد الذي نحن بصدد بحثه هو أن يتبع الإنسان غيره في قول أو فعل أو اعتقاد أو سلوك من غير دليل ولا نظر ولا تأمل ودون إدراك ولا وعي .

ويوضح هذا ما جاء في محيط المحيط يقول :

« التقليد : اتباع الإنسان غيره فيما يقول أو يفعل ، معتقداً الحقيقة فيه من غير نظر وتأمل في الدليل ، كأن هذا المتبع جعل قول الغير أو فعله قلادة في عنقه ، وقيل يسمى اتّباع الصحابة تقليداً باعتبار الصورة ، وربما يعرف التقليد بأنه اعتقاد جازم غير ثابت ، أي يزول بتشكيك المشكك(٤) » .

ويفهم من المعاني اللغوية والاصطلاحية للتقليد بعض الضوابط للتقليد الذي نريد بحثه وهي : —

أولاً : أن التقليد — صفة — سلبية لا تقع إلا من الجانب الضعيف وأنها صفة نقص ....

---

(١) الوسيط في أصول الفقه الإسلامي ص ٦٦٦ .
(٢) المعجم الوسيط ج ٢ ص ٧٦٠ .
(٣) فاكهة البستان ص ١١٨٨ .
(٤) محيط المحيط ج ٢ ص ١٧٥٠ .

أصول الدين وعصمة من عصم المسلمين يلجأ إليها الجاهل المقصر عن درك النظر)[1].

وجه الدلالة: يرى الإمام القرطبي إبطال التقليد في الباطل وهو الذي كان عليه العرب ومن على شاكلتهم لذلك قال (ذم التقليد لذم الله تعالى الكفار باتباعهم لآبائهم في الباطل) وأما التقليد الصحيح وهو تقليد عوام المسلمين لعلمائهم وذلك بسؤالهم لهم للتوصل إلى ما يرضي الله تعالى فهو (أصل من أصول الدين وعصمة من عصم المسلمين كما ذكر).

ب- في معرض تفسيره قوله تعالى ﴿ فَسْـَٔلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾[2] قال: (قال ابن عباس[3] أهل الذكر أهل القرآن، وقيل: أهل العلم والمعنى متقارب) وقال في موضع آخر: (فرض العامي أن لا يشتغل باستنباط الأحكام من أصولها لعدم أهليته فيما لا يعلمه من أمر دينه ويحتاج إليه أن يقصد أعلم في زمانه وبلده فيسأله عن نازلته فيمتثل فيها فتواه، لقوله تعالى: ﴿ فَسْـَٔلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ وعليه الاجتهاد في أعلم أهل وقته بالبحث عنه، حتى يقع عليه الاتفاق من الأكثر من الناس)[4].

وجه الدلالة: يرى إثبات التقليد على العامي، والعامي من ليس له أهلية استنباط الأحكام من أصولها وعليه أن يسأل العالم وذلك أن يبحث عنه في انه أعلم أهل وقته من حيث النظر، ووقع الاتفاق على كونه مجتهداً من قبل أكثر الناس.

ج- في معرض تفسير قوله تعالى ﴿ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَٰهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُۥٓ أَخْلَدَ إِلَى ٱلْأَرْضِ وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ ۚ فَمَثَلُهُۥ كَمَثَلِ ٱلْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ﴾[5] قال: (دلت أيضاً على منع التقليد لعالم إلا بحجة يبينها، لأن الله تعالى أخبر انه أعطى هذا آياته فانسلخ منها فوجب أن يخاف مثل هذا على غيره وألا يقبل منه إلا بحجة)[6].

وجه الدلالة: قدمنا قول الإمام القرطبي (أن التقليد أصل من أصول الدين وعصمة من عصم المسلمين) إلا أن هذا التقليد عنده مشروط بشرط وهو(طلب الحجة من العالم)

---

(١) الجامع لأحكام القرآن ٢/٢١١.

(٢) النحل/٤٣.

(٣) تقدمت ترجمته.

(٤) الجامع لأحكام القرآن [illegible]

الآراء الأصولية للإمام القرطبي من خلال تفسيره

تأليف

الدكتور أحمد عيسى يوسف العيسى

DKI
دار الكتب العلمية
أسسها محمد علي بيضون سنة ١٩٧١
بيروت - لبنان



واعلم أنَّ كُلَّ مَنْ بلغ رُتْبَةَ الاجْتِهَادِ من العلماء إذا عرضت له حَادِثَةٌ يجب عليه أن يَطْلُبَهَا من الكتاب، أو السُّنَّةِ، أو الإجماع، فإن لم يَجِدْ لم يَكُنْ له أن يُقَلِّدَ فيها عالماً آخر، لا للعمل به، ولا لِلْفَتْوَى، ولا لِلْقَضَاءِ.

والتَّقْلِيدُ هو قَبُولُ قول الغَيْرِ من غير دَلِيلٍ[1]، بل عليه أن يَجْتَهِدَ، فما أدَّى اجتهاده إليه بِنَوْعٍ من الدليل عمل به، وأفتى وقضى، وإن اخْتَلَفَ أقاويل العلماء فيه لا يُقَلِّد واحداً منهم، بل ينظر في دَلَائِلِهِمْ وحُجَجِهِمْ، وعمل بما تَرَجَّحَ عنده من الدليل.

وأمَّا العَامِيُّ ومن لم يبلغ رُتْبَةَ الاجتهاد فَفَرْضُهُ التقليد، والأَخْذُ بقول أهل العلم قال الله تعالى: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل: ٤٣].

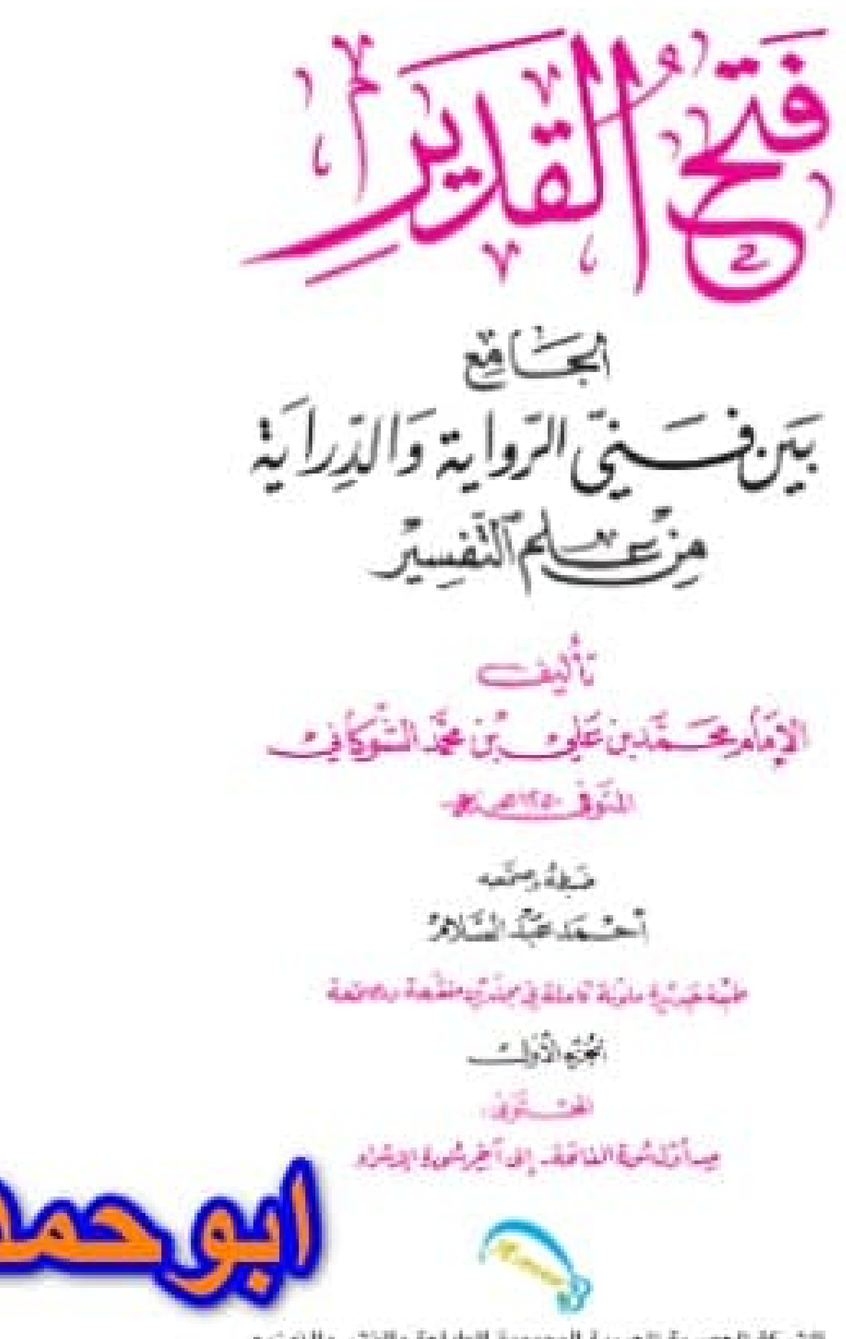
---

* قال الحافظ في «التقريب» (١/ ٧٤): ضعيف الحديث.

(١) ينظر المستصفى ٢/٣٨٧، اللمع (٧٠)، جمع الجوامع ٢/٣٩٢، شرح الكوكب (٦١٦)، البرهان ٢/١٣٥٧، المستصفى ٢/٣٨٧،، المنخول ٤٧٢، الإحكام للآمدي ٤/١٩٢، المنتهى (١٦٣)، شرح العضد ٢/٣٠٥، إرشاد الفحول (٢٦٥)، نشر البنود ٢/٣٣٥، تيسير التحرير ٤/٢٤٢، المسودة (٤٦٢)، فواتح الرحموت ٢/٤٠٠، ميزان الأصول ٢/٩٤٩.

به فكذبوه جميعاً ﴿قضي بينهم﴾ أي بين الأمة ورسولها ﴿بالقسط﴾ أي العدل فنجا الرسول وهلك المكذبون له كما قال سبحانه: ﴿وما كنا معذبين حتى نبعث رسولاً﴾ ويجوز أن يراد بالضمير في بينهم الأمة على تقدير أنه كذبه بعضهم وصدقه البعض الآخر، فيهلك المكذبون وينجو المصدقون ﴿وهم لا يظلمون﴾ في ذلك القضاء فلا يعذبون بغير ذنب، ولا يؤاخذون بغير حجة، ومنه قوله تعالى: ﴿وَجِاْىٓءَ بِٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَقُضِىَ بَيْنَهُم﴾ [الزمر: ٦٩] وقوله: ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍۭ بِشَهِيدٍ﴾ [النساء: ٤١] والمراد المبالغة في إظهار العدل والنصفة بين العباد، ثم ذكر سبحانه شبهة أخرى من شبه الكفار، وذلك أن النبي ﷺ كان كلما هددهم بنزول العذاب كانوا ﴿يقولون متى هذا الوعد﴾ والاستفهام منهم للإنكار والاستبعاد وللقدح في النبوة ﴿إن كنتم صادقين﴾ خطاباً منهم للنبي ﷺ وللمؤمنين، وجواب الشرط محذوف يدل عليه ما قبله، ويحتمل أن يراد بالقائلين هذه المقالة جميع الأمم الذين لم يسلموا لرسلهم الذين أرسلهم الله إليهم، ثم أمر الله سبحانه رسوله أن يجيب عليهم بما يحسم مادة الشبهة ويقطع اللجاج فقال: ﴿قل لا أملك لنفسي ضراً ولا نفعاً﴾ أي لا أقدر على جلب نفع لها ولا دفع ضرّ عنها، فكيف أقدر على أن أملك ذلك لغيري، وقدم الضرّ لأن السياق لإظهار العجز عن حضور الوعد الذي استعجلوه واستبعدوه، والاستثناء في قوله: ﴿إلا ما شاء الله﴾ منقطع كما ذكره أئمة التفسير؛ أي ولكن ما شاء الله من ذلك كان، فكيف أقدر على أن أملك لنفسي ضراً أو نفعاً. وفي هذه أعظم واعظ وأبلغ زاجر لمن صار ديدنه وهجيراه المناداة لرسول الله ﷺ والاستغاثة به عند نزول النوازل التي لا يقدر على دفعها إلا الله سبحانه، وكذلك من صار يطلب من الرسول ﷺ ما لا يقدر على تحصيله إلا الله سبحانه، فإن هذا مقام رب العالمين الذي خلق الأنبياء والصالحين وجميع المخلوقين ورزقهم وأحياهم ويميتهم، فكيف يطلب من نبي من الأنبياء أو ملك من الملائكة أو صالح من الصالحين ما هو عاجز عنه غير قادر عليه ويترك الطلب لرب الأرباب القادر على كل شيء الخالق الرازق المعطي المانع؟ وحسبك بما في هذه الآية موعظة، فإن هذا سيد ولد آدم وخاتم الرسل يأمره الله بأن يقول لعباده: لا أملك لنفسي ضراً ولا نفعاً، فكيف يملكه لغيره، وكيف يملكه غيره ممن رتبته دون رتبته ومنزلته لا تبلغ إلى منزلته لنفسه فضلاً عن أن يملكه لغيره، فيا عجباً لقوم يعكفون على قبور الأموات الذين قد صاروا تحت أطباق الثرى، ويطلبون منهم من الحوائج ما لا يقدر عليه إلا الله عز وجل؟ كيف لا يتيقظون لما وقعوا فيه من الشرك ولا يتنبهون لما حل بهم من المخالفة لمعنى لا إله إلا الله، ومدلول قل هو الله أحد؟ وأعجب من هذا اطلاع أهل العلم على ما يقع من هؤلاء، ولا ينكرون عليهم ولا يحولون بينهم وبين الرجوع إلى الجاهلية الأولى، بل إلى ما هو أشد منها فإن أولئك يعترفون بأن الله سبحانه هو الخالق الرازق المحيي المميت الضار النافع، وإنما يجعلون أصنامهم شفعاء لهم عند الله ومقربين لهم إليه، وهؤلاء يجعلون لهم قدرة على الضرّ والنفع، وينادونهم تارة على الاستقلال، وتارة مع ذي الجلال، وكفاك من شر سماعه والله ناصر دينه ومطهر شريعته من أوضار الشرك وأدناس الكفر، ولقد توسل الشيطان أخزاه الله بهذه الذريعة إلى ما تقر به عينه وينثلج به صدره من كفر كثير من هذه الأمة المباركة ﴿وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾ [الكهف: ١٠٤] ﴿إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَٰجِعُونَ﴾ [البقرة: ١٥٦]. ثم بين سبحانه أن لكل طائفة حداً محدوداً لا يتجاوزونه فلا وجه لاستعجال العذاب فقال: ﴿لكل أمة أجل﴾ فإذا جاء ذلك الوقت أنجز وعده وجازى كلاً بما يستحقه، والمعنى: أن لكل أمة ممن قضى بينهم وبين رسولهم، أو بين بعضهم البعض أجلاً معيناً ووقتاً خاصاً يحل بهم ما يريده الله سبحانه لهم عند حلوله ﴿فإذا جاء أجلهم﴾ أي ذلك الوقت المعين، والضمير راجع إلى كل أمة ﴿فلا يستأخرون﴾ عن ذلك الأجل المعين ﴿ساعة﴾ أي شيئاً قليلاً من الزمان ﴿ولا يستقدمون﴾ عليه، وجملة لا يستقدمون معطوفة على جملة لا يستأخرون، ومثله قوله تعالى: ﴿مَّا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَـْٔخِرُونَ ۝﴾ [الحجر: ٥] والكلام على هذه الآية المذكورة هنا قد تقدم في تفسير الآية التي في أول الأعراف فلا نعيده.

وقد أخرج ابن أبي حاتم وأبو الشيخ عن الحسن في قوله: ﴿يتعارفون بينهم﴾ قال: يعرف الرجل صاحبه إلى جنبه لا يستطيع أن يكلمه. وأخرج ابن جرير وابن أبي حاتم وأبو الشيخ عن مجاهد في قوله: ﴿وإما نرينك﴾ الآية، قال: سوء العذاب في حياتك ﴿أو نتوفينك﴾ قبل ﴿فإلينا مرجعهم﴾ وفي قوله: ﴿ولكل أمة



نذر صوم يومي العيد وأيام التشريق.. صح؛...........................

منها: أنه نذر لمخلوق، والنذر للمخلوق لا يجوز لأنه عبادة، والعبادة لا تكون لمخلوق.

ومنها: أن المنذور له ميت، والميت لا يملك.

ومنها: إن ظن أن الميت يتصرف في الأمر دون الله.. فاعتقاده ذلك كفر، اللهم إلا إن قال: يا الله إني نذرت لك إن شفيت مريضي أو رددت غائبي أو قضيت حاجتي أن أطعم الفقراء الذين بباب السيدة نفيسة، أو الفقراء الذين بباب الإمام الشافعي مثلاً، أو أشتري حصيراً لمساجدهم أو زيتاً أو دراهم لمن يقوم شعائرها... إلى غير ذلك مما يكون فيه نفع للفقراء.. فإنه يجوز؛ لكونه لله تعالى ويصرف للفقراء، كذا في «البحر».

(نذر صوم يومي العيد وأيام التشريق) بأن قال: لله عليّ صوم يوم النحر، أو قال: صوم يومي العيد، أو قال: أيام التشريق، أو قال: صوم غد، والغد يوم النحر (.. صح) النذر عندنا في جميع هذه الصور.

قال زفر والشافعي: لا يصح، وهو رواية ابن المبارك عن أبي حنيفة.

هما يقولان: الصوم غير مشروع في هذه الأيام؛ لكونه منهياً عنه، وليس للعبد شرع ما ليس بمشروع كالصوم ليلاً، ولأن أدنى درجات النهي: أن يكون المنهي عنه ممنوعاً، والممنوع لا يكون مأذون التحصيل.

ومن شرط صحة النذر: كون المنذور مأذون التحصيل.

وقال الحسن عن أبي حنيفة: إنه إذا نص على يوم النحر أو التشريق.. فقد صرّح في نذره المنهي عنه.. فلا يصح، وإذا قال: غداً، والغد يوم العيد.. صح نذره؛ لأنه لم يصرّح في نذره المنهي عنه؛ كالمرأة إذا قالت: لله علي أن أصوم يوم حيضي.. لم يصح نذرها، ولو قالت: غداً، والغد يوم حيضها.. صح نذرها.



تأليف
العلامة محمد بن ولي بن رسول
الإزميري الحنفي

اعتنى به وصححه
محمد مصطفى الخطيب

الجزء الثاني
يحتوي على كتاب الصلاة، الزكاة،
الصوم، الحج





من شوال[١] ولو نذر صوم شهر غير معين متتابعًا فأفطر يومًا استقبل لا في [نذر] معين والنذر غير المعلق[٢] لا يختص بزمان ومكان ودرهم وفقير بخلاف المعلق ولو قال مريض: لله عليَّ أن أصوم شهرًا فمات قبل أن يصح لا شيء عليه، وإن صح يومًا لزمه الوصية بجميعه.

---

(١) ولا يكره اتباع الفطر بصوم ستة من شوال وتفريقها أبعد عن الكراهة والتشبه بالنصارى. ملتقى الأبحر.

(٢) الكافي، لا يختص بنية غير معلق بزمان، قال: ودرهم وفقير. انتهى. وقد قدمنا من لا يصح بالمعصية لحديث «لا نذر في معصية» في مقال الشيخ قاسم في شرح الدرر. وأما من الذي ينذره أكثر العوام على ما هو مشاهد بكون لإنسان غائب أو مريض أو حاجة ضرورية فيأتي بعض الصحابة يجعل ستره على رأسه فيقول: يا سيدي فلان باشر غائبي أو عوفي مريضي أو قضيت حاجتي تلك من الذهب كذا ومن الفضة من الطعام كذا أو من المال كذا أو من الشمع كذا أو من الزيت كذا باطل بالإجماع لوجوه منها أنه نذر لمخلوق يفيد للمخلوق لا يجوز لأنه عبادة وهي لازمة للمخلوق. ومنها أن المنذور له ميت، والميت لا يملك. ومنها إن ظن أن الميت يتصرف في أمر دون الله واعتقاده ذلك كفر اللهمَّ كان قال: يا الله إني نذرت لك إن شفيت أمي أو ردت غائبي أو قضيت حاجتي أن أطعم الفقراء الذين بباب السيدة نفيسة، أو الفقراء الذين بباب الإمام الشافعي، أو أمام الليث، أو أشتري حُصُر المساجد وزيتًا لوقودها، أو دراهم لمن يقوم بشعائرها أو غير ذلك مما يكون فيه نفع للفقراء أو النذر لله عزَّ وجلَّ. وذكر الشيخ إنما هو محل صَرْف النذر لمستحقيه القاطنين برباط مسجده أو جامعه. فيجوز بهذا الاعتبار بصرف النذر للفقراء وقد وجد المصرف يجوز أن يصرف كل ذلك لغني غير محتاج ويصرف منصب لأنه لا يحل له الأخذ ما لم يكن محتاجًا فقيرًا ولا لذي النسب لأجل نسبه ما لم يكن فقيرًا، ولا لذي علم لأجل علمه ما لم يكن فقيرًا. ولم يثبت في الشرع جواز المصرف للأغنياء للإجماع على حرمة النذر للمخلوق. ولا ينعقد ولا تشتغل الذمة به وإنه حرام بل سحت ولا يجوز لخادم الشيخ أخذه ولا أكله ولا التصرف فيه بوجه من الوجوه إلا أن يكون فقيرًا أو له عيال فقراء عاجزون عن الكسب وهم مضطرون فيأخذونه على سبيل الصدقة المبتدأة فأخذه أيضًا مكروه ما لم يقصد به الناذر التقرب إلى الله تعالى وصرفه للفقراء. ويقطع النظر عن نذر فإذا علمت هذا فما أخذ من الدراهم والشمع والزيت وغيرها فينقل إلى ضرائح الأولياء تقربًا إليهم فيحرم بإجماع المسلمين ما لم يقصدوا بصرفها للفقراء الأحياء قولاً واحدًا. انتهى. البحر الرائق.

تنوير الأبصار وجامع البحار

في الفقه على المذهب الحنفي

تأليف

مولانا الشيخ محمد شمس الدين

الخطيب التمرتاشي

المتوفى سنة ١٠٠٤ هـ

اعتنى به وخرّج أحاديثه

محمد عبد السلام شاهين





الغيب.

وقال بعضهم: ألقى في أرض القلوب رواسي العلوم الغيبية والمعارف السرمدية وأجرى فيها أنهار أنوار المعرفة والمكاشفة والمحبة والشوق والعشق والحكمة والفطنة وأوضح سبلاً للأرواح والعقول والأسرار، فسبيل الأرواح إلى أنوار الصفات، وسبيل العقول إلى أنوار الآيات، وسبيل الأسرار إلى أنوار الذات، والسبل في الحقيقة غير متناهية، ومن كلامهم الطرق إلى الله تعالى بعدد أنفاس الخلائق. والعلامات في الظاهر أنوار الأفعال للعموم، وأخص العلامات في العالم الأولياء، والنجوم أهل المعارف الذين يسبحون في أفلاك الديمومية بأرواحهم وقلوبهم وأسرارهم من اقتدى بهم يهتدي إلى مقصوده الأبدي، وفي الحديث «أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم» والمراد بهم خواصهم ليتأتى الخطاب، ويجوز أن يراد كلهم والخطاب لنا ولا مانع من ذلك على مشرب القوم **﴿والذين يدعون من دون الله لا يخلقون شيئاً وهم يخلقون أموات غير أحياء وما يشعرون أيان يبعثون﴾** ما أعظمها آية في النهي على من يستغيث بغير الله تعالى من الجمادات والأموات ويطلب منه ما لا يستطيع جلبه لنفسه أو دفعه عنها.

وقال بعض أكابر السادة الصوفية قدس الله تعالى أسرارهم: إن الاستغاثة بالأولياء محظورة إلا من عارف يميز بين الحدوث والقدم فيستغيث بالولي لا من حيث نفسه بل من حيث ظهور الحق فيه فإن ذلك غير محظور لأنه استغاثة بالحق حينئذ، وأنا أقول إذا كان الأمر كذلك فما الداعي للعدول عن الاستغاثة بالحق من أول الأمر؟ وأيضاً إذا ساغت الاستغاثة بالولي من هذه الحيثية فلتسغ الصلاة والصوم وسائر أنواع العبادة له من تلك الحيثية أيضاً، ولعل القائل بذلك قائل بهذا. بل قد رأيت لبعضهم ما يكون هذا القول بالنسبة إليه تسبيح ولا يكاد يجري قلمي أو يفتح فمي بذكره، فالطريق المأمون عند كل رشيد الاستغاثة والاستعانة على الله عز وجل فهو سبحانه الحي القادر العالم بمصالح عباده، فإياك والانتظام في سلك الذين يرجون النفع من غيره تعالى **﴿الذين تتوفاهم الملائكة ظالمي أنفسهم﴾** ذكروا أن السابقين الموحدين يتوفاهم الله تعالى بذاته، وأما الأبرار والسعداء فقسمان، فمن ترقى عن مقام النفس بالتجرد وصل إلى مقام القلب بالعلوم والفضائل يتوفاهم ملك الموت، ومن كان في مقام النفس من العباد والصلحاء والزهاد



في

تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني

تأليف

العلامة أبي الفضل شهاب الدين
السيد محمود الألوسي البغدادي
المتوفى ١٢٧٠هـ

ضبطه وصححه

علي عبد الباري عطية

المجلد الخامس

٧

المحتوى

الآية (٥٣) من سورة يوسف - الآية (١٢٨) من سورة النحل



وغيره عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن الوسيلة الحاجة، وأنشد له قول عنترة:

إن الرجال لهم إليك وسيلة ... أن يأخذوك تكحلي وتخضبي

وكأن المعنى حينئذٍ اطلبوا متوجهين إليه حاجتكم فإن بيده عز شأنه مقاليد السماوات والأرض ولا تطلبوها متوجهين إلى غيره فتكونوا كضعيف عاذ بقرملة، وفسر بعضهم ـ الوسيلة ـ بمنزلة في الجنة، وكونها بهذا المعنى غير ظاهر لاختصاصها بالأنبياء عليهم الصلاة والسلام بناءً على ما رواه مسلم وغيره «أنها منزلة في الجنة جعلها الله تعالى لعبد من عباده وأرجو أن أكون أنا فاسألوا لي الوسيلة» وكون الطلب هنا للنبي ﷺ مما لا يكاد يذهب إليه ذهن سليم، وعليه يمتنع تعلق الظرف بها كما لا يخفى، واستدل بعض الناس بهذه الآية على مشروعية الاستغاثة بالصالحين وجعلهم وسيلة بين الله تعالى وبين العباد والقسم على الله تعالى بهم بأن يقال: اللهم إنا نقسم عليك بفلان أن تعطينا كذا، ومنهم من يقول للغائب أو الميت من عباد الله تعالى الصالحين: يا فلان ادع الله تعالى ليرزقني كذا وكذا، ويزعمون أن ذلك من باب ابتغاء الوسيلة، ويروون عن النبي ﷺ أنه قال ـ إذا أعيتكم الأمور فعليكم بأهل القبور، أو فاستغيثوا بأهل القبور ـ وكل ذلك بعيد عن الحق بمراحل.

وتحقيق الكلام في هذا المقام أن الاستغاثة بمخلوق وجعله وسيلة بمعنى طلب الدعاء منه لا شك في جوازه إن كان المطلوب منه حياً ولا يتوقف على أفضليته من الطالب بل قد يطلب الفاضل من المفضول، فقد صح أنه ﷺ قال لعمر رضي الله تعالى عنه لما استأذنه في العمرة: «لا تنسنا يا أخي من دعائك» وأمره أيضاً أن يطلب من أويس القرني رحمة الله تعالى عليه أن يستغفر له، وأمر أمته ﷺ بطلب الوسيلة له كما مر آنفاً وبأن يصلوا عليه، وأما إذا كان المطلوب منه ميتاً أو غائباً فلا يستريب عالم أنه غير جائز وأنه من البدع التي لم يفعلها أحد من السلف، نعم السلام على أهل القبور مشروع ومخاطبتهم جائزة؛ فقد صح أنه ﷺ كان يعلم أصحابه إذا زاروا القبور أن يقولوا: «السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين وإنا إن شاء الله تعالى بكم لاحقون يرحم الله تعالى المستقدمين منا ومنكم والمستأخرين نسأل الله تعالى لنا ولكم العافية، اللهم لا تحرمنا أجرهم ولا تفتنا بعدهم واغفر لنا ولهم» ولم يرد عن أحد من الصحابة رضي الله تعالى عنهم ـ وهم أحرص الخلق على كل خير ـ أنه طلب من ميت شيئاً، بل قد صح عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أنه كان يقول إذا دخل الحجرة النبوية زائراً: السلام عليك يا رسول الله؛ السلام عليك

قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم « نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها » .

وفي رواية لأحمد[1] زاد : « فإن في زيارتها عظة وعبرة » وفي أخرى[2] « ولا تقولوا هجرا » وهذه الزيادات عند غيره أيضا .

قال ابن الأثير : « الهجر: الفحش . يقال أهجر في منطقه يهجر إهجارا إذا أفحش وكذلك إذا أكثر الكلام فيما لا ينبغي »[3] .

قلت : ومن هنا يتضح لنا بطلان ما يفعله بعض الجهلة من الصياح ورفع الأصوات عند المقابر فهذا كله مخالف للزيارة المشروعة ، أما ما يفعله البعض من الاستغاثة بأصحاب القبور والتضرع إليهم ودعائهم فهذا شرك .

فزيارة الرجال للقبور إن لم يتخللها محظور وكانت على الوجه المأثور عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فهي مشروعة . وإن كان البعض قد كرهها فلعله لم تبلغه الأحاديث التي نسخت النهي لأن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن زيارتها في بادىء الأمر[4] .

قال ابن قدامة : قال علي بن سعيد : سألت أحمد عن زيارة القبور تركها أفضل عندك أو زيارتها ؟ قال : زيارتها وقد صح عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال : « كنت نهيتكم ... » الحديث[5] .

هذا بالنسبة للرجال وأما زيارة النساء للقبور فقد اختلف فيها :

يقول النووي : فيها خلاف للعلماء وهي ثلاثة أوجه لأصحابنا أحدها : تحريمها عليهن لحديث : « لعن الله زوارات القبور » والثاني: يكره، والثالث : يباح ويستدل له بهذا الحديث - يقصد حديث عائشة[6] - وبحديث « كنت نهيتكم

---

(1) في المسند ٣٥/٥ .
(2) في المسند ٣٦١/٥ .
(3) النهاية ٢٤٥/٥ .
(4) انظر : فتح الباري ١٤٨/٣ .
(5) المغني ٥٦٥/٢ - ٥٦٦ .
(6) وفيه : قالت:قلت : كيف أقول لهم يا رسول الله : قال « قولي السلام على أهل الديار ... » الحديث . =

المسائل والرسائل

المروية عن الإمام أحمد بن حنبل

في العقيدة

الجزء الثاني

جمع وتحقيق ودراسة
عبد الإله بن سلمان بن سالم الأحمدي



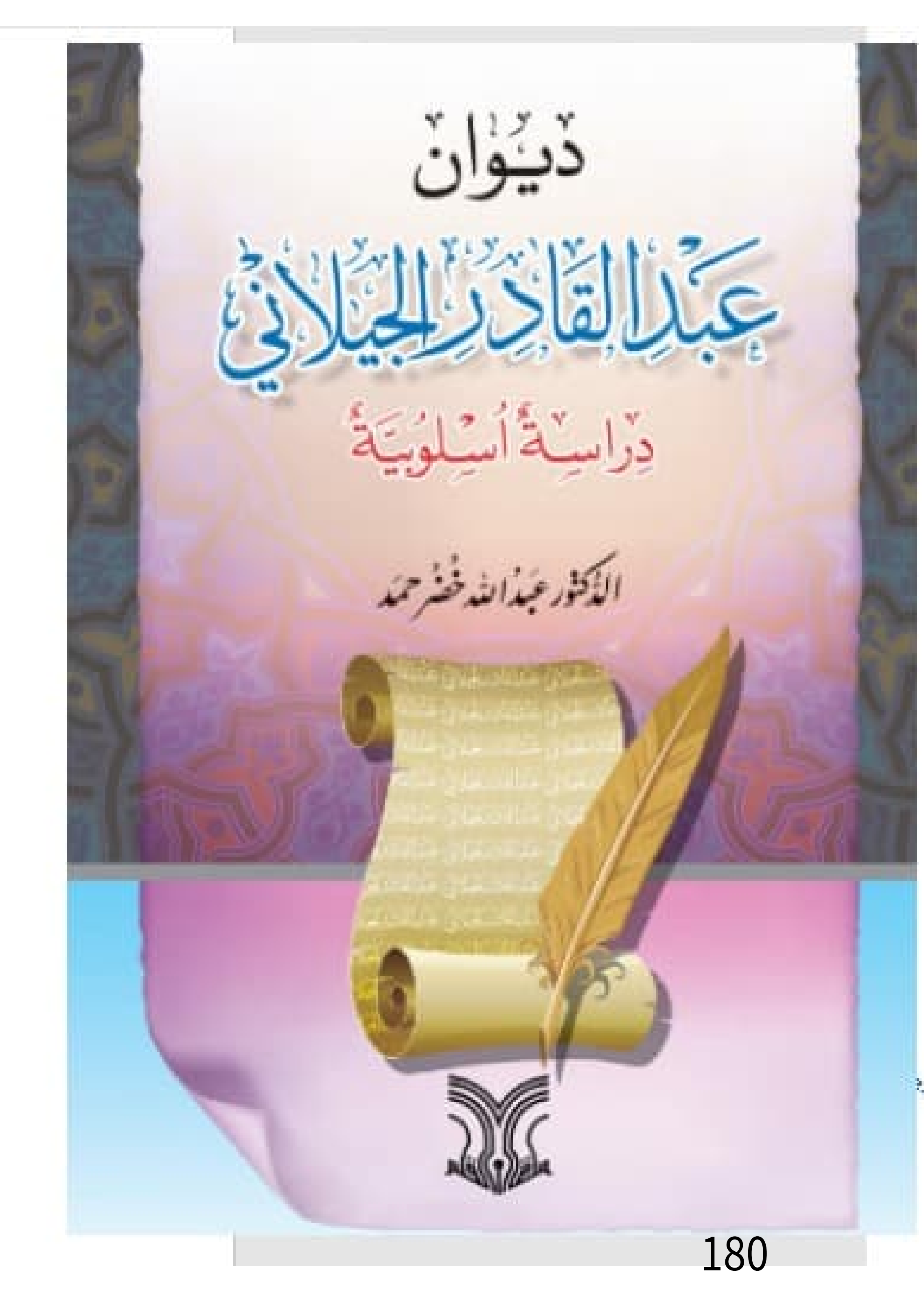
يا جاهل تدعي العلم من جملة جهلك بشكواك إلى الخلق. . . . . الخ»[1].

وقال: «استغث بالله ﷻ واستعن به على هؤلاء الأعداء فإنه يغيثك. . . الخ»[2] وقال: «إذا كان هو الفاعل على الحقيقة فلم لا ترجعون إليه في جميع أموركم وتتركون حوائجكم وتلزمون التوحيد له في جميع أحوالكم؟ أمره ظاهر لا يخفى على كل عاقل. . . الخ»[3]. وقال في وصيته لابنه عبد الرزاق في مرض موته قال: «وكل الحوائج كلها إلى الله ﷻ واطلبها منه ولا تثق بأحد سوى الله ﷻ ولا تعتمد إلا عليه التوحيد التوحيد وجماع الكل التوحيد»[4].

هذا مع جل احترامي لمشايخ المتصوفة، فأرى فيهم المتقين الزاهدين، وقد صاحبت عددًا منهم ولم أرى فيهم إلا الخير والصلاح، ولكن لدقة المسائل العقائدية ولقول الرسول بأن الشرك أنواع، ودرئا للشبهات فالأفضل للمتصوف أن لايطرق تلك الابواب التي هي حول الحمى ويوشك أن يقع فيه ـ أي الشرك ـ ولاسيما بعد ان سردنا قول الجيلاني نفسه في باب الاستغاثة، ورحم الله امرءاا ترك شيئًا لله، وقد قال الرسول ﷺ: «ما من عبد ترك شيئًا لله؛ إلا أبدله الله به ما هو خير منه من حيث لا يحتسب، وما تهاون به عبد فأخذه من حيث لا يصلح؛ إلا أتاه الله بما هو أشد عليه منه من حيث لا يحتسب»[5].

4 ـ طاعة أولي الأمر: يرى الشيخ عبد القادر الجيلاني طاعة أولي الأمر حيث يقول: «وأهل السنة أجمعوا على السمع والطاعة لأئمة المسلمين وإتباعهم والصلاة خلف كل بر منهم وفاجر والعادل منهم والجائر ومن ولوه ونصبوه واستنابوه»[6].

(1) الفتح الرباني والفيض الرحماني: 117 ـ 118.
(2) الفتح الرباني والفيض الرحماني: 122.
(3) الفتح الرباني والفيض الرحماني: 263.
(4) الفتح الرباني والفيض الرحماني: 373.



3 ـ التحذير من الاستغاثة بغير الله: عندما قرأت عن التصوف صادفت عدة اشكاليات لم يطمئن إليها القلب، منها الاستغاثة بالمشايخ، فبحثت في الموضوع وسألت علماء من المتصوفة فلم يعطوني الجواب الشافي، فهم لا يقصدون بمناداتهم هذا الشرك ـ والعياذ بالله ـ وانما الاعتقاد بأن الأولياء لهم تصرفات بعد الموت[2]، وطالما كانت الشكوك تراودني حول هذا الموضوع، حتى منّ الله علي بأني وجدت جوابا من أحد العلماء الصالحين المتقين وهو ملا عبدالكريم امام وخطيب جامع الصحابة في مركز مدينة اربيل شمال العراق، إذ قال لي: راودتني شكوك وإشكاليات في موضوع الاستغاثة بالمشايخ كقول أحدهم: يا غوث! أو يا عبدالقادر! أو ياشيخ فلان! فقمت بصلاة الاستخارة، وبعد السلام رفعت رأسي فرأيت أمامي مكتوبا بخط واضح: «لا استغاثة إلا بالله»، وقال لي كذلك: كم مرة رأيت الشيخ عبدالقادر الجيلاني في المنام وهو يحاسب الذين يستغيثون به في ساحة المحشر، وقول الملا عبدالكريم يذكرني برأي شيخ الاسلام ابن تيمية ﷺ: «فأما لفظ الغوث والغياث فلا يستحقه إلا الله، فهو غوث المستغيثين، فلا يجوز لأحد الاستغاثة بغيره، لا بملك مقرب ولا نبي مرسل»[3].

أما عن رأي الشيخ الجيلاني في الاستغاثة بغير الله ﷺ فهو مختلف عن رأي المستغيثين به وهذه بعض أقواله: «يا من يشكو إلى الخلق مصائبه إيش ينفعك شكواك إلى الخلق لا ينفعونك ولا يضرونك، وإذا اعتمدت عليهم وأشركت في باب الحق يبعدونك وفي سخطه يوقعونك وعنه يحجبونك أنت

(1) الشيخ عبد القادر الجيلاني: 477.
(2) يرى البعض بان الاعتقاد بتصرف الأموات هو الشرك بعينه.
(3) مجموع الفتاوى: 437.



. . . .

اقض حاجتي وأعط سؤلي إنك أنت المعطي الكريم، أو ينادي هذا العبد المكرم المقرب عند الله تعالى ويقول: يا عبدالله ويا ولي الله اشفع لي وادع ربك وسله أن يعطيني سؤلي ويقضي حاجتي، فالمعطي والمسؤول عنه والمأمول به هو الرب تعالى وتقدس، وما العبد في البين إلا وسيلة، وليس القادر والفاعل والمتصرف إلا هو، وأولياء الله هم الفانون الهالكون في فعله تعالى وقدرته وسطوته، لا فعل لهم ولا قدرة ولا تصرف لا الآن ولا حين كانوا أحياء في دار الدنيا، فإن صفتهم الفناء والاستهلاك ليس إلا، ولو كان هذا شركاً وتوجهاً إلى غير الله كما يزعمه المنكر، فينبغي أن يمنع التوسل وطلب الدعاء من الصالحين من عباد الله وأوليائه في حالة الحياة أيضاً، وليس ذلك مما يمنع فإنه مستحب مستحسن شائع في الدين، ولو زعم أنهم عزلوا وأخرجوا من الحالة والكرامة التي كانت لهم في الحياة فما الدليل عليه؟ أو شغلوا عن ذلك مما عرض لهم من الآفات بعد الممات فليس كليًّا، ولا دليل على دوامه واستمراره إلى يوم القيامة، غايته أنه لم تكن هذه المسألة كلية، وفائدة الاستمداد عامة، بل يمكن أن يكون بعض منهم منجذباً إلى عالم القدس ومستهلكاً في حضرة الإله بحيث لا يكون له شعور وتوجه إلى عالم الدنيا وتصرف وتدبير فيه كما يوجد من اختلاف أحوال المجذوبين والمتمكنين من المشايخ في الدنيا.

وأما نفي ذلك مطلقاً وإنكاره كليًّا فكلا، ولا دليل على ذلك أصلاً، بل الدلائل قائمة على خلافه، نعم إن كان الزائرون يعتقدون أهل القبور متصرفين مستبدين قادرين من غير توجه إلى حضرة الحق والالتجاء إليها كما يعتقده العوام الجاهلون الغافلون، وكما يفعلون غير ذلك من تقبيل القبر، والسجود له، والصلاة إليه، مما وقع منه النهي والتحذير، وذلك مما يمنع ويحذر منه، وفعل العوام لا يعتبر قط، وهو خارج عن



طلبُ الأمرِ ممّن له الأمر والنّهيُ ، وإنما أراد الطالبُ أن يقدّم بين يدي طلبتِهِ ما يكون سبباً للإجابة ممن هو المتفرد بالعطاءِ والمنعِ ، وهو مالك يوم الدين .

وإذا عرفت هذا فاعلم أن الرزيةَ كلَّ الرزيةِ ، والبليّةَ كلَّ البليّةِ أمرٌ غيرُ ما ذكرناه من التوسُّل المجرَّد ، والتشفُّع ممّن له الشفاعة ، وذلك ما صار يعتقده كثيرٌ من العوامّ ، وبعضُ الخواصِّ في أهلِ القبور ، وفي المعروفينَ بالصلاح من الأحياء من أنهم يقدرون على ما لا يقدرُ عليه إلا الله – جل جلاله – ويفعلون بهم مالا يفعله إلا الله – عز وجل – حتى نطقت ألسنتهم بما انطوت عليه قلوبُهم ، فصاروا يدعونهم تارةً مع الله تعالى ، وتارةً استقلالاً ، ويصرِّحون بأسمائهم ، ويعظِّمونهم تعظيمَ من يملكُ الضُّرَّ والنفعَ ، ويخضعون لهم خضوعاً زائداً على خضوعهم عند وقوفهم بين يدي ربِّهم في الصلاة والدعاء .

وهذا إذا لم يكن شركا فلا ندري ما هو الشركُ وإذا لم يكن كفراً فليس في الدنيا كفرٌ [٨] .

[الأدلة من الكتاب والسنة في تحريم التمائم]

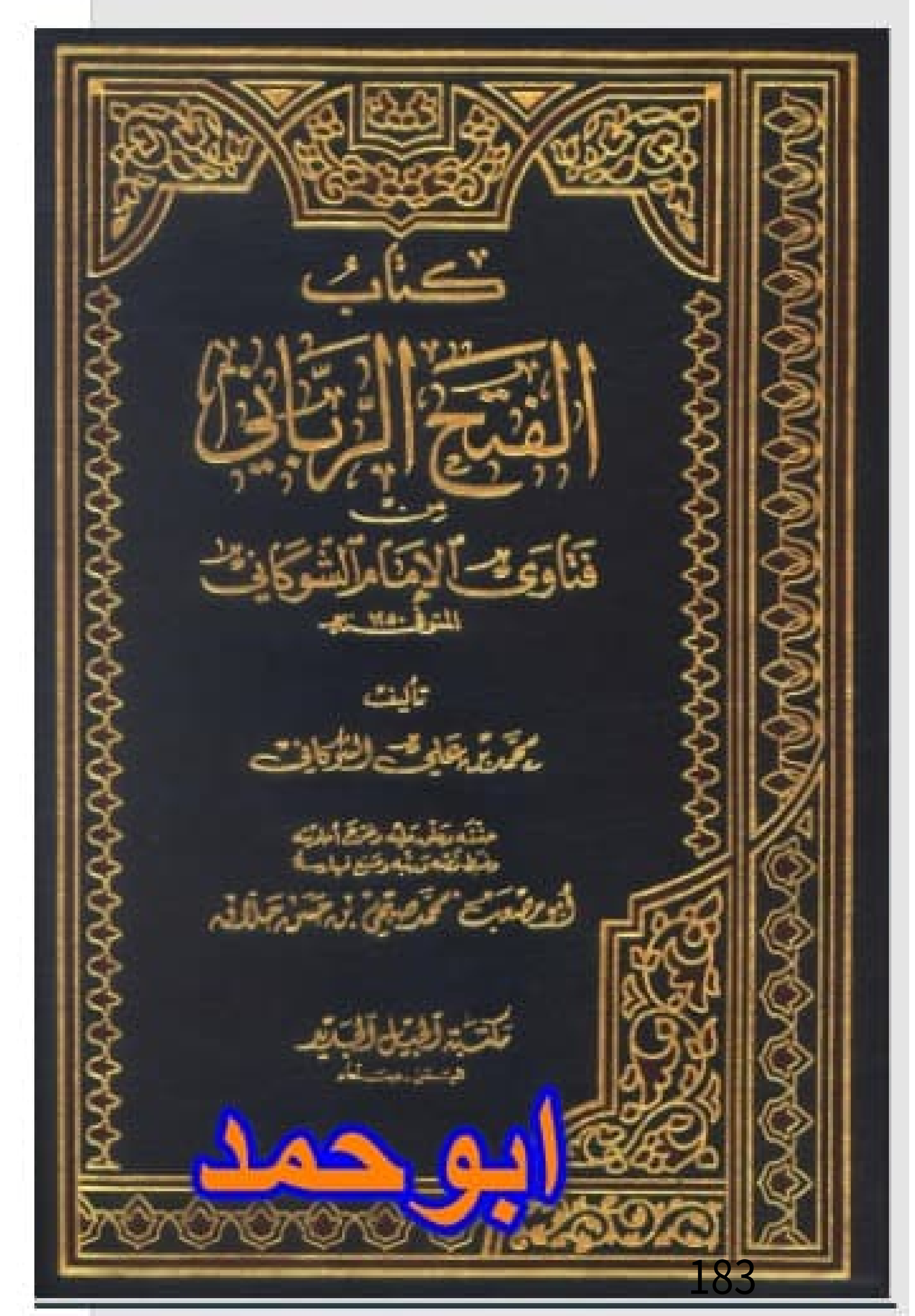
وهانحن نقصُّ عليك أدلة في كتاب الله – سبحانه – ، وفي سنة رسوله – صلى الله عليه وآله وسلم – فيها المنعُ مما هو دون هذا بمراحلَ ، وفي بعضها التصريحُ بأنه شركٌ ، وهو بالنسبة إلى هذا الذي ذكرناه يسيرٌ حقيرٌ ، وبعد ذلك نعود إلى الكلام على مسألةِ السؤال . فمن ذلك ما أخرجه أحمد في مسنده[1] بإسناد لابأس به عن عمرانَ بن حصينٍ أن النبيَّ – صلى الله عليه وآله وسلم – رأى رجلاً بيده حلقةٌ من صُفْرٍ ، فقال (ما هذه ؟) قال : من الواهنةِ ، قال : " **انزعْها فإنها لا تزيدُكَ إلا وهنًا ، ولو متَّ وهي عليك ما**

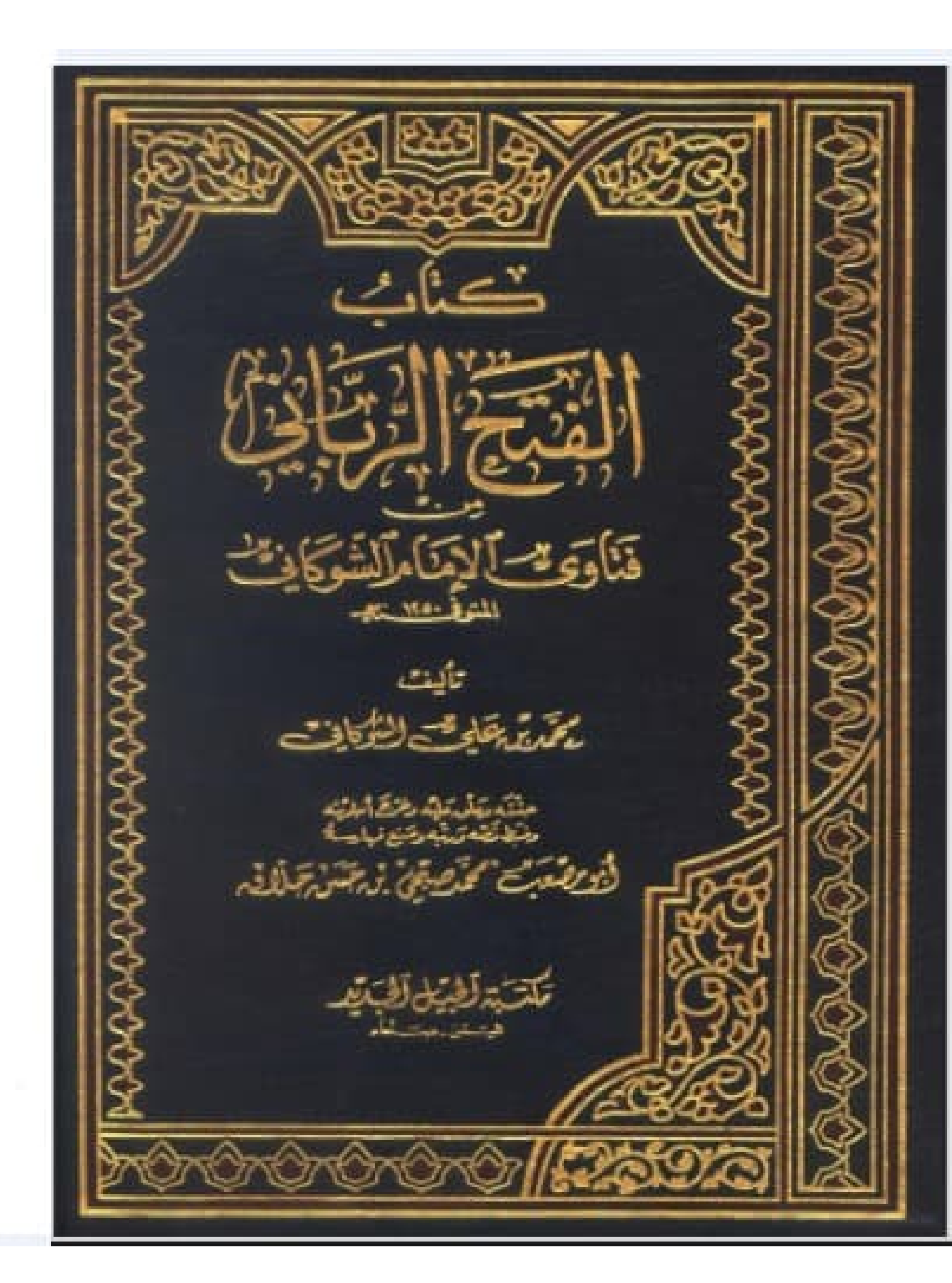
---

(١) : (٤/٤٤٥) .

قلت : وأخرجه ابن ماجة رقم (٣٥٣١) والحاكم (٤/٢١٦) وقال : صحيح الإسناد ولم يخرجاه ووافقه الذهبي .

وهو حديث ضعيف لأن الحسن لم يسمع من عمران بن الحصين كما في المراسيل (ص٤٠) .





[كلمة التوحيد لا تكفي مجردة عن العمل]

فإن قلت : إن المشركين كانوا لا يقرّون بكلمة التوحيد ، وهؤلاء المعتقدون في الأموات يقرون بها .

قلتُ : هؤلاء إنما قالوها بألسنتهم ، وخالفوها بأفعالهم ، فإن من استغاث بالأموات ، أو طلب منهم مالا يقدُر عليه إلا الله - سبحانه - ، أو عظّمهم ، أو نذر عليهم بجزء من ماله ، أو نحر لهم فقد نزّلهم منزلةَ الآلهة التي كان المشركون يفعلون لها هذه الأفعالَ ، فهو لم يعتقد معنى لا إله إلا الله ، ولا عمل بها ، بل خالفها اعتقاداً وعملاً ، فهو في قوله : لا إلهَ إلا اللهُ كاذبٌ على نفسه ، فإنه قد جعل لها إلهاً غيرَ الله يعتقدُ أنه يضرُّ وينفع ، وعَبَدَهُ بدعائِه عند الشدائدِ ، والاستغاثةِ به عند الحاجةِ ، وبخضوعِه له وتعظيمِه إياه ، ونَحَرَ له النحائرَ ، وقرَّب إليه نفائس الأموال . وليس مجرَّدُ قول لا إله إلا الله من دون عملٍ بمعناها مثبتاً للإسلام ؛ فإنه لو قالها أحد من أهل الجاهلية ، وعكف على صنمِه يعبده لم يكن

---

(١): [الأنعام : ١٣٦] .

(٢): [النحل : ٥٦] .

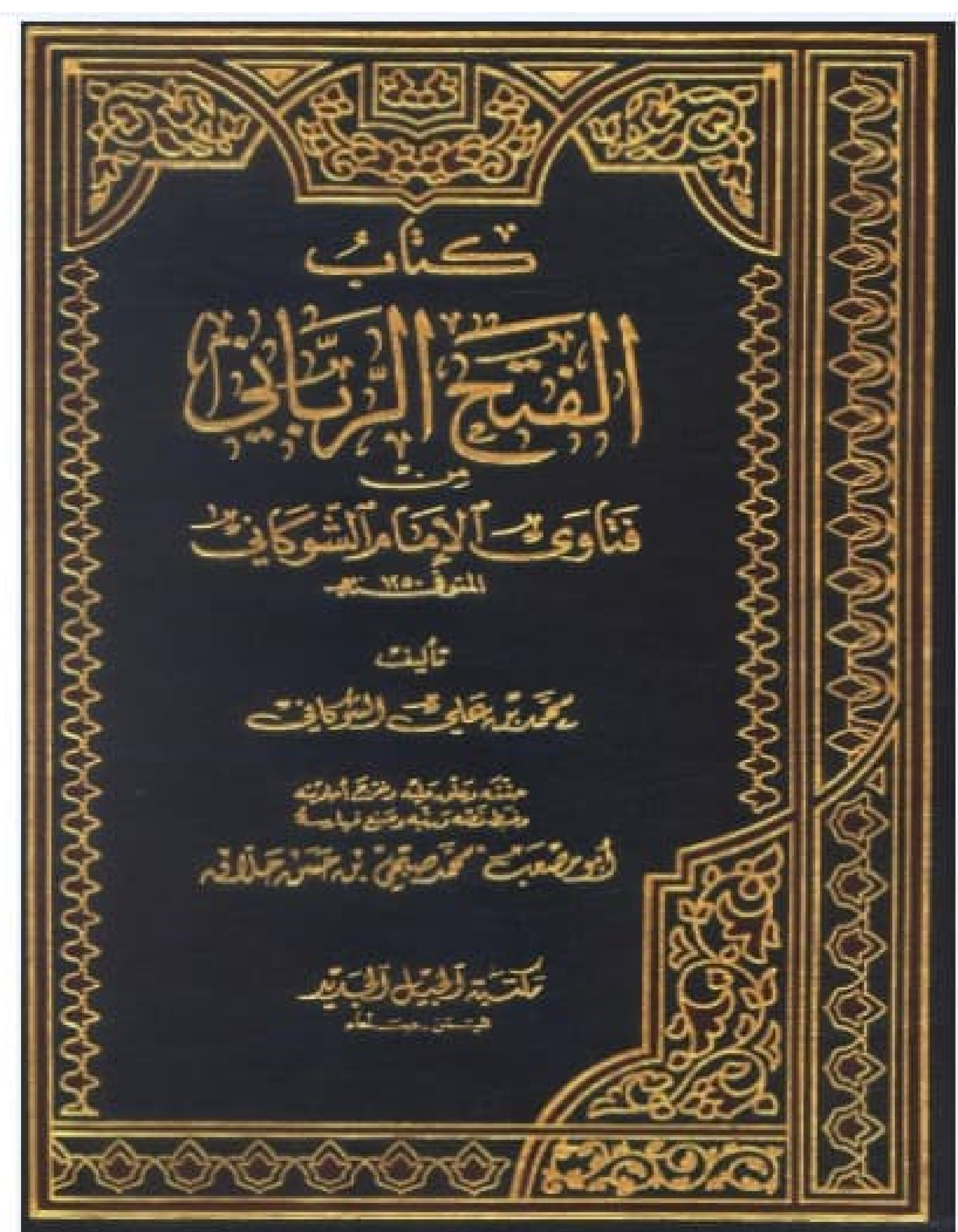
هو لك ، تملكه وما ملكْ .

[شرك القبوريين والوثنيين واحد]

وإذا تقرر هذا فلا شك أن من اعتقد في ميِّت من الأموات ، أو حيٍّ من الأحياء أنه يضرُّه أو ينفعُه ، إما استقلالاً أو مع الله تعالى ، وناداه أو توجَّه إليه أو استغاث به في أمر من الأمور التي لا يقدر عليها المخلوقُ ، فلم يخلص التوحيدَ لله ، ولا أفرده بالعبادة ؛ إذ الدعاء بطلب وصول الخير إليه ، ودفع الضرِّ عنه هو نوعٌ من أنواع العبادة . ولا فرقَ بين أن يكون هذا المدعوُّ من دون الله ، أو معه حَجَراً ، أو شجراً ، أو ملكاً ، أو شيطاناً كما كانت تفعل ذلك الجاهليةُ ، وبين أن يكون إنساناً من الأحياء ، أو الأموات كما يفعلُه الآن كثيرٌ من المسلمين . وكلُّ عالم يعلم هذا ويقرُّ به فإن العلةَ واحدةٌ ، وعبادةُ غير الله وتشريكُ غيره معه تكون للحيوان كما تكون للجماد وللحيِّ كما تكون للميِّت .... فمن زعم أنَّ ثَمَّ فرقاً بين من اعتقد في وثن من الأوثان أنه يضرُّ وينفع ، [٢٠] وبين من اعتقد من ميِّت من بني آدمَ ، أو حيٍّ منهم أنه يضرُّ أو ينفعُ أو يقدرُ على أمرٍ لا يقدر عليه إلا الله فقد غلط غلطاً بيِّناً ، وأقرَّ على نفسه بجهل كبير ؛ فإن الشرك هو دعاء غير الله في الأشياء التي تختصُّ به ، أو اعتقادُ القدرةِ لغيره فيما لا يقدر عليه سواه ، أو التقرُّبُ إلى غيره بشيء مما لا يُتقرَّب به إلا إليه .

ومجرَّد تسمية المشركين لما جعلوه شريكاً بالصنم والوثنِ والإله ، ليس فيه زيادةٌ على التسمية بالوليِّ والقبرِ والمشهدِ ، كما يفعلُه كثيرٌ من المسلمين ، بل الحكمُ واحدٌ إذا حصل لمن يعتقدُ في الولي والقبرِ ما كان يحصل لمن كان يعتقد في الصنم والوثنِ ؛ إذ ليس الشركُ هو بمجرد إطلاق بعض الأسماء على بعض المسمَّياتِ ، بل الشركُ هو أن يفعل لغير الله شيئاً يختص به – سبحانه [وتعالى] ، – سواء أطلق على ذلك الغير ما كان تطلقه عليه

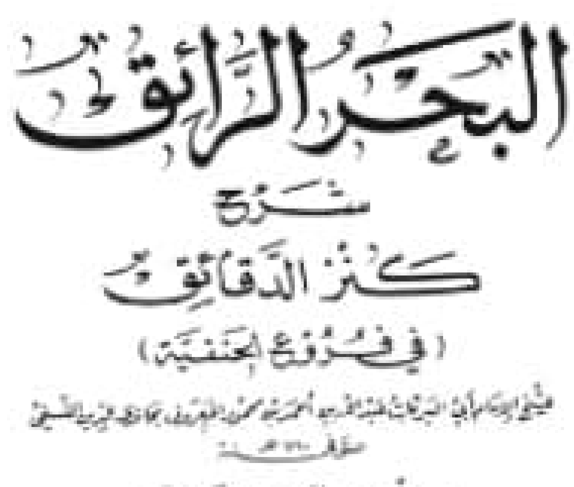
- هو لك ، تملكه وما ملك ، يقولون هذا وهم يطوفون بالبيت " .
وانظر " مجموع الفتاوى " لابن تيمية (١/١٥٦) .



ويعزمه على أن يأمر بالكفر، وبقوله لمن ينازعه افعل كل يوم عشرة أمثالك من الطين أو لم يقل من الطين قاصداً من حيث الخلقة لا من حيث بيان صنعته، ولا بقوله قد خلقت هذه الشجرة لأنه يراد به عادة الغرس حتى لو عنى به حقيقة الخلق يكفر، ولا بقوله لغيره ينبغي لك أن تسجد لي سجدة لأن المراد منه الشكر والمنة، ويكفر بقوله أي شيء أصنع إذا لزمني الكفر جواباً لمن قال له أي شيء تصنع قد لزمك الكفر. وبإبداله حرفاً أو آية من القرآن عمداً، وباعتقاد أن الخراج ملك السلطان لا بقوله أنا فرعون أو إبليس إلا إذا قال اعتقادي كاعتقاد فرعون، ومن حسن كلام أهل الأهواء وقال معنوي أو كلام له معنى صحيح إن كان ذلك كفراً من القائل كفر المحسن، وكذا من حسن رسوم الكفرة. واختلفوا في تكفير من قال إن إبراهيم بن أدهم رأوه بالبصرة يوم التروية وفي ذلك اليوم بمكة. ومسألة ثبوت النسب بين المشرقي وبين المغربية تؤيد القائل بعدمه ويخاف الكفر على من قال بحياتي وحياتك. وأجمعوا على أن من شك في إيمانه فهو كافر وهو أن يكون مصدقاً لكن يشك أن هذا التصديق إيمان أو كفر، واختلفوا في أنا مؤمن إن شاء الله. هذا كله حاصل ما في التتارخانية من الفصول من باب ألفاظ التكفير سوى الفارسي.

وفي الخلاصة: يكفر بقوله أنا بريء من الثواب والعقاب، وبقوله لو عاقبني الله مع ما بي من المرض ومشقة الولد فقد ظلمني، وبشد المرأة حبلاً في وسطها وقالت هذا زنار ومن أبغض عاملاً من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر، ولو صغر الفقيه أو العلوي قاصداً الاستخفاف بالدين كفر لا إن لم يقصده، والسجود للجبابرة كفر إن أراد به العبادة لا إن أراد به التحية على قول الأكثر. وفي البزازية قال علماؤنا: من قال أرواح المشايخ حاضرة تعلم يكفر، ومن قال بخلق القرآن فهو كافر، ومن قال إن الإيمان مخلوق فهو كافر؛ كذا في كثير من الفتاوى وهو محمول على أنه بمعنى هداية الرب، وأما فعل العبد فهو مخلوق. وإذا أخذ أحد المكس مقاطعة فقالوا له مبارك كفروا. ووقعت بسراي الجديدة واقعة وهي أن واحداً قاطع على مال معلوم احتساباً بها أعني الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فضربوا على بابه طبولات وبوقات ونادوا مبارك باد لمقاطعته الاحتساب وكان إمام الجامع فامتنعنا من الصلاة خلفه حتى عرض على نفسه الإسلام أخذاً من هذه المسألة قال لرجل يا أحمر قال خلقني الله من سويق التفاح وخلقك من طين كفر. قال واحد من الفسقة لو وضعت هذه الخمرة بين يدي جبريل عليه السلام لرفعها على جناحه يكفر، ولا يكفر بقوله يا حاضر يا ناظر ولا بقوله درويش درويشان والقول بالكفر بكل منهما باطل. وفي جامع الفصولين روى الطحاوي عن أصحابنا: لا يخرج الرجل من الإيمان إلا جحود ما أدخله فيه، ثم ما تيقن أنه

منه فهذا لا يكون كفراً، وقد عثرنا على رواية أبي حنيفة أن الرضا بكفر الغير كفر من غير تفصيل.



والشرح البحر الرائق

منحة الخالق على البحر الرائق

الشيخ زكريا عميرات

الجزء الخامس





الحديث التاسع عشر

عن أبي العباس عبد الله بن عباس رضي الله عنهما قال: كنت خلف النبي ﷺ يوماً، فقال لي: «يا غلام إني أعلّمك كلمات: احفظ الله يحفظك، احفظ الله تجده تجاهك، إذا سألت فاسأل الله، وإذا استعنت فاستعن بالله، واعلم أن الأمة لو اجتمعت على أن ينفعوك بشيء لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه الله لك، وإن اجتمعوا على أن يضرّوك بشيء لم يضرّوك إلا بشيء قد كتبه الله عليك، رفعت الأقلام وجفّت الصحف». «رواه الترمذي وقال: حسن صحيح»[1].

وفي رواية غير الترمذي: «احفظ الله تجده أمامك، تعرّف إلى الله في الرخاء يعرفك في الشدة، واعلم أن ما أخطأك لم يكن ليصيبك، وما أصابك لم يكن ليخطئك، واعلم أن النصر مع الصبر، وأن الفرج مع الكرب، وأن مع العسر يسراً»[2].



الكلام على الحديث التاسع عشر

(عن أبي العباس عبدالله بن عباس رضي الله عنهما قال: كنت خلف النبي ﷺ يومًا): يعني: أمشي خلفه، لا إنه راكب وأنا رديفه، كذا قيل.

لكن في وسيط الواحدي عن ابن عباس: أنه أهدى كسرى إلى النبي ﷺ بغلة فركبها بحبل من شعر، ثم أردفني خلفه وسار بي مليًا، ثم التفت.

---

(١) حسن: أخرجه الترمذي (٤/٦٦٧)ح(٢٥١٦)، وعبد الواحد في الأحاديث المختارة (١٠/٢٢)ح(١٣)، والإمام أحمد في مسنده (١/٢٩٣)ح(٢٦٦٩)، وأبي يعلى في مسنده (٤/٤٣٠)ح(٢٥٥٦).

(٢) أخرجه الإمام أحمد في مسنده (١/٣٠٧)ح(٢٨٠٤)، والطبراني في الكبير (١١/٢٢٣)ح(١١٥٦٠)، قال الحافظ الهيثمي: فيه علي بن أبي علي القرشي: ضعيف، انظر مجمع الزوائد (٧/١٨٩).



العلامة سعد الدين مسعود بن عمر بن عبد الله

المتوفى ٧٩٢هـ

على

الأحاديث الأربعين النووية

للإمام يحيى بن شرف بن مري بن حسن النووي

المتوفى ٦٧٦هـ

تحقيق

محمد حسن محمد حسن إسماعيل





قال: فأخبرني عن أماراتها؟

قال: أن تلد الأمة ربتها وأن ترى الحفاة العراة العالة رعاء الشاء يتطاولون في البنيان.

ثم انطلق، فلبثت مليًّا، ثم قال: يا عمر أتدري من السائل؟ قلت: الله ورسوله أعلم، قال: فإنه جبريل أتاكم يعلمكم أمر دينكم». رواه مسلم.

ومعنى: تلد الأمة ربتها: أي سيدتها، ومعناه أن تكثر السراري، حتى تلد الأمة السرية بنتًا لسيدها، وبنت السيد في معنى السيد، وقيل غير ذلك، والعالة: الفقراء، وقوله (مليًّا): أي زمنًا طويلاً، وكان ذلك ثلاثًا.

٦١/٢ – الثاني: عن أبي ذر جندب بن جنادة، وأبي عبد الرحمن معاذ بن جبل رضي الله عنهما، عن رسول الله ﷺ، قال: «اتق الله حيثما كنت وأتبع السيئة الحسنة تمحها، وخالق الناس بخلق حسن». رواه الترمذي، وقال: حديث حسن.

٦٢/٣ – الثالث: عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: كنت خلف النبي ﷺ يومًا فقال: «يا غلام إني أعلمك كلمات: احفظ الله يحفظك، احفظ الله تجده تجاهك إذا سألت فاسأل الله وإذا استعنت فاستعن بالله، واعلم أن الأمة لو اجتمعت على أن ينفعوك بشيء، لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه الله لك، وإن اجتمعوا على أن يضروك بشيء، لم يضروك إلا بشيء قد كتبه الله عليك رفعت الأقلام وجفت الصحف». رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

وفي رواية غير الترمذي: «احفظ الله تجده أمامك، تعرف إلى الله في الرخاء يعرفك في الشدة، واعلم أن ما أخطأك لم يكن ليصيبك وما أصابك لم يكن ليخطئك، واعلم أن النصر مع الصبر، وأن الفرج مع الكرب، وأن مع العسر يسرًا».

٦٣/٤ – الرابع: عن أنس رضي الله عنه قال: «إنكم لتعملون أعمالاً هي أدق في أعينكم من الشعر، كنا نعدها على عهد رسول الله ﷺ من الموبقات». رواه البخاري. وقال: (الموبقات): المهلكات.

٦٤/٥ – الخامس: عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: «إن الله تعالى يغار، وغيرة الله تعالى أن يأتي المرء ما حرم الله عليه». متفق عليه.

دليل المسلمين شرح رياض الصالحين

تأليف

الشيخ علي أحمد عبد العال الطهطاوي

الجزء الأول





مُفتي الدِّيار المِصريَّة الشَّيخ عبد القادر الرَّافعي

المتوفى سنة ١٣٢٣هـ

على

ردّ المحتار

على الدُّرِّ المختار شرح تنوير الأبصار

خاتمة المحققين

محمد أمين الشهير بابن عابدين

الجزء الأول



قوله: (**في اليوم الأول والثالث**) عبارة البزازي: والثاني. قول الشارح: (**ويقرأ يس الخ**) ومن قرأ على قبر: بسم الله وعلى ملة رسول الله ﷺ رفع الله تعالى العذاب والضيق والظلمة عن صاحب القبر أربعين سنة. كذا في الغرائب سندي. وفيه أيضاً أنه رأى بخط جده أنه وجد بخط شيخه أن من كانت له حاجة فليذهب إلى قبر صالح يوم الجمعة بعد العصر، فليجلس جاثياً عند رأس القبر متوجهاً القبلة متوضئاً ويقرأ سورة الفاتحة مرة، وآية الكرسي مرة، والزلزلة مرتين، والتكاثر ثلاثاً، والإخلاص عشراً، وآية فلله الحمد آخر الجاثية ثلاثاً، ويكبر تكبير العيدين ثلاثاً وهي: الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله الله أكبر الله أكبر ولله الحمد، ويصلي على النبي ﷺ أولاً ثلاثاً وآخراً سبعاً بهذه الصيغة، صلى الله على محمد النبي الأمي وآله كما هو أهله، ويجعل ثواب ذلك لصاحب القبر ويسأل حاجته من ربه تعالى وحده ولا يقول: يا صاحب القبر يا فلان اقض حاجتي أو سلها لي من الله تعالى أو كن لي شفيعاً عند الله تعالى بل يقول: يا من لا يشرك في حكمه أحد اقض حاجتي هذه وحيداً كما خلقتني وحيداً. ويكرر هذه الكلمات سبعاً، فإنه يحضر له روح صاحب القبر في تلك الساعة فيشفعه له ويقضي حاجته فإنه من المجربات اهـ. قوله: (**بخلاف القبر لقوله تعالى الخ**) حفره لا ينافي الآية لنفعه في الجملة ولو لغيره. اهـ. قوله: (**فقد يوفق بأن ما عزاه الإمام الخ**) يبعد هذا التوفيق ما ذكره في القنية عن علاء الدين الترجماني يأثم لو وطىء القبور، كما نقله السندي إذ مقتضى الإثم كراهة التحريم، وهو مقتضى كثير من الأحاديث الواردة في النهي كحديث ابن ماجه مرفوعاً «لأن أمشي على جمر أو سيف أو أخصف نعلي برجلي أحب إليّ من أن أمشي على قبر مسلم»[1] نقله السندي أيضاً. قوله: (**إذ هو أكمل من تسبيح اليابس**) مقتضى ذلك أن في قطع اليابس كراهة إلا أنها أخف إذ فيه تسبيح، ولذا قال أبو السعود: وإن كان يابساً لا بأس بقلعه. قول الشارح: (**إذا أوصى بذلك**). وكذا إذا كان من عادة أهله ذلك ولم يوصهم بتركه لأنه راض بذلك. اهـ. سندي.

باب الشهيد

قوله: (**واستشكله في الفتح بأن المرتقى الخ**) عبارة الفتح: وأما إن ظهر من الفم فقالوا: إن عرف أنه من الرأس بأن يكون صافياً غسل، وإن عرف أنه من الجوف فيكون من جراحة فيه فلا يغسل. وأنت علمت أن المرتقى من الجوف قد يكون علقاً فهو سوداء بصورة الدم، وقد يكون رقيقاً من قرحة في الجوف على ما تقدم في الطهارة فلم يلزم كونه من جراحة حادثة بل هو أحد المحتملات. اهـ. وبهذا تعلم مما في عبارة المحشي. قوله: (**وبهذا يعلم أن من قتله اللصوص في بيته الخ**) هذا إذا ادعى أنهم أو

(١) أخرجه ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ٤٥.





تأليف

العلامة أبي الفضل شهاب الدين
السيد محمود الألوسي البغدادي
المتوفى ١٢٧٠هـ

ضبطه وصححه
علي عبد الباري عطية

المجلد الثالث

٣ - ٤

المحتوى:

الآية (٢٤) سورة النساء ـ الآية (٨١) سورة المائدة



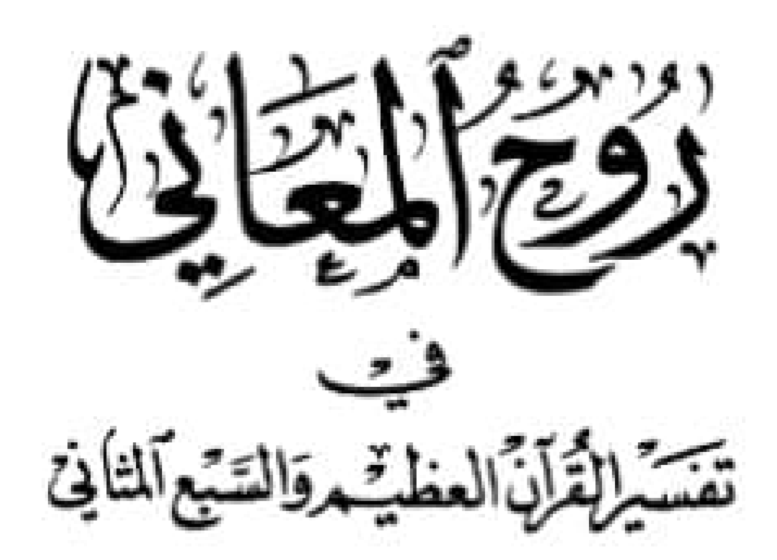
الأرض﴾ أي أرض الغربة والانتلاف فلا يلتفت إليهم السالك ولا يتوجه لهم ﴿ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ﴾ وهوان ﴿فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ لعظم جناياتهم وقد جاء ـ أن الله تعالى يغضب لأوليائه كما يغضب الليث الحرب، ومن آذى ولياً فقد آذنه بالمحاربة ـ نسأل الله تعالى العفو والعافية في الدين والدنيا والآخرة ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ﴾ لما ذكر سبحانه جزاء المحارب وعظم جنايته ـ وأشار في تضاعيف ذلك إلى مغفرته تعالى لمن تاب ـ أمر المؤمنين بتقواه عز وجل في كل ما يأتون ويذرون بترك ما يجب اتقاؤه من المعاصي التي من جملتها المحاربة والفساد، وبفعل الطاعة التي من عدادها التوبة والاستغفار ودفع الفساد ﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ﴾ أي اطلبوا لأنفسكم إلى ثوابه والزلفى منه ﴿الْوَسِيلَةَ﴾ هي فعيلة بمعنى ما يتوسل به ويتقرب إلى الله عز وجل من فعل الطاعات وترك المعاصي من وسل إلى كذا أي تقرب إليه بشيء، والظرف متعلق بها وقدم عليها للاهتمام وهي صفة لا مصدر حتى يمتنع تقدم معموله عليه، وقيل: متعلق بالفعل قبله، وقيل: بمحذوف وقع حالاً منها أي كائنة إليه، ولعل المراد بها الاتقاء المأمور به كما يشير إليه كلام قتادة، فإنه ملاك الأمر كله والذريعة لكل خير والمنجاة من كل ضير، والجملة حينئذ جارية مما قبلها مجرى البيان والتأكيد، وقيل: الجملة الأولى أمر بترك المعاصي، والثانية أمر بفعل الطاعات، وأخرج ابن الأنباري وغيره عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن الوسيلة الحاجة، وأنشد له قول عنترة:

إن الرجال لهم إليك وسيلة ... أن يأخذوك تكحلي وتخضبي

وكأن المعنى حينئذ اطلبوا متوجهين إليه حاجتكم فإن بيده عز شأنه مقاليد السماوات والأرض ولا تطلبوها متوجهين إلى غيره فتكونوا كضعيف عاذ بقرملة، وفسر بعضهم ـ الوسيلة ـ بمنزلة في الجنة، وكونها بهذا المعنى غير ظاهر لاختصاصها بالأنبياء عليهم الصلاة والسلام بناء على ما رواه مسلم وغيره «أنها منزلة في الجنة جعلها الله تعالى لعبد من عباده وأرجو أن أكون أنا فاسألوا لي الوسيلة» وكون الطلب هنا للنبي ﷺ مما لا يكاد يذهب إليه ذهن سليم، وعليه يمتنع تعلق الظرف بها كما لا يخفى، واستدل بعض الناس بهذه الآية على مشروعية الاستغاثة بالصالحين وجعلهم وسيلة بين الله تعالى وبين العباد والقسم على الله تعالى بهم بأن يقال: اللهم إنا نقسم عليك بفلان أن تعطينا كذا، ومنهم من يقول للغائب أو الميت من عباد الله تعالى الصالحين: يا فلان ادع الله تعالى ليرزقني كذا وكذا، ويزعمون أن ذلك من باب ابتغاء الوسيلة، ويروون عن النبي ﷺ أنه قال ـ إذا أعيتكم الأمور فعليكم بأهل القبور، أو فاستغيثوا بأهل القبور ـ وكل ذلك بعيد عن الحق بمراحل.

وتحقيق الكلام في هذا المقام أن الاستغاثة بمخلوق وجعله وسيلة بمعنى طلب الدعاء منه لا شك في جوازه إن كان المطلوب منه حياً ولا يتوقف على أفضليته من الطالب بل قد يطلب الفاضل من المفضول، فقد صح أنه ﷺ قال لعمر رضي الله تعالى عنه لما استأذنه في العمرة: «لا تنسنا يا أخي من دعائك» وأمره أيضاً أن يطلب من أويس القرني رحمة الله تعالى عليه أن يستغفر له، وأمر أمته ﷺ بطلب الوسيلة له كما مر آنفاً وبأن يصلوا عليه، وأما إذا كان المطلوب منه ميتاً أو غائباً فلا يستريب عالم أنه غير جائز وأنه من البدع التي لم يفعلها أحد من السلف، نعم السلام على أهل القبور مشروع ومخاطبتهم جائزة فقد صح أنه ﷺ كان يعلم أصحابه إذا زاروا القبور أن يقولوا: «السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين وإنا إن شاء الله تعالى بكم لاحقون يرحم الله تعالى المستقدمين منا ومنكم والمستأخرين نسأل الله تعالى لنا ولكم العافية، اللهم لا تحرمنا أجرهم ولا تفتنا بعدهم واغفر لنا ولهم» ولم يرد عن أحد من الصحابة رضي الله تعالى عنهم ـ وهم أحرص الخلق على كل خير ـ أنه طلب من ميت شيئاً بل قد صح عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أنه كان يقول إذا دخل الحجرة النبوية زائراً: السلام عليك يا رسول الله، السلام عليك





تأليف

العلامة أبي الفضل شهاب الدين
السيد محمود الألوسي البغدادي
المتوفى ١٢٧٠ هـ

ضبطه وصححه
علي عبد الباري عطية

المجلد الخامس
٧

المحتوى
الآية (٣١) من سورة يوسف - الآية (١٢٨) من سورة النحل



وفنون العلم وعدم مقابلة ذلك بالإنكار حيث أخبر سبحانه أنه يخلق ما لا يعلم بمقتضى القوى البشرية المحدثة وإنما يعلم بقوة إلهية وعناية صمدية، ألا ترى الصوفية الذين منّ الله تعالى عليهم بما من كيف علموا عوالم عظيمة نسبة عالم الشهادة إليها كنسبة القدرة إلى الجبل العظيم، ومن زعم الانتظام في سلكهم كالكشفية المطلقين أنفسهم بالكشفية من ذكر من ذلك أشياء لا يشك العاقل في أنها لا أصل لها بل لو عرض كلامهم في ذلك على الأطفال أو المجانين لم يشكوا في أنه حديث خرافة صادر عن محض التخيل، وأنا أسأل الله تعالى أن لا يبتلي مسلماً بمثل ما ابتلاهم، وقد عزمت حين رأيت بعض كتبهم التي ألفها بعض معاصرينا منهم مما اشتمل على ذلك على أن أصنع نحو ما صنعوا مقابلة للباطل بمثله لكن منعني الحياء من الله والاشتغال بخدمة كلامه سبحانه والعلم بأن تلك الخرافات لا تروج إلا عند من سلب منه الإدراك والتحق بالجمادات، وقال الواسطي في الآية: المعنى يخلق فيكم من الأفعال ما لا تعلمون أنها لكم أم عليكم ﴿وعلى الله قصد السبيل﴾ أي السبيل القصد وهو التوحيد ﴿ومنها جائر﴾ وهو ما عدا ذلك ﴿ولو شاء لهداكم أجمعين﴾ لكنه لم يشأ لعدم استعدادكم وليظهر صفات جماله وجلاله سبحانه: ﴿وألقى في الأرض رواسي﴾ وهم الأوتاد أرباب التمكين ﴿أن تميد بكم﴾ أي تضطرب، ومن الكلام المشهور على الألسنة لو خلت قلبت ﴿وأنهاراً﴾ وهم العلماء الذين تحيا بفرات علومهم أشجار القلوب ﴿وسبلاً﴾ وهم المرشدون الداعون إليه تعالى ﴿وعلامات﴾ وهي الآيات الآفاقية والأنفسية ﴿وبالنجم هم يهتدون﴾ وهي الأنوار التي تلوح للسالك من عالم الغيب.

وقال بعضهم: ألقى في أرض القلوب رواسي العلوم الغيبية والمعارف السرمدية وأجرى فيها أنهار أنوار المعرفة والمكاشفة والمحبة والشوق والعشق والحكمة والفطنة وأوضح سبلاً للأرواح والعقول والأسرار، فسبيل الأرواح إلى أنوار الصفات، وسبيل العقول إلى أنوار الآيات، وسبيل الأسرار إلى أنوار الذات، والسبل في الحقيقة غير متناهية، ومن كلامهم الطرق إلى الله تعالى بعدد أنفاس الخلائق. والعلامات في الظاهر أنوار الأفعال للعموم، وأخص العلامات في العالم الأولياء، والنجوم أهل المعارف الذين يسبحون في أفلاك الديمومية بأرواحهم وقلوبهم وأسرارهم من القدم بهم يهتدي إلى مقصوده الأبدي، وفي الحديث «أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم» والمراد بهم خواصهم لمكان الخطاب، ويجوز أن يراد كلهم والخطاب لنا ولا مانع من ذلك على مشرب القوم ﴿والذين يدعون من دون الله لا يخلقون شيئاً وهم يخلقون أموات غير أحياء وما يشعرون أيان يبعثون﴾ ما أعظمها آية في النعي على من يستغيث بغير الله تعالى من الجمادات والأموات ويطلب منه ما لا يستطيع جلبه لنفسه أو دفعه عنها.

وقال بعض أكابر السادة الصوفية قدس الله تعالى أسرارهم: إن الاستغاثة بالأولياء محظورة إلا من عارف يميز بين الحدوث والقدم فيستغيث بالولي لا من حيث نفسه بل من حيث ظهور الحق فيه فإن ذلك غير محظور لأنه استغاثة بالحق حينئذ، وأنا أقول إذا كان الأمر كذلك فما الداعي للعدول عن الاستغاثة بالحق من أول الأمر؟ وأيضاً إذا ساغت الاستغاثة بالولي من هذه الحيثية فلتسغ الصلاة والصوم وسائر أنواع العبادة له من تلك الحيثية أيضاً، ولعل القائل بذلك قائل بهذا. بل قد رأيت لبعضهم ما يكون هذا القول بالنسبة إليه تسبيح ولا يكاد يجري قلمي أو يفتح فمي بذكره، فالطريق المأمون عند كل رشيد الاستغاثة والاستعانة على الله عز وجل فهو سبحانه الحي القادر العالم بمصالح عباده وإياك والانتظام في سلك الذين يرجون النفع من غيره تعالى ﴿الذين تتوفاهم الملائكة ظالمي أنفسهم﴾ ذكروا أن السابقين الموحدين يتوفاهم الله تعالى بذاته، وأما الأبرار والسعداء فقسمان، فمن ترقى عن مقام النفس بالتجرد ووصل إلى مقام القلب والعلوم والفضائل يتوفاهم ملك الموت، ومن كان في مقام النفس من العباد والصلحاء والزهاد



الرسائل السلفية

في

إحياء سنة خير البرية

صلى الله تعالى عليه وسلم

للإمام الأصولي وحافظ المحدثين وقدوة المجتهدين
شيخ الإسلام محمد بن علي الشوكاني

المتوفى سنة ١٢٥٠ ه

قامت بطبع هذه الرسائل وتصحيحها ومراجعتها جماعة من المؤمنين الموحدين المحبين لنشر العلوم والمعارف لتعميم نشرها في الأقطار الإسلامية ليعم نفعها جميع المسلمين

طبعت سنة ١٣٤٨ هجرية ١٩٣٠ ميلادية

دار الكتب العلمية

بيروت

فى كل بقعة من بقاع الارض وفعلك وأنت عاقل لا يكون الا لمقصد قد قصدته أو أمر قـد أردته والا فأنت مجنون قـد رفع عنك القلم ولا نوافقك على دعوى الجنون الا بعد صدور أفعالك وأقوالك فى غير هـذا على نمط أفعال المجانين ، فان كنت تصدرها مصدر أفعـال العقلاء فأنت تـكذب على نفسك فى دعواك الجنون فى هذا الفعل بخصوصه فراراً عن أن يلزمك ما لزم عباد الاوثان الذين حكى الله عنهم فى كتابه العزيز ما حكاه بقوله (وجعلوا لله مما ذرأ من الحرث والانعام نصيباً فقالوا هذا لله بزعمهم وهذا لشركائنا) و بقوله (و يجعلون لما لا يعلمون نصيباً مما رزقناهم ، تالله لتسألن عما كنتم تفترون) .

(فان قلت) أن المشركين كانوا لا يقرون بكلمة التوحيد وهؤلاء المعتقدون فى الاموات يقرون بها (قلت) هؤلاء انما قالوها بألسنتهم وخالفوها بأفعالهم فان من استغاث بالاموات أو طلب منهم مالا يقدر عليه الا الله سبحانه ، أو عظمهم أو نذر عليهم بجزء من ماله أو نحر لهم فقد نزلهم منزلة الآلهة التى كان المشركون يفعلون لها هـذه الأفعال فهو لم يعتقد معنى لا إله إلا الله ولا عمل به بل خالفها اعتقاداً وعملا فهو فى قوله لا إله إلا الله كاذب على نفسه ، فانه قد جعل إلهاً غير الله يعتقد أنه يضر و ينفع وعبده بدعائه عند الشدائد والاستغاثة به عند الحاجة

تمام المنة بأحكام البدعة والسنة

تأليف

الشيخ علي أحمد عبد العال الطهطاوي
شيخ جمعية أهل القرآن والسنة

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

الهلاك الأبدي والعذاب السرمدي لما فيه من روائح الشرك المحقق، ومصادمة الكتاب المصدق، ومخالفة عقائد الأمة وما اجتمعت عليه الأمة . وفي التنزيل: ﴿ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيراً﴾ [النساء: ١١٥] .

وقال العلامة الفقيه ابن حجر الهيتمي من أئمة الشافعية في كتابه «فتح المبين شرح الأربعين»: من دعا غير الله فهو كافر . اهـ .

وقال شيخ الإسلام أبو العباس رحمه الله، وقد سئل عن رجل قال: لا بد لنا من واسطة بيننا وبين الله؟ قال: من جعل الملائكة والأنبياء والأولياء وسائط يدعوهم ويسألهم جلب المنافع وسد الفاقات وتفريج الكربات، فهو كافر بإجماع المسلمين . اهـ .

وقال الإمام العلامة محمد بن إسماعيل الصنعاني، في تطهير الاعتقاد: من اعتقد في شجر أو حجر أو قبر أو ملك أو جني أو حي أو ميت أن ينفع أو يضر أو أنه يقرب إلى الله تعالى، أو يشفع عنده في حاجة من حوائج الدنيا بمجرد التشفع والتوسل إلى الرب تعالى فإنه قد أشرك مع الله غيره، واعتقد ما لا يحل اعتقاده، كما اعتقد المشركون في الأوثان. اهـ .

وقال صاحب تبيين المحارم المذكورة في القرآن، وهو من أئمة الحنفية: من أشرك في الله غيره فإنه يكفر بالإجماع، ويقتل إن أصر على ذلك، وإن تاب تاب الله عليه، وسلم من القتل . اهـ .

وقال الإمام محمد بن علي الشوكاني - رحمه الله - في إخلاص كلمة التوحيد: لا شك أن من اعتقد في ميت من الأموات أو حي من الأحياء، أنه يضره أو ينفعه إما استقلالاً، أو مع الله تعالى وناداه أو توجه إليه أو استغاث به في أمر من الأمور التي لا يقدر عليها المخلوق: لم يخلص التوحيد لله ولا إفراده بالعبادة ، إذ الدعاء بطلب وصول الخير إليه ودفع الضر عنه، هو نوع من أنواع العبادة، ولا فرق بين أن يكون هذا المدعو من دون الله أو معه حجراً أو شجراً أو ملكاً أو شيطاناً أو إنساناً من الأحياء أو الأموات، وكل عالم يعلم ذلك ويقرّ به فإن العلة واحدة، وعبادة غير الله تعالى وتشريك غيره معه يكون للحيوان كما يكون للجماد، وللحي كما يكون للميت، فمن زعم أن ثم فرقاً بين من اعتقد في وثن من الأوثان أنه يضر أو ينفع، وبين من اعتقد في ميت من بني آدم أو حي منهم أنه يضر أو ينفع أو يقدر على أمر لا يقدر عليه إلا الله تعالى فقد غلط غلطاً بيناً وأقرّ على نفسه بجهل كثير . اهـ .

إمداد القاري

بشرح كتاب التفسير من

صحيح البخاري

تأليف

فضيلة الشيخ العلامة

عُبيد بن عبد الله بن سليمان الجابري

المدرس بالجامعة الإسلامية سابقاً

الجزء الأول

مكتبة الفرقان

استأذانه على ربه فما بالك بمن دونه من الخلق.

السادسة عشرة: قوله (**ثم أشفع فيحد لي حداً فأدخلهم الجنة**) هذا في أهل الكبائر من أمته صلى الله عليه وسلم، وهو دليل على صحة معتقد أهل السنة والجماعة في إخراج عصاة الموحدين بالشفاعة من النار وقد تواتر عنه صلى الله عليه وسلم النقل في ذلك وأجمع عليه أهل السنة والجماعة، وخالف في ذلك الخوارج والمعتزلة ومن وافقهم من المبتدعة فقالوا فيمن مات من أهل الكبائر دون توبة أنه خالد مخلد في النار.

تنبيه :

استدل أهل الزيغ والخرافة بهذا الحديث على جواز الاستغاثة بالأموات من الأنبياء والأولياء قالوا: فالناس استغاثوا بالأنبياء قلنا: هذه حجة داحضة وشبهة فاسدة والجواب عن ذلك من وجهين:

الأول: أنه لم تقع استغاثة في هذا الحديث بميت وإنما وقعت بالأنبياء وهم أحياء في الموقف؛ الثاني: أن الناس استغاثوا بالأنبياء في أمر مقدور لهم عليه وهو طلب الشفاعة لهم عند الله عز وجل بالخلاص من هول ذلك الموقف إلا أن أولئك الأنبياء عليهم الصلاة والسلام قد أبدوا اعتذارهم وشرف الله بها محمداً ﷺ والله يختص من يشاء بفضله ورحمته.

شرح الملا علي القاري

المتوفى سنة ١٠١٤ هجرية

على

آداب المريدين

للشيخ أبي النجيب السهروردي

المتوفى سنة ٥٦٣ هجرية

اعتنى به

محمد عبد العزيز عبد الخالق





وكيفية الخلاص منها . ولهم أيضًا مُستنبطاتٌ من علوم مُشْكِلَة على الفقهاء وذلك مثل العوارض والعوائق ، وحقائق الأذكار ....

ومن جملة الشرك الخفي رؤية الضر والنفع من الخلق.

وكذا مشاهدة الرجاء والخوف والعطاء والمنع وإليه أشار قولهم التوحيد إسقاط الإضافات (وكيفية الخلاص منها) أي آفات النفس ودسائسها وهو بمخالفتها وقطعها عن مألوفاتها.

وأحسن أنواع الخلاص منها الالتجاء إلى صاحبها كما في الدعاء المأثور «اللّهم إني أعوذ بك من شر نفسي واللّهم لا تكلني إلى نفسي طرفة عين».

ولله در القائل أعط القوس باريها وهذا إنما يكون بعد المجاهدة والمراقبة والمحاسبة والرياضات التي تُضعفها عن المخالفة ثم آخر الداء الكي في المعالجة لحسم المادة.

وفي الجملة الحجب أربعة الدنيا والخلق والشيطان والنفس وهي أساس البلاء وأعدى الأعداء ولذا قيل لأبي يزيد في مقام المزيد حين قال: إلهي كيف الطريق إليك دع نفسك وتعال وأما قول بعض أرباب الحال خطوتين وقد وصلت فكأنّه أراد به النفس والشيطان أو الدنيا والعقبى كما يشير إليه قوله سبحانه: ﴿فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ﴾ [طه: الآية 12] فعليك خلعهما عن قلبك حتى تصل إلى كمال قربك وجمال حبك لربك، ولهم، أي للصوفية (أيضًا) أي زيادة على ما ذكر (مستنبطات) أي مسائل مستخرجات (من علوم مشكلة) أي ملتبسة تلك العلوم (على الفقهاء) أي المحصورين بالرسوم (مثل العوارض) وهي الخواطر النفسانية واللمات الشيطانية والملكية والسبحانية (والعوائق) أي الموانع من العلائق التي هي القطائع عن اللوائح واللوامع (وحقائق) أي في معرفة الدقائق و(الأذكار) أي النفسية في الحالات الخفية والمقامات الجمعية وإليه الإشارة في قوله تعالى: ﴿وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ﴾ [الكهف: الآية 24] تركت حظك أو نسيت نفسك أو نسيت غيره ولذا قيل إذا نسيت ما دون الله فقد ذكرت الله فمن اشتغل بدنيا أو عقباه لم يذكر الله ولم يعط حق مولاه ومن هنا قال العارف ابن الفارض في الحال الفائض:

ولو خطرت لي في سواك إرادة على خاطري سهوًا حكمت بردتي.

وقال أبو يزيد إذا خطر ببالي الدنيا أتوضأ لأنها محدثة وذكرها حدث وإذا خطر ببالي الآخرة أغتسل لأنها منبع الشهوة.

الموسوعة الحديثية
تصدرها مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع
[illegible]
معالي الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

سنن الدارقطني

تأليف

الحافظ الكبير علي بن عمر الدارقطني

٣٠٦ - ٣٨٥ هـ

ويذيله

التعليق المغني على الدارقطني

للمحدث العلامة أبي الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادي

الجزء الخامس

كتاب الطلاق والخلع والإيلاء — كتاب الفرائض — كتاب السير

كتاب المكاتب — كتاب الأحباس — كتاب في الأقضية والأحكام وغيرها

كتاب الأشربة وغيرها — كتاب السبق بين الخيل

حققه وضبط نصه وعلق عليه
شعيب الأرنؤوط
حسن عبد المنعم شلبي — سعيد اللحام

مؤسسة الرسالة

عن عائشة ، قالت : قال رسول الله ﷺ : «من أحدثَ في أمرنا هذا ما ليس منه ، فهو رَدٌّ»(1) .

= قوله : «فهو ردٌّ» قال أهل العربية : الردُّ هاهنا بمعنى المردود ، ومعناه فهو باطل غير معتدٍّ به ، وهذا الحديث قاعدة عظيمة من قواعد الإسلام ، وهو من جوامع كلمه ﷺ ، فإنه صريح في ردِّ كل البدع والمخترعات ، وفي الرواية الثانية لمسلم وهي : «من عمل عملاً ليس عليه أمرُنا ، فهو ردٌّ» زيادة وهي أنه قد يعاند بعض الفاعلين في بدعة سُبق إليها ، فإذا احتُجَّ عليه بالرواية الأولى وهي : من أحدث في أمرنا هذا ، يقول : أنا ما أحدثت شيئاً ، فيحتج عليه بالثانية التي فيها التصريح بردِّ كلِّ المُحدَثات ، سواء أحدثها الفاعل أو سُبق بإحداثها ، وهذا الحديث مما يُعتنى بحفظه واستعماله في إبطال المنكرات ، وإشاعة الاستدلال به ، قاله النووي ، قلت : ومن أقبح المُنكرات ، وأكبر البدعات ، وأعظم المحدثات ما اعتاد به أهلُ البدع من ذكر الشيخ عبدالقادر الجيلاني رحمه الله تعالى ، بقولهم : يا شيخ عبدالقادر الجيلاني شيئاً لله ، والصلاة المنكوسة إلى بغداد ، وغير ذلك مما لا يُعدُّ ، وهؤلاء عَبدة غير الله ، ما قدَروا الله حقَّ قدره ، ولم يعلم هؤلاء السُّفهاء أن الشيخ رحمه الله لا يقدر لأحد على جلب نفع له ، ولا لدفع ضَرَر عنه مقدار ذرَّة ، فلِمَ يستعينون به ، ولِمَ يطلبون منه الحوائج ، أليس الله بكافٍ عبدَه ، اللهم إنَّا نعوذ بك من أن نشرك بك أو نُعظِّم أحداً من خلقك كعظمتك ، قال في «البزازية» وغيرها من كتب الفتاوى : من قال : إنَّ أرواح المشايخ حاضرةٌ تعلَم ، يكفُرُ ، كذا قال الشيخ فخر الدين أبو سعيد عثمان الجياني ابن سليمان الحنفي في رسالة ، ومن ظن أن أحداً يتصرف في الأمور دون الله واعتقد بذلك كفر ، كذا في «البحر الرائق» وقال القاضي حَميد الدين =

(1) هو في «مسنده أحمد» (٢٤٤٥٠) ، و«صحيح» ابن حبان (٢٦) و(٢٧) ، وهو حديث صحيح .

الموسوعة الحديثية

تصدرها مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع
يشرف على إصدارها
معالي الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

سنن الدارقطني

تأليف
الحافظ الكبير علي بن عمر الدارقطني
٣٠٦ - ٣٨٥ هـ

وبذيله
التعليق المغني على الدارقطني
للمحدث العلامة أبي الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادي

الجزء الخامس

كتاب الطلاق والخلع والإيلاء، كتاب الفرائض، كتاب السير
كتاب المكاتب، كتاب الأحباس، كتاب في الأقضية والأحكام وغيرها
كتاب الأشربة وغيرها، كتاب السبق بين الخيل

حققه وضبط نصه وعلق عليه
شعيب الأرنؤوط
حسن عبد المنعم شلبي   سعيد اللحام

مؤسسة الرسالة

= ناكوري الهندي في «التوضيح»: منهم الذين يدعون الأنبياء والأولياء عند الحوائج والمصائب باعتقاد أن أرواحهم حاضرة تسمع النداء، وتعلم الحوائج؛ وذلك شرك قبيح، وجهل صريح قال الله تعالى: ﴿ومن أضل ممن يدعو من دون الله﴾ الآية [الأحقاف: ٥] وفي «البحر»: لو تزوج بشهادة الله ورسوله، لا ينعقد النكاح، ويكفر، لاعتقاد أنَّ النبي ﷺ يعلم الغيب، وهكذا في «فتاوى» القاضي خان والعيني و«الدر المختار» و«العالمكيرية» وغيرها من كتب العلماء الحنفية، وأمَّا الآيات الكريمة والسنة المطهرة في إبطال أساس الشرك، والتوبيخ على فاعله، فأكثر من أن تحصى، ولشيخنا العلامة السيد محمد نذير حسين الدّهلوي، في رد تلك البدعة المنكرة رسالة شافية، ومن البدعات المحدثة انعقاد مجلس مولد النبي ﷺ في شهر ربيع الأول، قال الإمام أبو عبدالله محمد الشهير بابن الحاجّ في «المدخل»: ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات، وإظهار الشعائر، ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد، وقد احتوى على بدع ومحرَّمات جملة، ثم ذكرها مفصلاً، ثم قال بعد ذلك: وهذه المفاسد مركبة على فعل المولد إذا عمل بالسّماع، فإن خلا منه وعمل طعاماً فقط، ونوى به المولد، ودعا إليه الإخوان، وسَلِمَ من كلّ ما تقدم ذكرُه، فهو بدعة بنفس نيته فقط، إذ إن ذلك زيادة في الدّين، وليس من عمل السلف الماضين، واتباع السلف أولى، بل أوجبُ من أن يزيد نية مخالفة لما كانوا عليه، لأنهم أشدّ الناس اتباعاً لسنة رسول الله ﷺ، وتعظيماً له، ولسنته ﷺ، ولهم قدم السَّبق في المبادرة إلى ذلك، ولم ينقل عن أحد منهم أنه نوى المولد ونحن لهم تَبَعٌ، فيسعنا ما وسعهم، وقد علم أن اتباعهم في المصادر والموارد، انتهى كلامه. ولشيخنا العلامة القاضي بشير الدين القنّوجي في ذلك الباب كتاب مستقل سماه: «غاية الكلام في إبطال =

« أنواع الشرك الواقع في الأمم » :

وشرك الأمم نوعان : شرك في الإلهية ، وشرك في الربوبية . فالشرك في الإلهية والعبادة هو الغالب على أهل الإشراك ، وهو شرك عباد الأصنام ، وعباد الملائكة ، وعباد الجن ، وعباد المشايخ والصالحين الأحياء والأموات الذين قالوا: إنما نعبدهم ليقربونا إلى الله زُلْفى[1] ويشفعون لنا عنده وينالنا بسبب قربهم من الله [و] [2] كرامته لهم قربٌ وكرامة كما هو المعهود في الدنيا من حصول الكرامة والزلفى لمن يخدم أعوان الملك وأقاربه وخاصته .

والكتب الإلهية كلها من أولها إلى آخرها تبطل هذا المذهب وترده وتقبح أهله وتنص على أنهم أعداء الله تعالى . وجميع الرسل صلوات الله عليهم متفقون على ذلك من أولهم إلى آخرهم ، وما أهلك الله تعالى من أهلك من الأمم إلا بسبب هذا الشرك ومن أجله .

« الإشراك في المحبة » :

وأصل الشرك في محبة غير الله تعالى، قال تعالى : ﴿ يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ﴾ [3] فأخبر سبحانه وتعالى أنه من أحب مع الله شيئاً غيره كما يحبه فقد اتخذه نداً من دونه ، وهذا على أصح القولين [4] في الآية أنهم يحبونهم كما يحبون الله ، وهذا هو العدل المذكور في قوله تعالى: ﴿ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ﴾[5] ، والمعنى على أصح . . . .

---

(١) إشارة إلى قوله تعالى في سورة الزمر آية : ٣ ﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى ﴾ .

(٢) ساقطة من الأصل .

(٣) البقرة : ١٦٥ .

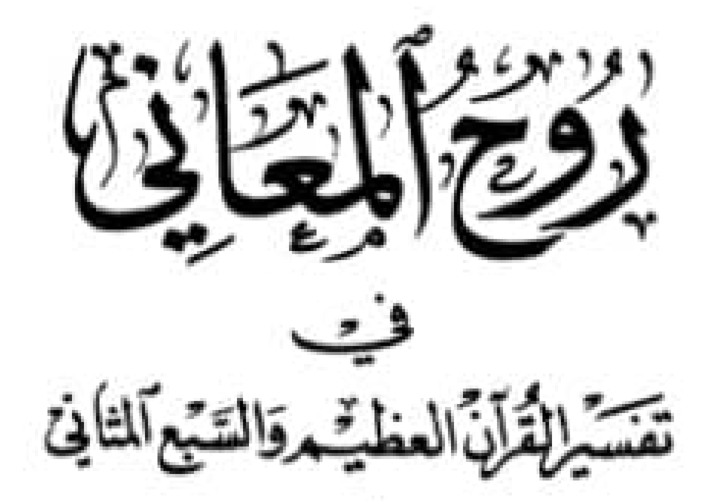
(٤) القولان المشار إليهما ذكرهما العلامة ابن القيم في « مدارج السالكين » (٣/ ١٤، ١٥) في قوله : ﴿يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ﴾ فيه قولان :

أحدهما : يحبونهم كما يحبون الله ، فيكون قد أثبت لهم محبة لله ولكنها محبة يشركون فيها مع الله أنداداً .

والثاني : أن المعنى : يحبون أندادهم ، كما يحب المؤمنون الله ، ثم بين أن محبة المؤمنين لله أشد من محبة أصحاب الأنداد لأندادهم . وقد كان شيخ الإسلام ابن تيمية يرجح القول الأول، ويقول : إنما ذُموا بأن شَرَّكوا بين الله وبين أندادهم في المحبة ولم يخلصوها له ، كمحبة المؤمنين له . قلت: وانظر : التفسير القيم (ص ١٣٩) لابن القيم ، وقاعدة في المحبة لابن تيمية (ص ١١) ، وابن كثير (١/ ٢٠٢) .

(٥) الأنعام : ١ .





تأليف

العلامة أبي الفضل شهاب الدين
السيد محمود الألوسي البغدادي
المتوفى ١٢٧٠هـ

ضبطه وصححه
علي عبد الباري عطية

المجلد الثالث
٣ - ٤



بأس به أيضاً إن كان المتوسل بجاهه مما علم أن له جاهاً عند الله تعالى كالمقطوع بصلاحه وولايته، وأما من لا قطع في حقه بذلك فلا يتوسل بجاهه لما فيه من الحكم الضمني على الله تعالى بما لم يعلم تحققه منه عز شأنه، وفي ذلك جرأة عظيمة على الله تعالى، الثاني أن الناس قد أكثروا من دعاء غير الله تعالى من الأولياء الأحياء منهم والأموات

وغيرهم، مثل يا سيدي فلان أغثني، وليس ذلك من التوسل المباح في شيء، واللائق بحال المؤمن عدم التفوه بذلك وأن لا يحوم حول حماه، وقد عده أناس من العلماء شركاً وأن لا يكنه، فهو قريب منه ولا أرى أحداً ممن يقول ذلك إلا وهو يعتقد أن المدعو الحي الغائب أو الميت المغيب يعلم الغيب أو يسمع النداء ويقدر بالذات أو بالغير على جلب الخير ودفع الأذى وإلا لما دعاه ولا فتح فاه، وفي ذلك بلاء من ربكم عظيم، فالحزم التجنب عن ذلك وعدم الطلب إلا من الله تعالى القوي الغني الفعال لما يريد[1] ومن وقف على سر ما رواه الطبراني في معجمه من أنه كان في زمن النبي ﷺ منافق يؤذي المؤمنين فقال الصديق رضي الله تعالى عنه: قوموا بنا نستغيث برسول الله ﷺ من هذا المنافق فجاؤوا إليه، فقال: إنه لا يستغاث بي إنما يستغاث بالله تعالى؛ لم يشك في أن الاستغاثة بأصحاب القبور ـ الذين هم بين سعيد شغله نعيمه وتقلبه في الجنان عن الالتفات إلى ما في هذا العالم، وبين شقي ألهاه عذابه وحبسه في النيران عن إجابة مناديه والإصاخة إلى أهل ناديه ـ أمر يجب اجتنابه ولا يليق بأرباب العقول ارتكابه، ولا يغرنك أن المستغيث بمخلوق قد تقضى حاجته وتنجح طلبته فإن ذلك ابتلاء وفتنة منه عز وجل، وقد يتمثل الشيطان للمستغيث في صورة الذي استغاث به فيظن أن ذلك كرامة لمن استغاث به، هيهات هيهات إنما هو شيطان أضله وأغواه وزين له هواه، وذلك كما يتكلم الشيطان في الأصنام ليضل عبدتها الطغام، وبعض الجهلة يقول: إن ذلك من تطور روح المستغاث به، أو من ظهور ملك بصورته كرامة له ولقد ساء ما يحكمون، لأن التطور والظهور وإن كانا ممكنين لكن لا في مثل هذه الصورة وعند ارتكاب هذه الجريرة، نسأل الله تعالى بأسمائه أن يعصمنا من ذلك، ونتوسل بلطفه أن يسلك بنا وبكم أحسن المسالك ﴿وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ﴾ مع أعدائكم بما أمكنكم.

﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ بنيل نعيم الأبد والخلاص من كل نكد ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ كلام مبتدأ مسوق لتأكيد وجوب الامتثال بالأوامر السابقة، وترغيب المؤمنين في المسارعة إلى تحصيل الوسيلة إليه عز شأنه قبل انقضاء أوانه، وبيان استحالة توسل الكفار يوم القيامة بما هو من أقوى الوسائل إلى النجاة من العذاب فضلاً عن نيل الثواب ﴿لَوْ أَنَّ لَهُمْ﴾ أي لكل واحد منهم كقوله سبحانه: ﴿ولو أن لكل نفس ظلمت﴾ [يونس: ٥٤] الخ، وفيه من تهويل الأمر وتفظيع الحال ما ليس في قولنا: لجميعهم ﴿مَا فِي الْأَرْضِ﴾ أي من أصناف أموالها وذخائرها وسائر منافعها قاطبة، وهو اسم ﴿أَنَّ﴾ و ﴿لَهُم﴾ خبرها ومحلها الرفع عندهم خلا أنه عند سيبويه رفع على الابتداء لا حاجة فيه إلى الخبر لاشتمال صلتها على المسند والمسند إليه، وقد اختصت من بين سائر ما يؤول بالاسم بالوقوع بعد ﴿لَوْ﴾، وقيل: الخبر محذوف ويقدر مقدماً أو مؤخراً قولان، وعند الزجاج والمبرد والكوفيين رفع على الفاعلية أي لو ثبت لهم ما في الأرض، وقوله تعالى: ﴿جَمِيعًا﴾ توكيد للموصول أو حال منه، وقوله سبحانه: ﴿وَمِثْلَهُ﴾ بالنصب عطف عليه، وقوله



قوله تعالى: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُوا مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ ءَابَآءَنَآ أَوَلَوْ كَانَ ءَابَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْـًٔا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٧٠﴾﴾

فيه سبع مسائل:

الأولى: قوله تعالى: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ﴾ يعني كفّار العرب. ابن عباس: نزلت في اليهود. الطبري: الضمير في (لهم) عائد على الناس من قوله تعالى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُوا﴾ وقيل: هو عائد على (من) في قوله تعالى: ﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ﴾ [البقرة: ١٦٥] الآية. وقوله: ﴿ٱتَّبِعُوا مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ﴾ أي بالقبول والعمل. ﴿قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ ءَابَآءَنَآ﴾ ألفينا: وجدنا. وقال الشاعر:

فألفيته غير مستعتب ... ولا ذاكر الله إلا قليلا

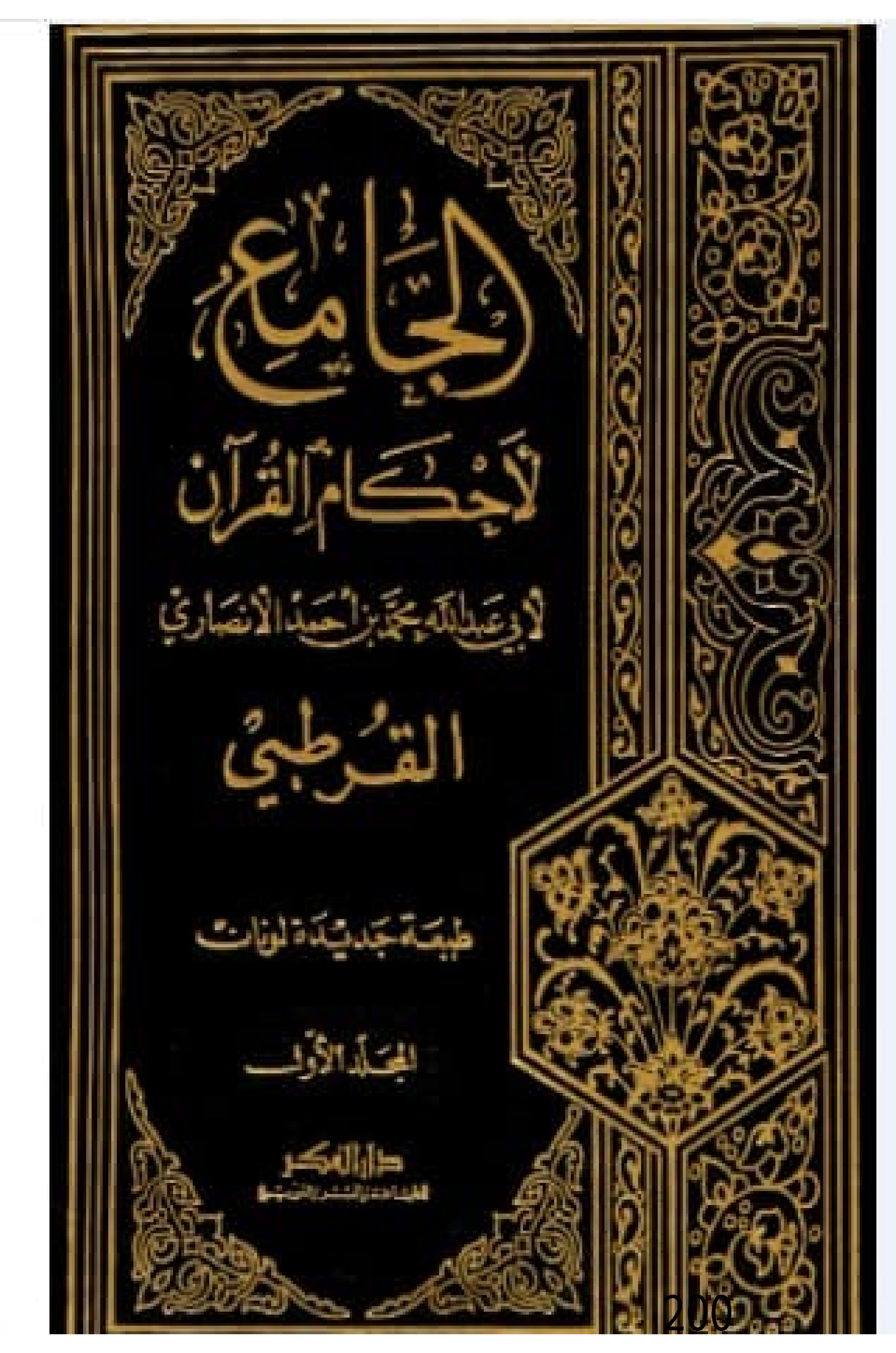
الثانية: قوله تعالى: ﴿أَوَلَوْ كَانَ ءَابَآؤُهُمْ﴾ الألف للاستفهام، وفُتحت الواو لأنها واو عطف، عطفتْ جملة كلام على جملة؛ لأن غاية الفساد في الالتزام أن يقولوا: نتّبع آباءنا ولو كانوا لا يعقلون؛ فقُرّروا على التزامهم هذا، إذ هي حال آبائهم.

مسألة: قال علماؤنا: وقوّة ألفاظ هذه الآية تعطي إبطال التقليد، ونظيرها: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ ءَابَآءَنَآ﴾ [المائدة: ١٠٤] الآية. وهذه الآية والتي قبلها مرتبطة بما قبلهما؛ وذلك أن الله سبحانه أخبر عن جهالة العرب فيما تحكّمت فيه بآرائها السّفيهة في البحيرة والسائبة والوصيلة[1]، فاحتجّوا بأنه أمرٌ وجدوا عليه آباءهم فاتبعوهم في ذلك، وتركوا ما أنزل الله على رسوله وأمر به في دينه؛ فالضمير في ﴿لهم﴾ عائد عليهم في الآيتين جميعاً.

الثالثة: تعلّق قوم بهذه الآية في ذمّ التقليد لذمّ الله تعالى الكفار باتّباعهم لآبائهم في الباطل، واقتدائهم بهم في الكفر والمعصية. وهذا في الباطل صحيح، أما التقليد في الحق فأصل من أصول الدّين، وعِصْمةٌ من عِصم المسلمين يلجأ إليها الجاهل المقصّر عن درْك النظر.

واختلف العلماء في جوازه في مسائل الأصول على ما يأتي؛ وأما جوازه في مسائل الفروع فصحيح.

الرابعة: التقليد عند العلماء حقيقته قبول قول بلا حجة؛ وعلى هذا فمَن قَبِل قول النبيّ ﷺ من غير نظر في معجزته يكون مُقلِّداً؛ وأمّا من نظر فيها فلا يكون مُقلِّداً. وقيل: هو اعتقاد صحة فُتيا مَن لا يعلم صحة قوله. وهو في اللغة مأخوذ من قلادة البعير؛ فإن العرب تقول: قلّدت البعير



علمائے وقت کی طرف رجوع کرنا بعینہ ان مجتہدین کی طرف رجوع کرنا ہے جن کے پیرو ومقلد وہ علماء ہیں۔ علماء تو صرف ایک واسطہ ہیں۔ (محمد حسین بٹالوی صاحب)

سوال دوم- موجودہ علماء کے قول پر اعتماد اور ان کا اتباع جائز ہے تو تقلید مجتہدین سے جو علمار وقت سے افضل ہیں دست کشی کیوں ہے ؟

الجواب تقلید مجتہدین سے کوئی اس وقت دست کشی نہیں کر سکتا- عامی ہیں تو وہ بواسطہ علمائے وقت مجتہدین کی تقلید کر رہے ہیں- علمائے وقت کیطرف ان کا رجوع کرنا بعینہ اُن مجتہدین کیطرف رجوع کرنا ہے جن کے پیرو و مقلد وہ علماء ہیں

241/305

فرق صرف اتنا ہے کہ وہ بلا واسطہ علماء وقت نہ اقوال یا اصول مجتہدین کیطرف رجوع کر سکتے ہیں نہ بلا واسطہ مجتہدین کی طرف وہ منسوب ہو سکتے ہیں- اسی نظر سے کہا گیا ہے " العامی لامذهب له- انما مذهبه مذهب مفتیه "

اب رہے علمائے وقت سو بہت سے مسائل فرعیہ قواعد اصولیہ ہیں جن کے دلائل وہ نہیں جانتے مجتہدین فقہاء کے مقلد ہیں اور حدیث کی صحت اور ضعف ان لینے میں تو ان کا مقلد ہونا تو ظاہر ہی ہے

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ

نمبر اول — جلد یازدہم

معہ

ضمیمہ متحفِ مسائل مذہب محدثین اہلِ السنۃ

بابت ۱۳۰۶ ہجری مطابق ۱۸۸۸ء

اصول و ضوابط و شرح تتمیت رسالہ و ضمیمہ

(۱) یہ رسالہ اور اسکا ضمیمہ دونو ماہوار ہیں (۲) ضمیمہ اکثر رسالہ سے علیحدہ شائع ہوتا ہے (۳) ضمیمہ رسالہ سے علیحدہ نہیں فروخت ہوتا رسالہ بدون ضمیمہ مل سکتا ہے (۴) رسالہ کے اصول اغراض یہ ہیں

(الف) اصول اسلام اور اسکے فروع عظام سے خصوصاً جو متعلق معاشرت ہیں بحث کرنا۔

(ب) اہل اسلام کے مختلف فرقوں کی باہمی اتحاد و اتفاق میں کوشش کرنا۔

(۵) ضمیمہ کی غرض صرف مسائل ذریعہ مذہب محدثین سے بحث کرنا ہے۔

آیۃ قرآن یا حدیث پڑھکر بھی سناوے یا طوطے کی طرح یاد کرادے - تب بھی وہ آیہ یا حدیث کے معنے اور حدیث کی صحت تسلیم کرنے مین اس عالم کا مقلد کہلاتا ہے کیونکہ وہ کسی دلیل سے یہہ نہین جانتا کہ آیہ یا حدیث کے وہ معنے جو اس عالم نے اسکو بتائے

بلا حجۃ منہا فلیس الرجوع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والاجماع من التقلید (الی) کلا منہما حجۃ شرعیۃ الی ان قال نقلا عن الحادی القدسی لکن یسمے (ای تقلید النبی صلی اللہ علیہ وسلم) تقلید العرفہا - (عقد الفرید ص۲۶) لکن العرف علی ان العامی مقلد للمجتہد قال امام الحرمین وعلیہ معظم الاصولیین وقال الغزالی والآمدی وابن الحاجب ان الرجوع الی الرسول والاجماع والمفتی والی الشہود تقلید اً فلا مشاحۃ (مفتتح الحصول ص۲۶ وسیار)

کہ اکثر اصولی اسی پر ہین اور امام غزالی اور آمدی اور ابن حاجب سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اجماع یا مفتی یا گواہون کیطرف رجوع کرنیکا نام تقلید رکھا جائے تو کوئی مضایقہ نہین - ان عبارات محدثین و فقہا و اصولیین کو اس وقت کے اہلحدیث جو تقلید کے نام سے چونکتے ہین حوصلہ کے ساتھ ملاحظہ فرماوین اور اس لفظ سے گہبرانا چہوڑدین جسکو وہ اتباع و پیروی کہتے ہین - اسکو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب و شیخ محی الدین وغیرہ

علما تقلید کہہ چکے ہین وہ لوگ شوق سے اسکو اتباع کہین - مگر کوئی اسکو تقلید کہے تو وہ اس سے کیون ڈرتے اور گہبرانے اور اپنے مخالفون پر ثابت کررہے ہین کہ علم و قول علماء سے اسکو مس نہین ہے - لفظی نزاع اہل علم کی شان نہین ہے اس زمانہ کے اہلحدیث چونکہ اکثر علم سے عاری ہین وہ تقلید کے لفظ مین بہت بحث و نزاع کرتے - انہی حضرات کی نہایش کے لئے یہہ بات جتائی گئی ہے خدا تعالی انکو توفیق فہم عطا کرے -

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ

نمبر اول — معہ — جلد یازدہم

ضمیمہ متضمن مسائل مذہب محدثین اہل السنۃ

بابت ۱۳۰۵ ہجری مطابق ۱۸۸۸ء

اصول و ضوابط و شرح قیمت رسالہ و ضمیمہ

(۱) یہ رسالہ اور اسکا ضمیمہ دونو ماہواری ہین (۲) ضمیمہ اکثر رسالہ سے علیحدہ شائع ہوتا ہو (۳) ضمیمہ رسالہ سے علیحدہ نہین فروخت ہوتا رسالہ بدون ضمیمہ بکسکتا ہے (۴) رسالہ کو اصول اغراض مین

(الف) اصول اسلام اور اسکے فروع عظام سے خصوصاً جو متعلق معاشرت ہین بحث کرنا -

(ب) اہل اسلام کے مختلف فرقون کی باہمی اتحاد و اتفاق مین کوشش کرنا -

(ج) مسلمانون کی [illegible]

(د) پولیٹیکل مضامین جسکو مذہب سے تعلق ہو بحث کرنا اور انکی مذہبی ضرورتون کو گورنمنٹ مین پیش کرنا اور گورنمنٹ کے حقوق سے جنکی مذہب مین ہدایت ہو قوم کو آگاہ کرنا -

(۵) ضمیمہ کی غرض صرف مسائل فرعیہ مذہب محدثین سے بحث کرنا ہے -

(۶) قیمت رسالہ عموماً عہ سالانہ ہر **خواص** (روسا اہل اسلام) بنظر اعانت لہ عنایت فرماتے ہین **بعض** اشخاص سے جن کی آمدنی چالیس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہین ہے روپیہ لئے جاتے ہین جنکی آمدنی دس روپیہ سے زیادہ نہین ان سے ۲ روپیہ جو دس روپیہ ماہوار بھی آمدنی نہین رکہتے پر علمی لیاقت رکہتے ہین اور اس رسالہ کی اشاعت کرتے ہین انسے دعا خیر **ضمیمہ** کی عام قیمت تین روپیہ ہر **خاص** چہہ روپیہ **رعایتی** عہ ادنی ۱۲ ار **آخری** [illegible]

(۷) ان مراتب خمسہ کا تصفیہ و تقرری خریدارون کے بیان یا ایمان پر ہے -

(۸) خط کتابت بارہ رسال زر مہتمم کے پورے نام و خطاب سے حسب نشان ذیل ہونا چاہیے

(۹) سبیل ارسال زر بجز منی آرڈر یا ہنڈوی اور کوئی نہ ہو ورنہ مہتمم ذمہ دار نہ ہوگا

ابو سعید محمد حسین مہتمم رسالہ اشاعۃ السنہ لاہور

فہرست مضامین رسالہ نمبر ہذا

(۱) کیفیت سالانہ لائق توجہ معاونین اشاعۃ السنہ

(۲) خریداران اشاعۃ السنہ کو اطلاع -

(۳) ایک کار خیر کی شہادت

(۴) از سر نو طبع کتاب فتح البیان

(۵) بقیہ مضمون انسام ملازمت پر مخالف و موافق کی شہادت (جس مین ایک غیر اسلامی ملا صاحب کے رسالہ کا جواب ہے)

اشتہار

ممانعت استعمال لفظ وہابی کے متعلق جس وقت تک جو کارروائی گورنمنٹ اور پبلک کیطرف سے ہوئی ہو اور وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۲ - ۱۰ - ۸ جلد ۹ وغیرہ مین شائع ہو چکی ہے اس کو انگریزی مین ترجمہ کرکے بطور رسالہ چہپوا لیا گیا ہے جسکی قیمت ایکروپیہ ہے اس کے طالب و شائق جلد درخواست کرین ورنہ تہوڑی مدت کے بعد وہ اس رسالہ کو نہ پاوینگے کیونکہ (باقی بصفحہ ۲)

سوال نمبر8۔۔۔۔اسلامی شریعت میں ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید)یعنی تقلید شخصی(کا کیا حکم ہے؟

جواب۔۔۔۔ مسلک تقلید کے اعتبار سے مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں۔

۔)ایک(۔ مجتہدین یعنی وہ علماء جو دلائل سے مسائل مستنبط کرنے کی قدرت رکھتے ہیں ان کے لیے تقلید جائز نہیں بلکہ ان پر اجتہاد واجب ہے۔

دو(عوام،یعنی وہ لوگ جو اجتہاد کی قدرت واہلیت نہیں رکھتے ان کے لیے آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید جائز) ہے۔اور تقلید سے مراد یہ ہے کہ فقہی مسائل میں دلیل جانے بغیر مجتہد کے قول کی اتباع کرنا۔اس پر دلیل اللہ تعالی

ایک اہم فتویٰ از　امام الحرمین فضیلۃ الشیخ محمد بن عبد اللہ السبیل امور مسجد حرام ومسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم　تقلید،اجماع قیاس کی شرعی حیثیت

کا یہ قول ہے۔

وَمَا أرْسَلْنَا قَبْلَكَ إلاَّ رِجَالاً نُوحِي إلَيْهِمْ فَاسْألُوا أهْلَ الذِّكْرِ إنْ كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ)الأنبياء:

پس پوچھو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے۔)الانبیاء-7(اور

رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم کا فرمان زخمی صحابی کے مشہور واقعہ میں کہ "جب وہ نہیں جانتے تھے تو انہوں نے پوچھ کیوں نہ لیا :عاجز آدمی کے لیے بجز سوال کے کسی بات میں شفا نہیں") ابوداؤد۔ابن ماجہ،احمد،حاکم،طبرانی(اور عامۃ الناس کو اجتہاد کا مکلف بنانا متعذر ہے،کیونکہ اجتہاد کا تقاضا ہے کہ مجتہد میں خاص ذہنی صلاحیت ہو۔علم میں پختگی ہو اور لوگوں کے احوال اور وقایع کی معرفت اور طلب علم اور اس پر صبر کی عادت اور اگر سب لوگ ان شرائط کو پورا کرنے کے لیے ان کے حصول میں مشغول ہو جائیں تو کاروبار معشیت باطل ہو جائیں گے اور نظام دنیا درہم برہم ہو جاے گا۔



اور یہ ہمارے پاس ائمہ محدثین ہیں جو مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کی پیروی کرتے تھے۔ علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن قیمؒ حنبلی تھے، امام نوویؒ اور ابن حجرؒ شافعی تھے، امام طحاویؒ حنفی تھے اور امام ابن عبد البرؒ مالکی تھے۔ چاروں مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کی پیروی کرنا گمراہی نہیں ہے. جس کی بدولت کسی کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے۔ بلکہ جو شخص معتبر فقہا کے اقوال کے باہر جاتا ہے اور اس میں اجتہاد کی صلاحیت نہیں ہے اس کا حق بنتا ہے کہ اس کو گمراہ کہا جائے۔

المذاهب الأربعة وعن أقوال الفقهاء، ومثل هذا لا يعرف معنى التجديد فهو يهرف بما لا يعرف .

إن التجديد معناه : إزالة ومحاربة ما علق بالدين من خرافات وشركيات ومبتدعات ما أنزل الله بها من سلطان، وبيان الدين الحق والمعتقد السليم كما كان عليه رسول الله ﷺ، وليس من شرط ذلك أن يخرج على المذاهب الأربعة وأقوال الفقهاء ويأتي بفقه جديد .

وها هم الأئمة من المحدثين الكبار كانوا مذهبيين؛ فشيخ الإسلام ابن تيمية وابن القيم كانا حنبليين، والإمام النووي وابن حجر كانا شافعيين، والإمام الطحاوي كان حنفيًا، والإمام ابن عبد البر كان مالكيًا .

ليس التمذهب بأحد المذاهب الأربعة ضلالاً حتى يعاب به صاحبه، بل إن الذي يخرج عن أقوال الفقهاء المعتبرين وهو غير مؤهل للاجتهاد المطلق هو الذي يعتبر ضالاً وشاذًا .

والشيخ - رحمه الله - لا يأخذ قول المذهب الذي ينتسب إليه قضية مسلمة حتى يعرضه على الدليل، فما وافق الدليل أخذ به، ولو لم يكن في المذهب الذي يقلده إذا وافق قول أحد الأئمة الآخرين، لأن هدفه موافقة الدليل، وهذا في حد ذاته يعتبر تجديدًا في الفقه - أيضًا - .

وأما (**كتاب التوحيد الذي هو حق الله على العبيد**) فهو من أعظم مؤلفات الإمام المجدد الشيخ : محمد بن عبد الوهاب .

ألفه في بيان توحيد الألوهية، وهو إفراد الله بالعبادة وترك عبادة ماسواه، والبراءة من ذلك، وبيان ما يناقضه من الشرك الأكبر، أو ينقص كماله الواجب أو المستحب من الشرك الأصغر .

إعانة المستفيد بشرح كتاب التوحيد

للإمام المجدد الشيخ: محمد بن عبد الوهاب - رحمه الله -

شرح معالي الشيخ الدكتور
صالح بن فوزان بن عبد الله الفوزان
عضو هيئة كبار العلماء وعضو اللجنة الدائمة للإفتاء

الجزء الأول

مؤسسة الرسالة
ناشرون